

## فہرست مضامین معارف القرآن جلد چہارم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳	موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا سلام	۶۴	آیات نمبر ۱۳ تا ۱۳۶ فی سلسلہ علیہم السلام	۱۱	انبیاء سورۃ احوال انبیاء کی
۶۳	دارالافتاء سقین کے دو معنی	۶۴	ساحرین کے مقابلے کے بعد یہی سال	۱۳	وہ اس سلسلہ کی قرینہ
۶۳	آیات نمبر ۱۳۶ تا ۱۵۱۲ سقین	۶۴	حضرت موسیٰ مصطفیٰ مصروف	۱۳	انبیاء سقین اور ان کی قوموں کی
۶۴	عن ابی الدین	۶۴	تبلیغیہ ہے اور فوجیہ اور جنگی ہے	۱۳	تاریخ قرآنی اسلوب میں
۶۴	تکبر انسان کو فہم علیہ اور علم	۶۴	آیات نمبر ۱۵۱۳ تا ۱۵۱۴ وادارہ الفتا	۱۳	برکت کے معنی اور ان کی حقیقت
۶۴	آکیت سے محروم کر دینا ہے	۶۴	الذین کانوا	۱۵	قرینہ صریح
۶۴	سامری کا زور سے بچنے کا	۶۴	فرعونین کے ایمان بدل دینا یہی	۱۶	آیات ۱۰۲ تا ۱۰۲ اولم یہی فرقین
۶۴	اور فہم موسیٰ کا اس کو خدا ماننا	۶۴	کی فتح و کفرانی کا ذکر	۱۶	یہ فرق الاوص
۶۴	افتادہ کے معنی اور اس پر ایک	۶۴	آیت نمبر ۱۵۱۴ وادارہ موسیٰ	۱۸	لا یفتنون کی بجائے لا یسعون
۶۴	سوال کا جواب	۶۴	مفتلین سلسلہ	۲۱	قرآن میں حکمت
۶۴	آیات نمبر ۱۵۱۴ تا ۱۵۱۴	۶۴	تیس راقوں پر دس کا اضافہ	۲۱	آیات نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۲
۶۴	ان الذین اتخذوا الھجلی	۶۴	کر نے میں حکمت	۲۳	من بعدہم موسیٰ بآیاتنا
۶۴	بعض گناہوں کی کچھ سزا	۶۴	سلسلہ تیس رات دن روزت	۲۳	لائی کا سانپ بن جانا معجزہ
۶۴	دنیا میں بھی ملتی ہے	۶۴	لکھنے پر ایک سوال اور اس کا جواب	۲۵	طوریہ عقاب
۶۴	سیرۃ الیٰسٰی اسٹریٹ کا انتخاب اور	۶۴	عبادت میں قرنی حساب جبرجہ	۲۵	معجزہ اور حادثہ میں فرق
۶۴	ای کی ہلاکت کا واقعہ	۶۴	فرعی معاملات میں کسی حساب	۲۶	آیات نمبر ۱۳۲ تا ۱۳۲
۶۵	رحمت خداوندی کا غضب پر	۶۴	کی گناہوں کی ہے	۲۶	آیات نمبر ۱۳۲ تا ۱۳۲
۶۵	سائین جوتا	۶۴	اصلاح نفس میں چالیس دن	۲۶	فرعون آمنت ہے
۶۶	آیت نمبر ۱۵۱۴ الذین یحبون	۶۴	رات کو خاص و عمل ہے	۲۶	فرعون جاوید گروں میں مسلمان
۶۶	الرسول الیقینی	۶۴	انسان کو اپنے سبب کا مومن ہے	۲۶	جو تھے ہی یکدم انقلاب عظیم
۶۶	خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۶۴	بتدریج اور بآیات کی تعلیم	۲۶	اور یہ سلسلہ بھی بڑا معجزہ تھا
۶۶	اور ان کی امت کے مخصوص	۶۴	ہزار رات کے وقت ناظم امور کو	۲۶	فرعون پر حضرت موسیٰؑ کو ۱۰۰ روز
۶۶	حکمت و دانشاں	۶۴	اپنا قائم مقام تجویز کرنا	۲۶	کی ہمت
۶۶	قرآن و تفسیر میں رسول اللہ صلی	۶۴	آیات نمبر ۱۳۲ تا ۱۳۲	۲۶	آیات نمبر ۱۳۲ تا ۱۳۲
۶۶	علیہ وسلم کی صفات اور علامات	۶۴	جاوہری لیلیٰ شاکر کا	۲۶	انہی سے مستفیض
۶۶	ارباب امتیاز کے ہونے کو ضروری	۶۴	دین میں رویت ہادی کا عقل	۲۶	انہی سے مستفیض
۶۶	مقام خاص میں شاکر کی وجہ اور ان کی صفات	۶۴	نہیں، ومنتہی اور قورج ہونا	۲۶	انہی سے مستفیض



[illegible]

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۳	آیات ۹۳ تا ۹۶ بخندرون	۳۴۳	آیات ۶۶ تا ۷۱ و سہم الزین	۳۴۳	آیات ۳۸ تا ۴۱ یا اہل بدر قرین بنوا
۳۴۳	الکذاب و ارجحہ	۳۴۳	نزدون انہی	۳۴۳	یا کوا قبل کھ
۳۴۳	تین احکام کا ذکر	۳۴۳	مناقضین کے پیروہ اعز است	۳۴۳	خروہ بیک کبابان اور متعاضات
۳۴۵	آیات ۹۶ تا ۹۹ الا عرب اشقہ	۳۴۵	آیات ۶۶ تا ۷۱ مناقضون و	۳۴۵	احکام و مہات
۳۴۵	کفر و ارتقا	۳۴۵	المنقضات ببعثتہن لہن	۳۴۵	طہر بنہ پتہ والوں کے حالات
۳۴۸	آیت ۱۰۱ و الدشقرن الاولون	۳۴۵	آیات ۳۲ تا ۳۵ و اولو منی للزلزلہ	۳۴۸	و نیکایا جوت اور ادرخت غفلت
۳۴۹	سب الہا جریں	۳۴۵	بعثتہن اولیا بعض	۳۴۸	تاکم جرم کی فساد ہے
۳۴۹	سب الہا جرم سب سب سب	۳۴۵	نزدین مخلصین کے حالات اور	۳۴۸	آیت ۳۲ تا ۳۵ و خدا شکر کلام
۳۵۰	تشبیہ	۳۴۵	ان کے دروہات	۳۵۰	آیت ۳۲ تا ۳۵
۳۵۰	۱۰۱ و من جو کھ الہا	۳۵۰	تشبیہ	۳۵۰	مناقضین کے انداز اور متعلقہ
۳۵۱	آیات ۱۰۲ تا ۱۰۶ و آخو	۳۵۰	آیات ۲۴ تا ۲۸ و املطون باشتان	۳۵۱	احکام و مسائل
۳۵۲	و عزرا الہا	۳۵۰	آیت ۲۸ کاشان نزول	۳۵۱	عزرا مقل اور مقلوں میں امتیاز
۳۵۲	نیک و بد پتہ علی کیا ہے	۳۵۰	خاندان	۳۵۱	اعتقاد و تقدیر اور استعلا بدمیر کے
۳۵۵	پہچھے کے مخلوق مائل والے	۳۵۰	متعلقہ	۳۵۱	ساتھ ہرنا پائیتہ
۳۵۵	سب اسکی میں داخل ہیں	۳۵۱	آیات ۶۹ تا ۸۰ الدین یزیدون	۳۵۱	آیات ۵۹ تا ۶۲ فلی انفعوا
۳۵۵	مسائلوں کے عقائد کو ذکر ہے	۳۵۱	المقنون	۳۵۱	طوبہ و کرم کا
۳۵۵	وصول کرنا اور ان کے مصروف	۳۵۱	آیات ۸۱ تا ۸۴ فرح المفقونون	۳۵۱	سیاسات کا بیان و فرک و تاج
۳۵۵	پر خرچ کرنا اور ان کی حکومت	۳۵۱	بیت عدم	۳۵۱	آیت ۶۰ و انما الصدقات للفقراء
۳۵۵	کی زمرہ دلی ہے	۳۵۱	مناقضین کا نام جاریہ اسلام	۳۵۱	والساکین
۳۵۵	کوڑا حکومت کی پیشین گوئی کا جواب	۳۵۱	کی فرست سے خارج کر دینا	۳۵۱	مصارف الصدقات
۳۵۵	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۵۱	آیت ۸۴ و الاصل علی اعظم	۳۵۱	خروہ فی سلسلہ کوئی بنو بنی بنی
۳۵۵	آیات ۱۰۱ تا ۱۰۶ و آخو	۳۵۱	و آخو مذکورہ پر چند اشکالات	۳۵۱	رفائیل کا نام اور جوہر و زور
۳۵۸	سب مہا مزار	۳۵۱	اور ان کے جواب	۳۵۱	کے ماریں کے سفر میں فرق
۳۶۱	الہا ماریں کی سازش	۳۵۱	چند مسائل	۳۵۱	ایک سوال و جواب
۳۶۲	متعلقہ	۳۵۱	آیات ۸۵ تا ۸۹ و انعام	۳۵۱	ایک عقلمند کا
۳۶۲	خاندان	۳۵۱	الہا ماریں و الا مہم	۳۵۱	فی الزمان کو تفسیر میں اختلاف
۳۶۵	آیات ۱۱۱ تا ۱۱۲ و انما شرعی	۳۶۱	آیت ۸۹ و العزہ و ان الاو	۳۶۱	دارس و مساجد کی تعمیر کو ذکر ہے
۳۶۶	من المؤمنین	۳۶۱	آیات ۱۱۳ تا ۱۱۶ لیسر علی انعام	۳۶۱	میں برحق
۳۶۶	ربط و آیات و دشان نزول	۳۶۱	و الاصل المرضی	۳۶۱	سب کتب
۳۶۶	آیات ۱۱۶ تا ۱۱۹ و الاصل المرضی	۳۶۱	مخلصین میں کا ذکر جو عید مسعود	۳۶۱	ان کی کوئی کتب لیسر میں مسائل

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۴۵	فائدہ	۵۴۳	ضیاء اور نور کے معانی کی تحقیق	۵۴۱	شان نزول آیہ مبارکہ
۵۴۶	آیات ۶۲ تا ۶۳ الان	۵۴۲	قری حساب باقی رکھنا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔	۵۴۰	آیہ ۱۰ اور ۱۱ و ما کان اللہ یبذل قرآنا
۵۴۶	اولیاء اللہ الخ	۵۴۳	آیات ۱۰ تا ۱۱ ان الذین لا یزولون	۵۳۹	آیات ۱۱ و ۱۲ کتاب اللہ
۵۴۶	چند اسم باتوں کا سبب ان	۵۴۴	نفاذ	۵۳۸	حق الیقین والیقین
۵۴۶	اولیاء اللہ کے پائے میں	۵۴۵	سبک دہی پر سوال و جواب	۵۳۷	سوال و جواب
۵۴۶	ولایت حق کے درجہ پائش میں	۵۴۶	اکٹام وسائل	۵۳۶	عزیز تعبیر میں کاش کا چکر
۵۵۰	درجہ ولایت حاصل کرنے کے	۵۴۷	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۳۵	تخلیف لاء اللہ علیہ السلام
۵۵۱	یحییٰ جسرہ	۵۴۸	الشتر	۵۳۴	فوائد متعلقہ حدیث شریفہ
۵۵۱	اولیاء کی طاعت اور سبب ان	۵۴۹	اہم فائدہ	۵۳۳	آیات ۱۲ تا ۱۳ و ما کان لایصل
۵۵۱	آیات ۶۵ تا ۶۶ و الذین لا یزولون	۵۵۰	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۳۲	والعزیز من جہلم
۵۵۱	توہم ان العزۃ پیش	۵۵۱	دول اللہ	۵۳۱	آیہ ۱۲ و ما کان المؤمنون الخ
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۵۲	کار فرستہ در قوس الگ الگ	۵۳۰	طلب علم کی فرض پر آیت آداب
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۵۳	کسی اور دینی قریبیت سے	۵۲۹	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۵۴	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۸	کفر یا قریب
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۵۵	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۷	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۵۶	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۶	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۵۷	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۵	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۵۸	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۴	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۵۹	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۳	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۰	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۲	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۱	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۲	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۲۰	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۳	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۹	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۴	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۸	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۵	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۷	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۶	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۶	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۷	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۵	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۸	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۴	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۶۹	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۳	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۰	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۲	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۱	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۲	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۱۰	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۳	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۹	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۴	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۸	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۵	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۷	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۶	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۶	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۷	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۵	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۸	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۴	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۷۹	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۳	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۸۰	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۲	مرد کی فرض میں اور فرض
۵۵۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۸۱	آیات ۱۰ تا ۱۱ و الذین لا یزولون	۵۰۱	مرد کی فرض میں اور فرض

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۲۹	آیات ۴۳ تا ۸۲ نماز میں	۶۲۳	آیات ۳۳ تا ۴۳ وقال اگر کوئی	۵۸۸	آیات ۱۱۱ تا ۱۲۱ بظلال
	عن ابراہیم اسمعيل	۶۲۵	مضمون آورد و سر ابروین	۵۸۹	آیات ۱۲۱ تا ۱۳۱ علی بن عباس
۶۵۹	آیات ۸۳ تا ۹۵ والی عذق		بر سر او برهنے کے آداب	۵۹۰	آیات ۱۳۱ تا ۱۴۱ علی بن عباس
	اخام شعیب	۶۲۵	بر سر او رکھنا اور دھڑنا	۵۹۱	مضمون
۶۶۱	فصل		اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے	۵۹۲	آیات ۱۴۱ تا ۱۵۱ اقول کتب
۶۶۳	روح کے موثر ہونے میں	۶۲۸	آیات ۳۵ تا ۴۵ والی روح	۵۸۸	آیات ۱۵۱ تا ۱۶۱ و ما من
	دای کا عمل	۶۳۱	کا فروغ دلا کیلئے و ما	۵۹۰	روح کی عرفانی ذمہ داری
۶۶۳	ناپ قوی میں کن کا مسئلہ		موس کے رفیر میں رشہ	۵۹۱	روح و دای کا شایہ نزول
۶۶۵	آیات ۶ تا ۱۱ والی و		ہر مسئلہ و نفس بنیاد پر	۵۹۲	سائنس طیف کو ذہنی رسائی
۶۶۶	آیات ۱۱ تا ۱۱۱ و		کی تعمیر اس پر سلام ہے		غریب نظام
۶۶۸	آیات ۱۱۲ تا ۱۱۳ کا	۶۲۵	آیات ۴۵ تا ۵۵ والی	۵۹۳	آسمان و زمین اور
	اُمرت		ہوا		دور اور کونجیر
۶۷۰	استقامت کا مضمون	۶۲۸	حضرت ہر و علیہ السلام	۵۹۳	آیات ۵۵ تا ۶۵ و
	فرار و مسائل		وین کی میں اصول	۶۰۱	آیات ۶۵ تا ۷۵ و
۶۷۳	آیات ۱۱۳ تا ۱۱۳ و	۶۳۱	و علیہ صلیت آورد و	۶۰۱	آیات ۷۵ تا ۸۵ و
	الستلہ		پر اجرت	۶۰۸	آیات ۸۵ تا ۹۵ و
۶۷۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۶۳۳	آیات ۹۹ تا ۱۰۳ و	۶۱۳	حضرت نور علیہ السلام
	کی عقبت شان		و شتا ابراہیم		قوم کا
۶۷۸	کیرو گناہوں کی تفصیل	۶۳۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۶۱۷	آیات ۱۰۳ تا ۱۱۳ و
	صبر کے لغوی اور	۶۳۷	احکام و مسائل	۶۲۰	روح علیہ السلام
۶۸۰	اختلاف محمود و	۶۳۸	نہایت سلام		تمام مژدوری مضمون
			ہائی اور ہر داری کے		دستی
			چند اصول	۶۲۲	نظف و نور کی



# معارف القرآن جلد چہارم

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### بقیہ سورۃ اعراف

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قُرْيَةٍ مِّن لَّيْلِ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَ

اور ہمیں بھیجا ہمارے کسی بستی میں کوئی ہی کو نہ کھڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور

الظُّرَاءِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ الشَّيْءِ الْحَسَنَةَ

خوبی میں ہمارے وہ کوڑاؤں میں پھر بدل دی ہم نے برائی کی جگہ چھوٹی

حَتَّىٰ عَقَّبُوا قَالُوا أَفَدَمْشَ أَبْنَاءَنَا الظُّرَاءِ وَالشَّاءُ فَأَخَذْنَا بَعْقَهُ

تھیں ان کے کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ بچوں کی رہی ہے ہمارے باپ، دادوں کو بھی بلا لیں اور نفی پھر بھیجا ہم نے

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۶﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَالْقَوَا أَلْقَوْا

ان کو نہ کہیں اور ان کو نہ دیکھیں اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لائے اور پرہیز گاری کر کے گمراہیوں کو دیکھتے

عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٌ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَا لَهُمْ

ان پر برکتیں آسمان اور زمین سے لیکن چھوڑ دیا انہوں نے پس پھل انہوں نے منکر

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۷﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا

ان کے خیال کے بدلے اس لیے کہ وہیں بستیوں کے لوگ اس سے کہہ سکیں ان پر آفت نہ پڑے

بَيِّنَاتٍ وَهُمْ لَا يَخْشَوْنَ ﴿۸﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا

واضح باتیں جب سوتے ہوں اس لیے کہ وہیں بستیوں کے لوگ اس بات سے کہہ سکیں ان پر آفت نہ پڑے

خُشْعَىٰ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿۹﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ

دان پر حیرت ہے جب کہہ سکتے ہوں کیا ہے ڈر کر گئے اللہ کے داؤ سے اس لیے کہ وہیں بستیوں کے لوگ اللہ کے

إِلَّا الْقَوْمَ الْخَاسِرُونَ ﴿۱۰﴾

واؤ سے غمگین ہیں پڑ گئے والے

### خلاصہ تفسیر

اور ہم نے ان کو نہ دیکھا اور ان کے علاوہ اور بھی دوسری بستیوں میں سے کسی بستی میں



آیت میں فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ**، اس میں سمجھنا سے مراد وہ فقر و فاقہ یا بیماری کی بدحالی جس سے کافر اور اپرا کیا اور جتنے سے مراد اس کے بالمقابل مال میں دولت و فراخی اور بدن میں صحت و سلامت ہے اور لفظ عقوا غصو سے بنا ہے جس کے ایک معنی ڈرنے اور ترق کرنے کے بھی ہیں، کہا جاتا ہے عقوا اللہ بات گھاس یا رقت پڑھ گئے، اتقوا اللہ بجزاؤ جانور کی طرح اور بال بڑھ گئے، اس معنی سے اس جگہ عقوا کے معنی ہیں بڑھ گئے اور ترق کرنے۔

مطلب یہ ہے کہ پہلا امتحان ان لوگوں کو فقر و فاقہ اور بیماری وغیرہ میں مبتلا کر کے لیا گیا تھا جب اس میں ناکامیاب ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ ہوئے تو دوسرا امتحان اس طرح لیا گیا کہ ان کے فقر و فاقہ کے بھانے میں دولت کی وسعت اور بیماری کے بجائے صحت و سلامت ان کو عطا کر دی گئی یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور پریشانی میں ترق کر گئے، اس امتحان کا حاصل یہ تھا کہ نسبت کے بعد راحت اور دولت سننے پر وہ شکر گزار ہوں اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں لیکن یہ خلعت جہاد کی بلوری راسخوں میں اور لذتوں میں بے رغبتی سے بھی پریشان رہ رہے مگر کہیں لگے کہ **وَمَا تَأْتِيهِمْ أَجْرٌ نَّالَهُمُ الْعَزْزَ وَالْكِبْرَ وَالْكَرَامَ**، یعنی یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ کسی ایسے یا کسی عمل کا نتیجہ ہے بلکہ زمانہ کی عادت یہی ہے کہ کبھی راحت کبھی رنج کبھی بیماری کبھی صحت کبھی تنگی کبھی فراخی ہوا ہی کرتی ہے یہ ہمارے باب دلاؤں کو بھی ایسے ہی حالات پیش آتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلا امتحان تکلیف و مصیبت کے ذریعہ کیا گیا اس میں ناکام ہوئے، دوسرا امتحان راحت و دولت سے کیا گیا اس میں ناکام رہے اور کئی طرح اپنی گمراہی سے باز نہ آئے تب اپنا کام عطا میں پڑے گئے، **فَاخْلُفْ لَهُمْ يُخْلِفْهُ وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ**، لفظ خلف کے معنی اپنا کام مطلب یہ ہے کہ جب یہ لوگ دونوں قسم کی آزمائشوں میں ناکام رہے اور بدن میں نہ آئے تو پھر ہم نے ان کو اپنا کام اس طرح عذاب میں پکڑ لیا کہ ان کو اس کی خبر بھی نہ تھی۔

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا **وَلَا تَأْتِيهِمْ أَجْرٌ نَّالَهُمُ الْعَزْزَ وَالْكِبْرَ وَالْكَرَامَ**، لفظ تاتے کے معنی آتے اور تافاتی سے مراد کہہ کر تے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے ان کے عذاب کی توہم نے ان کو ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔

برکت کے نقلی معنی زیادتی کے ہیں، آسمان اور زمین کی برکتوں سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کی بھلائی ہر طرف سے ان کے لئے کھول دیتے، آسمان سے پانی نہ رویت کے مطابق وقت پر پڑتا زمین سے پھونکنے کے مطابق پیدا ہوتی پھر ان چیزوں سے نفع اٹھانے اور راحت حاصل کرنے کے سامان جب دیتے جاتے کہ کوئی پریشانی اور تکلیف نہ ہوتی جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی نعمت کمزور ہو جاتی

ہے، ہر چیز میں برکت یعنی زیادتی ہوتی۔

پھر برکت کا تصور دنیا میں دو طرح سے ہوتا ہے کبھی تو اصل چیز واقع میں بڑھ جاتی ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ایک معمولی برتن کے پانی سے پورے قافلہ کا سیراب ہونا یا حضورؐ سے کھانے سے ایک عجم کا ٹکڑا بڑھ جانا یا بیت مہاجر میں مذکور ہے، دوسری ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر اس چیز میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی مقدار اتنی ہی رہی جتنی پہلے لیکن اس سے کام لے کر اسے جتنے سے اس سے دوگنی ہو گئی چیز سے نکلے، اور اس کا مشاہدہ عام طور سے کیا جاتا ہے کہ کوئی برتن کچرا گھر یا گھر کا سامان ایسا مبارک ہوتا ہے کہ اس سے عرصہ آدھی راحت اٹھتا ہے اور وہ بھی چیز قائم رہتا ہے، اور میں یہ چیز ایسی ہوتی ہے کہ بنائے ہی گھٹ لیں یا سال بھی رہیں گھٹان سے نفع اٹھانے کا موقع یا تھہرنا یا نفع بھی اٹھایا لیکن کوئی نفع نہ اٹھا سکے۔

اور یہ برکت انسان کے دل میں بھی ہوتی ہے جان میں بھی یا کام میں بھی یا وقت میں بھی، بعض مرتبہ ایک ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی موت و صحت کا سبب بن جاتا ہے اور بعض اوقات بڑی سے بڑی طاقتور خدا اور دوا کا نہیں دیتی، اسی طرح بعض وقت میں برکت ہوتی ہے تو ایک گھنٹہ میں آنا کام ہو جاتا ہے کہ دوسرے اوقات میں چار گھنٹوں میں بھی نہیں ہوتا، ان سب صورتوں میں اگرچہ مقدار کے اعتبار سے نہ مل رہا ہے نہ وقت مگر برکت کا ظہور اس طرح ہوا کہ اس سے کام لے کر اس آیت سے یہ بات واضح کر دی کہ آسمان اور زمین کی کل مخلوقات و موجودات کی برکت اہم اور عمومی پر موقوف ہیں ان کو اختیار کیا جائے تو آخرت کی فلاح کے ساتھ دنیا کی فلاح و برکتی میں متبادل ہوتے ہیں اور ان کی بدولت و تقویٰ کو چھوڑنے کے بعد ان کی برکت سے محروم ہو جاتی ہے، یہی کی دنیا کے حالات پر ظہور کیا جائے تو یہ بات ایک اصول تحقیق بن کر سامنے آجاتی ہے کہ آج کل کی ظاہری طور زمین کی پیلا طرح نسبت پہلے کے بہت زیادہ ہے اور شمالی ایشیا کی بہتات اور نئی نئی ایجادات تو اس قدر ہیں کہ کبھی کبھی لوگوں کو ان کا تصور بھی ہو نہ سکتا تھا مگر اس تمام ساز و سامان کی بہتات اور فزولانی کے باوجود آج کا انسان سخت پریشان بیمار و تنگدست نظر آتا ہے، آرام و راحت اور امن و اطمینان کا کم سے کم نہیں ہوتا، اس کا سبب اس کے سوای کیا جاسکتا ہے کہ سامان سارے موجود اور برکت موجود ہیں مگر ان کی برکت مفد گئی ہے۔

یہاں ایک یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ کس قدر اللہ تعالیٰ کی ایک برکت کے اندر کفار و فاجر کے بارے میں کیا ہے **وَلَا تَأْتِيهِمْ أَجْرٌ نَّالَهُمُ الْعَزْزَ وَالْكِبْرَ وَالْكَرَامَ**، یعنی جب ان لوگوں نے احکام خداوندی کو کھینچا تو ہم نے ان سے پھر جس کے دوا کے کھول دیتے، اور کبھی ایک ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بہت سے دروازے کسی رکھول یا گھائی کی جتنی حقیقی انسان میں ملے وہ ایک طرح کا قدر بھی ہو سکتا ہے۔ اور وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ایمان و تقویٰ اختیار کرے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکت کھول

دیتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برکات آسمان و زمین اللہ تعالیٰ کے انعامات اولیٰ کی نزاکت و حلاوت میں  
 بات ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور برکتیں کبھی گناہوں اور کفر کی وجہ سے گم نہ جائیں۔ پر ان کے بہیم  
 کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے شخص عائشہؓ پر مندرجہ ہوتی ہیں وہ قوم و شخص کی علامت ہوتی ہیں اور  
 کبھی رحمت و عنایت سے دائمی صلاح و فلاح کے لئے ہوتی ہیں وہ ایمان و تقویٰ کا نتیجہ ہوتی ہیں ہوسنا  
 کے اعتبار سے ان میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ انجام اور عاقبت کا حال کسی کو معلوم نہیں مگر اہل اللہ سے  
 علامات کے ذریعے یہ بیان بتائی۔ ہے کہ جب مال و دولت اور پیش و لاہم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو دلوں  
 کی اور زیادہ توفیق ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ رحمت بنیاد و مال و دولت اور نعمت و راحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ  
 سے اعزاز اور گناہوں کی کثرت پر جسے توبہ و علامت اس کی ہے کہ یہ استیلا جہنم یعنی جہنم کی ایک صورت ہے یا اللہ تعالیٰ  
 توفیق کرے کہ اس میں بہر دنیا کی سب قوتوں کو توبہ کرنے کے لئے ارشاد دیا کہ ان بیٹوں کے لئے ہے دے  
 اس بات سے بے فکر ہو گئے کہ ہمارا غلاب ان کو اس حالت میں آپکرتے جب کہ وہ رات کو سو رہے ہوں  
 اور کیا بستی والے اس سے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا غلاب ان کو اس حالت میں آپکرتے جب کہ وہ دن  
 پر سوتے ہیں اور جب میں مشغول ہوں کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خیریت و تہریر و تقدیر سے مطمئن ہو رہے ہیں  
 سو غیب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی خیریت و تقدیر سے بے فکر ہو سکتی ہے جو خدا میں بڑی ہوتی ہو۔  
 خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ جو دنیا کی عیش و راحت میں مست ہو کر خدا تعالیٰ کو بھلا بیٹھتے ہیں ان کو  
 اس بات سے بے فکر نہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا غلاب ان پر رات کے وقت یا دن کے وقت کسی  
 بھی حالت میں آسکتا ہے یہ کیا کچھ قوتوں کے واقعات غلاب کا ذکر اور آپکا ہے عقل کا کام ہے یہ  
 کہ وہ عقل کے حالات سے عبرت حاصل کرے اور جو کام و دوسروں کے لئے ہلاکت و بربادی کا سبب  
 بن چکے ہیں ان کے پاس جانے سے بچے۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا اَنْ يَكُونُوا عِبَادًا لِّاللهِ  
 کیا نہیں ظاہر ہوا ان لوگوں پر جو وراثت پرستے زمین کے وہاں کے (لوگوں کے ہلاکت کے بعد کہ ان کو ہم  
 بِدَلْوَانِهِمْ وَيُطِيعُوا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿١٠﴾ تِلْكَ الْاَرْضُ يَتَخَفُّ  
 ان کو گھلنے والے گناہوں پر اور ہم نے ان کو رہنے کی ہدایت کی ہے ان کے دلوں پر جو میں سنتے، پرستہاں ہیں کہ ستائے ہیں ہم  
 عَلَيَّكَ مِنْ اَتْبَاعِهَا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ مِّنْ سُلَيْمٍ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوْا  
 تم کو ان کے کچھ حالات، اور بیشک ان کے پاس جتنی چاہئے ان کے رسول نشانیاں کے راہ پر گمراہی کے لوگوں  
 بِهٖ اَلَّذِيْ بُدِ اِمْسِنَ قَبْلَ كَذٰلِكَ يَطِيعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الْكَافِرِيْنَ ﴿١١﴾ وَفَاِذَا جَاءَ  
 اس بات پر جس کو بھی نبی ہوا ہے۔ رسول مگر نہ تباہ ہوئے۔ کافروں کے دل پر اور ہلاکت

اَلَمْ يَهْدِ مِنْ غٰفِلِيْنَ وَاِنْ وَجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَافْسِقِيْنَ ﴿١٢﴾  
 ان کے اکثر لوگوں میں ہم نے گمراہ کیا، اور اکثر ان میں ہائے نافرمان

### خلاصہ تفسیر

آگے اس کی علت بتلائے ہیں کہ ان کو غلاب سے کبھی ڈرنا چاہئے، اور وہ علت ان کا کفر  
 سابقہ کے ساتھ جرم کفر میں شریک ہونا ہے (یعنی) اور ان کو روشنی نہیں دے دے دلوں کے بند ہو  
 لوگ اب، ان میں پرہیزگار کے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ ان کے کو یہ بات (یعنی نہیں  
 بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو بھی قتل کر سکتے ہیں) ان کے پرہیزگار کے، ان کے پرہیزگار کے، ان کے سبب ہلاکت  
 کروانے کیونکہ ہم سابقہ ان ہی جہان کے سبب ہلاکت کی گئیں، اور واقعی یہ واقعات تو ایسے ہی  
 ہیں کہ ان سے سبق لینا چاہئے تھا لیکن اصل یہ ہے کہ ہم ان کے دلوں پر بند لگاتے ہوئے ہیں  
 اس سے وہ حق بات کو دل سے سنتے بھی نہیں اور ماننا تو دیکھنا رہا پس اس بند لگانے سے  
 ان کی قنات بڑھ گئی کہ ایسے عیبت خیر واقعات سے بھی عبرت نہیں ہوتی اور اس بند لگانے کا  
 سبب ابھی کا ابتداء میں کفر کا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ طبع اللہ علیہا بکثرت دے آگے شاید رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنی کے لئے سارے مضمون مذکور کا خلاصہ ہے کہ ان مذکورہ باتوں کے کچھ  
 کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب باتوں میں رہنے والوں کے پاس ان کے نتیجہ  
 معجزات کے کرتے تھے (مگر ہم بھی دیکھیں ان کی خدا اور رب دھری کی یہ کیفیت تھی کہ جس چیز کو انہوں  
 نے اول و دہر، میں راکب یا کھوٹا کر دیا یہ بات نہ ہوتی کہ ہم اس کو ان لینے والے سے دل کے  
 سخت تھے، اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگاتے ہیں اور ان میں سے بعض لوگ  
 مصیبتوں میں ایمان لانے کا سہجہ کر لیتے تھے لیکن اکثر لوگوں میں ہم نے دلفسے عیبت و غیبت و  
 زوال مصیبت کے بعد پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے تھے، اور ہم نے اکثر لوگوں کو راہ و اور اسباب  
 رسل و اظہار معجزات و نزول نبیات و توفیق معادلات، بے حکم ہی پایا وہیں کفار ہمیشہ سے ایسے  
 ہی ہوتے رہے ہیں، آپس ہی غم نہ کیجئے،

### معارف و مسائل

آیات مذکورہ میں بھی کچھ قوتوں کے واقعات و حالات نشانہ کر رہے ہیں اور ہم یہ علم کر  
 بتلانا مقصود ہے کہ ان واقعات میں تمہارے لئے بڑا درس عبرت ہے کہ جن کاموں کی وجہ سے پچھلے  
 لوگوں پر اللہ کا غضب اور غلاب نازل ہوا ان کے پاس نہ بائیں اور جن کاموں کی وجہ سے فلاح



کے پیدا کرنے سے پہلے ان سب کی رحوں کو پیدا کر لیا گیا تھا جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا اکتس  
بڑھ چکے تھے یہاں پر وہ لوگ رہیں ، اس وقت تمام ارجح انسانی نے ان افراد اور عہد کے طور پر  
جواب دیا بتلی یعنی حضور آپ ہمارے رب ہیں ، دنیا میں اگر کوئی لوگ اس عہد میں کہ قبول  
خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق پرستی کی منت میں گرفتار ہو گئے اس سے اس آیت میں فرمایا کہ تم نشان  
میں سے اکثر لوگوں میں پھرتے رہنا ، یعنی عہد کی پاسداری اور ایفاء نہ پایا۔ کہیں  
اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ عہد سے مراد عہد ایمان ہے جیسے اگر تو ان کریم میں فلا  
الآدین اذنی عینک الذین عینک ، اس میں عہد سے عہد ایمان و طاعت مراد ہے ، تویت کا  
کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر نے ایمان و طاعت کا عہد میں سے باہر آنا تھا پھر  
اس کی خلاف ورزی کی ، عہد یا عہد سے مراد یہ ہے کہ عہد انسان جب کسی مصیبت میں مبتلا  
ہوتا ہے تو اس وقت کتنا ہی فاسق فاجر ہو اس کو بھی خدا ہی یاد آئے اور ان کو مل یازبان سے  
عہد کرتا ہے کہ اس مصیبت سے نجات مل گئی تو اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں لگ جائیں  
انسانی سے بچوں کا یہ کہ قرآن کریم میں بہت سے لوگوں کا یہ حال ذکر کیا گیا ہے ، لیکن جب ان  
کو نہایت ہوجاتی ہے اور آرام و راحت ملتی ہے تو پھر بڑی دہوش میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور اس  
عہد کو قبول جاتے ہیں۔

آیت مذکورہ میں لفظ اکثر سے اس کی طرف اشارہ بھی پایا جاتا ہے ، کیونکہ بہت سے  
لوگ تو ایسے شقی ہوتے ہیں کہ مصیبت کے وقت بھی انہیں خدا یاد نہیں آتا اور اس وقت بھی  
وہ ایمان و طاعت کا عہد نہیں کرتے تو ان سے بد عہد کی شکایت کے کوئی معنی نہیں ، اور  
بہت سے لوگ وہ بھی ہیں جو عہد کو پورا کرتے ہیں ، ایمان و طاعت کے حقوق ادا کرتے ہیں  
لیکن فرمایا و ما یذکرنا الا ذکرہ فہو غفیل غفیل یعنی ہم نے ان سے اکثر لوگوں میں ایسا عہد پایا  
اس کے بعد فرمایا و ان ذبحنا تا اکثرہم فہو غفیل غفیل یعنی ہم نے ان میں سے اکثر  
لوگوں کو طاعت و قربان و قربانی سے غافل پایا۔

یہاں تک پہنچے (نبی علیہم السلام اور ان کی قوموں کے باج و اقیات کا بیان کے  
موجودہ لوگوں کو ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لیے تین ہی بات فرمائی گئی ہیں۔  
اس کے بعد چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا ، جس  
میں واقعات کے ضمن میں منکلوں احکام و مسائل اور عبرت و نصیحت کے لیے اشارات و  
ہیں ، اور اس لیے قرآن کریم میں اس واقعہ کے احسن و بار بار دہرائے گئے ہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسٰی بِالْبَیِّنٰتِ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَکُلَّیْہِ ظَلُومًا  
پھر بھیجا ہم نے ان کے پھر موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس  
بہا ، فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ وَکَالَ مُوْسٰی  
ہیں کہ کیا انہوں نے ان کے عذاب میں ، سو دیکھ کیا انجام ہوا مفسدوں کا ، اور کہا موسیٰ نے  
یَفِرْعَوْنَ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ حَقِیْقٌ عَلٰی اَنْ لَا  
اے فرعون میں رسول ہوں پروردگار عالم کا ، قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں  
اَقُوْلُ عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ مَقَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنٰتٍ مِّنْ رَبِّکُمْ فَاَنْزِلْ  
اللہ کی طرف سے حجت جو حق ہے ، لایا ہوں تمہارے پاس نشانیاں تمہارے رب کی موبہ  
مَیْمٰنِیْ بَنٰی اِسْرَءٰیْلَ فَقَالَ اِنْ کُنْتَ جِئْتَ بِآیٰتٍ فَاْتِ بِہَا  
میرے سامنے اسرائیل کو ، بولا اگر تو آیا ہے کوئی نشانی لے کر تو لا اس کو  
اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۚ فَاَلْقٰی عَصَاہُ فَاِذَا هِیَ تَعْبَآءٌ  
اگر تو سچا ہے ، تب ڈال دیا اس نے اپنا عصا تو اسی وقت ہو گیا اڑوسا  
مُشِیْمٌ ۚ وَتَرٰعَیْکَ فَاِذَا هِیَ بَیضَآءٌ لِّلنَّظْرِ ۚ فَقَالَ اَلَمْ لَا  
مرسخ ، اور اچھلا اپنا ہاتھ تو اسی وقت وہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو ، بولے سردار  
مِنْ قَوْمٍ یَّرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَکُھُ وَعِلْمٌ ۚ وَلَا یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ  
فرعون کی قوم کے ہے تو کوئی بڑا واقعت جادوگر ہے ، نکالنا چاہتا ہے تم کو تمہارے  
اَمْ رَضِیْکُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝

۱۱

ملک سے ، اب تمہاری کیا صلاح ہے ۔

### خلاصہ تفسیر

پھر ان (مذکورہ نبیوں) کے بعد ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دلائل  
(یعنی معجزات) دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس (ان کی ہدایت و توبہ کے لئے)  
بھیجا سو جب موسیٰ علیہ السلام نے وہ دلائل ظاہر کئے تو ، ان لوگوں نے ان (معجزات) کا  
باطل حق ادا نہ کیا ، کیونکہ ان کا حق اور متعاضد یہ تھا کہ ایمان لے آئے ، سو دیکھ ان مفسدوں  
کا کیا کرنا ، انجام ہوا (جیسا اور حکمران کا عاقبت اور ہلاکت ہونا مذکور ہے۔ یہ تو تمام قصہ کا اجمال



تھا آگے تفصیل ہے یعنی، اور موسیٰ علیہ السلام) نے فرعون کے پاس بیکو اپنی جا کر فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے، پیغمبر (مقرر ہوا) ہوں اور جو تم کو کاذب بتلائے اس کی غلطی ہے کیونکہ میرے لئے یہ نشان ہے کہ جو سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں (اور میں رسالت کا خدائی دعویٰ ہی نہیں کرتا بلکہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل (یعنی معجزہ) بھی لایا ہوں (جو طلب کے وقت دکھلا سکتا ہوں) سو جب میں رسول بنج الدلیل ہوں تو میں یوں کہوں اس کی اطاعت کر چنانچہ جملہ ان امور کے ایک یہ کہتا ہوں کہ تو بنی اسرائیل کو (اپنی بھکاری سے خلاصی دے کر) میرے ساتھ ملک شام کو جو ان کا اصلی وطن ہے) بھیج دے فرعون نے کہا اگر آپ (من جانب اللہ) کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے اگر آپ (اس دعویٰ میں) سچے ہیں، میں آپ کے (قرآن، اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیا سو دفعہ وہ صاف ایک اڑھان بن گیا (جس کے اڑھان ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا تھا) اور دوسرا معجزہ یہ ظاہر کیا کہ اپنا ہاتھ (گرمیوں کے اندر بغل میں دبا کر) باہر نکال لیا سو وہ بھلا یک سب دیکھنے والوں کے درپردہ بہت ہی چمکا ہوا ہو گیا کہ اس کو بھی سب نے دیکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو یہ معجزات عظیم ظاہر ہوئے تو فرعون نے اہل دربار سے کہا کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم لوگوں پر غالب آکر یہاں کا رئیس ہو جائے اور تم کو یہاں آباد نہ رہنے دے سو اس بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے چنانچہ سورۃ شعرا میں یہ قول فرعون کا منقول ہے اس کو سن کر جیسا کہ مصاحبین سلاطین کی عادت ان کی ہاں میں ہاں ملانے کی ہوتی ہے فرعون کے قول کی تصدیق و موافقت کے لئے، قوم فرعون میں جو سردار (اور اہل دربار) لوگ تھے انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا کہ واقعی دوسرا ہمارے بادشاہ کہتے ہیں کہ یہ شخص بڑا مہر جادوگر ہے (ضرور) یہ (ہی) چاہتا ہے کہ (اپنے جادو کے زور سے خود بنی اسرائیل کے رئیس ہو جائے اور) تم کو (جو اس کے کہ بنی اسرائیل کی نظر میں غار ہو) تمہاری (اس) سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ (جیسا کہ بادشاہ دریافت کر رہے ہیں) کیا مشورہ دیتے ہو۔

### معارف و مسائل

اس سورت میں جتنے قصص اور واقعات انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے ذکر کئے گئے ہیں یہ ان میں سے چھٹا قصہ ہے، اس کو زیادہ تشریح و تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا

سب سے پہلی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و نسبت دوسرے انبیاء سابقین کے تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور قوت ظہور میں بھی۔ اسی طرح اس کے مقابل ان کی قوت بنی اسرائیل کی بہالت اور مٹ دھری بھی پچھل امتوں کے مقابل میں زیادہ اشد ہے، اور یہی ہے کہ اس قصہ کے ضمن میں بہت سے معارف و مسائل اور احکام بھی آئے ہیں۔

پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کے بعد یعنی نوح اور ہود اور صالح اور لوط اور شعیب علیہم السلام کے یا ان کی قوموں کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات دے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ آیات سے مراد قوتات کی آیات ہیں جو سکتی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ اور فرعون اس زمانہ میں ہر بادشاہ مصر کا لقب ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کا نام قانون بیان کیا جاتا ہے (قریبی)

فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا لَآكِي شَيْخٍ وَذَاتِ كِبَرٍ طرہ واضح ہے، معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں نے ہماری آیات پر غلم کیا، اور آیات الہیہ پر غلم کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے آیات الہیہ کی قدر نہ پہچانی، ان پر شک کے بجائے ناشکری و انکار کے بجائے انکار، ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا کیونکہ غلم کے اصلی معنی ہی یہ ہیں کہ کسی چیز کو اس کے محل اور موقع کے خلاف استعمال کرنا۔

پھر فرمایا فَافْهَمُوا كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ، یعنی دیکھو تو سہی کہ میرا ان نساؤ گنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ مراد یہ ہے کہ ان کے حالات اور انجام بد پر غور کرو اور عبرت حاصل کرو۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں، میرے حال اور منصب نبوت کا تقاضا یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات بھیجے جس کے منسوب نہ کروں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو جو پیغام حق تعالیٰ کی طرف سے دینے جاتے ہیں وہ ان کے پاس خدائی امانت ہوتے ہیں، اس میں اپنی طرف سے کوئی چیز کرنا خیانت ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام خدائی امانت اور ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ تم لوگوں کو میری بات پر اس لئے یقین کرنا چاہیے کہ میری چھائی تم سب کے سامنے ہے، میں نے کبھی نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ بول سکتا ہوں، اس کے علاوہ فَذَرِكُنَّهُمْ يَبْتَغُونَ قَرِيبًا مِّنْ قَرِيبٍ لِّئَلَّا يُذِلَّ مَعِيَ بَنِي إِسْرَءِيلَ، یعنی صرف یہی بات نہیں کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا بلکہ میرے دعوے پر دلیل میرے معجزات بھی ہیں۔ اس لئے ان سب چیزوں کا تقاضا یہ ہے کہ آپ میری بات سنیں اور مانیں، یہی





انبیاء علیہم السلام کے کہ طہارت و نظافت ان کی طبیعت ثانیہ ہوتی ہے، اور یہ بھی کھانا ہواؤں میں جانب اللہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ کسی کا جادو و سحر بھی نہیں۔

اور اہل بصیرت تو اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ جادو سے جو چیزیں ظاہر کی جاتی ہیں وہ سب دائرہ اسباب طبعیہ کے اندر ہوتی ہیں، فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اسباب عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتے، بلکہ مخفی اسباب ہوتے ہیں، اس لئے وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ یہ کام ہنر کی ظاہری سبب کے ہو گیا، بخلاف معجزہ کے کہ اس میں اسباب طبعیہ کا مطلق کوئی دخل نہیں ہوتا، وہ براہ راست قدرت حق کا فعل ہوتا ہے، اسی لئے قرآن کریم میں اس کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، وَلَکِنَّ اللّٰهَ وَحْدَہٗ۔

اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ اور سحر کی حقیقتیں بالکل مختلف اور متضاد ہیں، حقیقت شناس کے لئے تو کوئی التباس کی وجہ ہی نہیں، عوام کو التباس ہو سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس التباس کو دور کرنے کے لئے بھی ایسے امتیازات رکھ دیئے ہیں کہ جس کی وجہ سے لوگ دھوکے سے بچ جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قوم فرعون نے بھی موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو اپنے جادوگوں کے افعال سے کچھ ممتاز و مختلف پایا، اس لئے اس پر مجبور ہوئے کہ یہ کہیں کہ یہ بڑا ماہر جادوگر ہے کہ عام جادو گراں جیسے کاموں کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔

یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ حَکْمَہٗ فَاِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاَتَّبِعُوْنِہٗ ؕ یَدْعُکُمْ بِرَہْمٰہِمْ یَاۤہِیَآءَہٗ ؕ اِنَّہٗ لَکُم مِّنْہُمْ شُرَکَآءٌ ؕ فَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ یعنی یہ ماہر جادوگر یہ جانتا ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے نکل دے، تو اب بتلا دو کہ تمہاری کیا دانتے ہے؟ کیا مشورہ دیتے ہو؟

قَالُوْۤا اٰرْجٰہٗ وَاَخَاہٗ وَاَسْرٰیۤہٗ فِی الْمَدَیْنِیْنِ حَبِیْرٰتَیْنِ ۝۱۲۲ بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بیچ پرگڑوں میں جمع کر کے والوں کو

یٰۤاٰتُوْکَ بِکُنْیٰ نَحْرِہٖ عَلَیْکُمْ ۝۱۲۳ وَجَآءُ الشَّکْرِ فَرَعَوْنَ قَالُوْۤا

کہیں کہ راہیں میرے پاس جو ہو گا اہل جادوگر اور آئے جادوگر فرعون کے پاس، بولے

اِنَّ لَنَا لَآجَدًا اِنْ لَّنَا نَحْنُ الْعٰلِیْنَ ۝۱۲۴ قَالَ لَعَنَ وَاَلَعَمْرٰۤی

ہمارے لئے کچھ مذہوری ہے اگر ہم غالب ہوئے، بولا ہاں اور بیچ تم

لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۝۱۲۵ قَالُوْۤا مُوسٰی اِمَّا اَنْ تُلْقٰی وَاِمَّا اَنْ

مغرب ہو جاؤ گے بولے اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا ہم

تَكُوْنُ نَحْنُ الْمَلِیْقِیْنَ ۝۱۲۶ قَالَ اَلْقُوْۤا فَلَکُمَا اَلْقَا سَحْرًا

ڈالتے ہیں، کہہ ڈالو پھر حجب انہوں نے ڈالا، پاندھ دیا رنگوں کی

اَعٰیۡنَ النَّاسِ وَاَسْتَرْہُوْهُمۡ وَجَآءُ دُرِّیۡنِ عَظِیْمَیۡنِ ۝۱۲۷

آنکھوں کو اور ان کو ڈرا دیا اور لائے بڑا جادو، اور ہم نے

اَوْحٰیۡنَا اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ ۝۱۲۸ فَادَّٰخٰی سَحَابٌ مِّنْ

حکم بھیجا موسیٰ کو کہ ڈال دے اپنا عصا سو وہ جیسے لگا کھٹکے جو سانگ

یٰۤاٰفٰکُوْنُ ۝۱۲۹ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْۤا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۰ نَعْلَمُوْۤا

انہوں نے بنایا تھا، پس ظاہر ہو گیا حق اور غلط ہو گیا جو کچھ انہوں نے کیا تھا، پس ہار گئے

ہُنَالِکَ وَانْقَلَبُوْۤا صٰغِرِیۡنَ ۝۱۳۱ وَاللّٰی الشَّکْرَۃُ لٰیجِدُنَّ ۝۱۳۲

اس جگہ اور لوٹ گئے ذلیل ہو کر، اور اگر پڑے جادوگر سب جاہل ہیں،

قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیۡنَ ۝۱۳۳ رَبِّیۡ مُوسٰی وَہٰرُوْنُ ۝۱۳۴

بولے ہم ایمان لائے ہمارے دو گار عالم پر، جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔

خلاصہ تفسیر

غرض مشورہ طے کر کر کے انہوں نے (فرعون سے) کہا کہ آپ ان (موسیٰ علیہ السلام)

کو اے اللہ جانے کی محبت دیجئے اور اپنی سزا ظفر لگے، شہواں میں دگر آدوں کو یعنی اپنے اسیروں کو

رکھ لٹائے دے کر (بیچ دیجئے) کروہ (سب شہروں سے) سب ماہر جادوگوں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لاکر حاضر کر دیں اپنا پیادہ ایسی انتظام کیا گیا، اور وہ جادوگر فرعون کے پاس

حاضر ہوئے (اور) کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام پر) غالب آئے تو (کیا) ہم کو کوئی

بڑا اصل (اور انعام) ملے گا، فرعون نے کہا کہ ہاں (انعام جیسی بڑا ملے گا) اور دمنہ بڑا اس

یہ ہو گا کہ تم (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے (غرض موسیٰ علیہ السلام کو فرعون

کی جانب سے اس کی اطلاع دی گئی اور مقابلہ کے لئے تاریخ معین ہوئی اور تاریخ پر سب

ایک میدان میں جمع ہوئے اس وقت ان ساتوروں نے (موسیٰ علیہ السلام سے) عرض کیا

کہ اے موسیٰ (ہم آپ کو اختیار دیتے ہیں) خواہ آپ (اول اپنا عصا میدان میں) ڈالتے

(جس کو آپ اپنا معجزہ بتلاتے ہیں) اور یا (آپ کہیں تو) ہم جی (اپنی رسیاں اور لٹائیاں

میدان میں) ڈالیں، موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم ہی (پہلے) ڈالو جب انہوں نے

راہی رسیوں اور لاشیوں کو، قالا تو جادو سے دیکھنے والے، لوگوں کی نظر بندی کر دی جس سے وہ لاشیاں اور رسیاں سانپ کی شکل میں لہرائی نظر آنے لگیں، اور ان پر بحیث غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا اور (اس وقت) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کے ذریعہ سے، حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے (جیسا ڈال کر تھے ہیں) سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے (اڈھان کر) ان کے سارے بے بنائے کھیل کو ٹھٹھا شروع کیا پس (اس وقت) حق (کا حق ہونا) ظاہر ہو گیا اور انہوں نے (یعنی ساحروں نے) جو کچھ بنایا و نایا، خاصا بھٹا ہوا دیکھا پس وہ لوگ (یعنی فرعون اور اس کی قوم) اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے (اور اپنا سامنے کر رہ گئے، اور وہ جو ساحر تھے وہ تجھ میں گر گئے، اور بچار بچار گئے) کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا بھی ربا ہے۔

## معارف و مسائل

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقیہ قصہ مذکور ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کھلا مجھڑ دیکھا کہ لاشی کا سانپ بن گیا اور پھر جب اس کو ماتھے میں پیکھا تو پھر لاشی بن گئی اور بدھتہ کو گریبان میں ڈال کر نکالا تو چپکنے لگا، اس آیت قدرت کا نقلی تقاضا یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتا مگر عیسائیں اہل باطل کا عام طرز ہے کہ حق پر پروہ ڈالنے اور مکونے کے لئے صحیح چیز کو غلط عنوان دیا کرتے ہیں، فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں نے بھی لوگوں سے یہی کہا کہ اگر بڑے ماہر جادو گر ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے ملک پر قبضہ کر کے تمہیں نکال دیں تو اب تم بتلاؤ کہ کرنا چاہتے؟

قوم فرعون نے یہ سن کر جواب دیا اَوْفِیْہٖ وَاَخْبَاہٖ وَاَمْرٌ لِّی الْفَلَاکِیْنَ خَیْرِیْنَ یَا اَوْفِیْہٖ وَخَیْرِیْنَ خَیْرِیْنَ، اس میں لفظ اَوْفِیْہٖ بار بار ہے، معنی ہے جس کے معنی ذلیل دینے اور امید دلانے کے آتے ہیں اور خَیْرِیْنَ، مَدِیْنَتِہٖ کی معنی ہے جو ہر بڑے شہر کے لئے بولا جاتا ہے، خَیْرِیْنَ، خَیْرِیْنَ کی معنی ہے جس کے معنی ہیں اٹھانے اور چمک کرنے والا، مواد اس سے سپاہی ہیں جو اطراف ملک سے جادو گروں کو جمع کر کے لائیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ قوم کے لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ اگر یہ جادو گر ہے اور جادو کے ذریعہ ہمارا ملک فتح کرنا چاہتا ہے تو اس کا مقابلہ ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں، ہمارے ملک میں بڑے بڑے ماہر جادو گر ہیں اس کو اپنے جادو سے شکست دے دیں گے، کچھ سپاہی ملک کے

اطراف میں بھیج دیجئے جو ہر شہر کے جادو گروں کو بلا لائیں۔

دوسرے قسمی کہ اس زمانہ میں جادو گر کا رواج عام تھا اور عام لوگوں پر جادو گروں کا اقتدار تھا اور شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور یہ قضیہ، کامچرہ اسی لئے عطا فرمایا کہ جادو گروں سے مقابلہ ہو اور مجھڑ کے مقابلہ میں جادو کی رسوائی سب لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم عادت بھی تھی ہے کہ ہر زمانہ کے پیغمبر کو اس زمانہ کے مناسب معجزات عطا فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حکمت یونانی اور طب یونانی اپنے عروج پر تھے تو ان کو مجھڑ یہ دیا گیا کہ مادرزاد آنکھوں کو پختہ بنائیں اور جذباتی کوڑھیوں کو تندرست کر دیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عرب کا سب سے بڑا کمال فصاحت و بلاغت تھا تو آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مجھڑہ قرآن بنایا گیا جس کے مقابلہ سے سارا عرب و عجم عاجز ہو گیا۔

وَجَاءَ الْمَغْرِبِیْنَ قَالُوا اِنَّ لَکُمْ اٰیٰتًا اِنْ کُنْتُمْ عَلَی الْغٰیْبِیْنَ، یعنی لوگوں کے مشورہ کے مطابق ملک بھر سے جادو گروں کے جمع کرنے کا انتظام کیا گیا، اور یہ جادو گر فرعون کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آگئے تو ہمیں اس کی کچھ اجرت اور انعام بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا کہ ہاں اجرت، میں نے کی اور اس پر مزید یہ انعام ہوگا کہ تم سب ہمارے مشغولین میں داخل ہو جاؤ گے۔

یہ جادو گر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے ملک بھر سے جمع کئے گئے تھے، ان کی تعداد میں تاریخی روایات مختلف ہیں۔ تو سب سے کم تین لاکھ تک کی روایات ہیں۔ ان کے ساتھ لاشیوں اور رسیوں کا ایک انبار تھا جو تین سو اڈھائی پر لا کر لایا گیا تھا (فرعونی جادو گروں نے آئے یہی پہلی بات سودا بازی کی شروع کی کہ ہم مقابلہ کریں اور غالب آجائیں تو ہمیں کیا ملے گا، دوسری بھی کہ اہل باطل کے سامنے ہر وقت دنیا کے فوائد ہر قسمیں اس لئے کوئی بھی کام کرنے سے پہلے معاوضہ اور اجرت کا سوال سامنے کرتا ہے، بخلاف انبیاء علیہم السلام اور ان کے نامیہ کے کہ وہ ہر قدم پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ وَفَاٰ اَشْکٰکُمْ عَلٰیکُمْ مِّنْ اَنْفِ اَخِیْرِیْ اَوْ اَخِیْرِیْ اَوْ اَخِیْرِیْ اَوْ اَخِیْرِیْ، یعنی ہم جو پیغام حق تمہارے فائدہ کے لئے تمہیں پہنچا رہے ہیں اس پر تم کسی معاوضہ کے مطالبہ نہیں، بلکہ ہمارا معاوضہ صرف رب العالمین نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ فرعون نے ان کو بتلایا کہ تم لوگ اجرت چاہتے ہو، ہم اجرت بھی دیں گے اور اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ تمہیں شاہی دربار کا مقرب بنائیں گے۔

فرعون نے یہ گفتگو کرنے کے بعد ساجروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کی

بلکہ اور وقت کا قید کر لیا۔ چنانچہ ایک کھلمیہ بیان اور عی کے دن انتخاب بلند ہونے کے بعد کا وقت اس کام کے لئے تجویز ہوا جس کا قرآن کی دوسری آیات میں ہے، **قَالَ تَجِدُنِي فِي سَبِيلِ الْبِرِّ يَوْمَ تَوَدُّ أَنْ تَرْجِعَ عَنْ مِثْلِ آبَائِكَ فَأَجْبِبْ لَهُمْ سُبُلَ مِثْلِ مَا سَلَكَ آبَاؤُهُمْ وَمَا تَدْرِي مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ**

بعض روایات میں ہے کہ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساروں کے سردار سے گفتگو فرمائی کہ اگر میں تم پر غالب آگیا تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟ اُس نے کہا کہ ہمارے پاس ایسے جادو ہیں کہ ان پر کوئی غالب آہی نہیں سکتا۔ اس لئے ہمارے غلبہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا، اور اگر بالفرض تم غالب آگئے تو ہم علی الاعلان فرعون کی فسطول کے سامنے تم پر ایمان لے آئیں گے۔ (ظہری و قرطبی)

**قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّ خُشُوعَ لِقَائِهِمْ ذُرِّيَّتُكَ إِنَّكَ كَادِرٌ عَلَيْهِمْ**۔ لافوائے کہہ دینے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ جب میدان مقابلہ میں پہنچے تو جادو گروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یا تو آپ پہلے واپس یا ہم پہلے ڈالنے والوں میں سے ہوجائیں۔ جادو گروں کا یہ کہنا اپنی بے فکری اور بڑائی جتانے کے لئے تھا کہ میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اپنی ہماری طرف سے ہوا کیونکہ ہم ہر حالت میں اپنے فرما میں اطمینان رکھتے ہیں۔ ان کے انداز بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ جانتے تو یہی تھے کہ پہلے داران کا ہونا اور پھر اظہارِ قوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ پہلے آپ کرنا چاہتے ہو یا ہم کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے غصہ کو محسوس کر کے اپنے معجزہ پر مکمل اطمینان ہونے کے سبب پہلا موقع ان کو دے دیا اور فرمایا **اَلَمْ يَأْتِ الْفُلُوكَ لِيُنْفِثْ فِيهَا**۔ یعنی تم ہی پہلے ڈالو۔

اور اب ان کثرت سے فرمایا کہ جادو گروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ادب و احترام کا معاملہ کیا کہ پہلا موقع ان کو دینے کی پیش کش کی، اُسی کا یہ اصرار تھا کہ ان کو ایمان کی توفیق ہو گئی۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ اول تو جادو خود ہی ایک نرم فعل ہے، پھر جب کہ وہ کسی بزرگ شجست و دینے کے لئے استعمال کیا جائے تو بلاشبہ کتبہ بہرہ موسیٰ علیہ السلام نے کیسے ان لوگوں کو اس کی اجازت دینے کے لئے فرمایا **اَلَمْ يَأْتِ الْفُلُوكَ لِيُنْفِثْ فِيهَا**۔ لیکن حقیقت یہ حال پر غور کرنے سے یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ خود یہاں تو یقین تھا کہ یہ لوگ اپنا سحر غالب پر ضرور پیش کریں گے، گفتگو صرف پہلے اور پھر کے تھی، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اولوالعزمی کا ثبوت دینے کے لئے ان کو ہی موقعہ سلطانہ فرمایا، اس کے علاوہ اس میں ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ پہلے جادو گر اپنی ان ٹھوں اور رسیوں کے ساتھ پناہیں تو پھر عسا

موسیٰ کا معجزہ، صرف یہی نہیں کہ وہ بھی سانپ بن جائے بلکہ اس طرح ظاہر ہو کہ وہ جادو کے سارے سائیلوں کو بھگ بھی جاتے تاکہ جادو گر کی کھلی شکست پہلے ہی وقت پر سامنے آجائے (بیان القرآن)

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ان کو جادو گر کرنے کی اجازت کے لئے نہیں بلکہ ان کی رسولی کو واضح کرنے کے لئے تھا کہ اچھا تم ڈال کر دیکھو کہ تمہارے جادو کا کیا انجام ہوتا ہے۔

**فَتَسَاءَلُوا أَهْلَ الْأَنْبِيَاءِ عَنِ الْفُلُوكِ وَأَمَّا رَبُّكَ بِمُحَمَّدٍ وَجَّاهٌ فَمَنْ يَنْصُرُكَ**، یعنی جب جادو گروں نے اپنی اٹھیاں اور رسیاں ڈالیں تو لوگوں کی نظر بند کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور بڑا جادو دکھلایا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا جادو ایک قسم کی نظر بندی اور تجذیل تھی جس سے دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ یہ اٹھیاں اور رسیاں سانپ بن کر دوڑ رہے ہیں حالانکہ وہ واقع میں اسی طرح اٹھیاں اور رسیاں ہی تھیں، سانپ نہیں بنے تھے۔ یہ ایک قسم کا مسمریزم تھا جس کا اثر انسانی خیال اور فطرت کو مغلوب کر دیتا ہے۔

لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سحر صرف اسی قسم میں منحصر ہے سحر کے ذریعہ انقلابِ ماہیت نہیں ہوسکتا کیونکہ کوئی شرعی یا عقلی دلیل اس کی نفی پر قائم نہیں ہے بلکہ سحر کی مختلف اقسام واقعات سے ثابت ہیں۔ کہیں تو صرف ہاتھ کا چالاک ہوتی ہے جس کے ذریعہ دیکھنے والوں کو مغالطہ لگ جاتا ہے، کہیں صرف تجذیل اور نظر بندی ہوتی ہے جیسے مسمریزم ہے۔ اور اگر کہیں قلبِ ماہیت بھی ہو جائے ہو کہ انسان کا بہتر بن جائے تو یہ بھی کسی شرعی یا عقلی دلیل کے خلاف نہیں۔

**وَأَمَّا رَبُّكَ بِمُحَمَّدٍ وَجَّاهٌ فَمَنْ يَنْصُرُكَ**۔ یعنی ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنا حصہ ڈال دو، وہ زمین پر گرے ہی سب سے بڑا سانپ بن کر ان تمام سائیلوں کو کھنٹنے لگا جو جادو گروں نے جادو سے ظاہر کئے تھے۔

تاریخی روایات میں ہے کہ ہزاروں جادو گروں کی ہزاروں اٹھیاں اور رسیاں جب سانپ بن کر دوڑنے لگیں تو سارا میدان سائیلوں سے بھر گیا اور ایک عجیب ہیبت سارے مجمع پر مسلط ہو گئی تھی، لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اٹھنی ایک ریسے ڈھسائی صورت میں سامنے آئی تو ان سب سائیلوں کو بھگ کر ختم کر دیا۔

**فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ**، یعنی حق ظاہر ہوا اور جو کچھ وہ دن



ہوا اور ساری زبانوں نے آئے اور جنت اور دوزخ بھی آپ کے ماتحت ہو گئے اس وقت اچھے  
 بھولے کے سرداروں نے (جو کہ اچانک سلطنت تھے یہ دیکھ کر کہہ بیٹھے آدمی مسلمان ہو چلے  
 فوجوں سے کہا کہ کیا آپ موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی قوم (مومنین) کو یوں ہی واقعی  
 باطنیہ و مطلق العنان آزاد، رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرنے پھریں (فساد یہ کہ اپنا  
 جمیع بیعتیں جس کے اخیر میں اندیشہ بغاوت ہے، اور وہ دینی موسیٰ علیہ السلام) آپ  
 کو اور آپ کے (جو بڑے بڑے ہوئے) مہموروں کو ترک کے دیں (یعنی ان کے مہمور ہونے کے  
 منکر ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم میں ایسا ہی کرے یہی آپ اس کا نظام  
 کہیں، فوجوں نے کہا کہ (مروست یہ انتظام مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی ان لوگوں کے  
 بیٹوں کو قتل کرنا شروع کریں تاکہ ان کا دودھ نہ پھٹے یا نہ) اور (جو کچھ عورتوں کے بچے  
 سے کوئی اندیشہ نہیں فہم کر لیتے) کار و خدمت کے لئے بھی ضرورت ہے اس لئے انھوں نے  
 کو زندہ دیتے دیں اور ہم کو ہر طرح کا نفع پروردہ اس انتظام کوئی دشواری نہ ہوگی

## معارف و مسائل

ان سے پہلی آیات میں مذکور تھا کہ فوجوں نے اپنی قوم کے سرداروں کے مشورہ سے  
 موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جن سامروں کو بوجہ ملک سے بھیج کیا تھا وہ میدان  
 مقابلہ میں ہار گئے۔ اور صرف وہی نہیں کہ اپنی ہار مان لی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پراپنی  
 لئے آئے۔

تاویلی روایات میں ہے کہ جاہلوگروں کے سردار مسلمان ہو گئے تو ان کو دیکھ کر قریظہ  
 کے چہرہ لکھ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور سلطان کرویا۔

اس مقابلہ اور مناظرہ سے پہلے تو صرف وہ حضرات موسیٰ اور ہادون علیہما السلام فوجوں  
 کے مخالف تھے۔ اس وقت سب سے بڑے جاہلوں پر قوم میں اقتدار کے مالک تھے اور ان  
 کے ساتھ چھ لاکھ عوام مسلمان ہو کر ایک بہت بڑی طاقت متعارف ہو گئی۔

اس وقت فوجوں کی پریشانی اور پریشانی کی یہ تھی مگر اس نے اس کو چھپا کر ایک چالاک  
 ہوشیار سیاست دان کے انداز میں پہلے تو جاہلوں کو برے یا بغاوت پر آمادہ کیا کہ تم نے حضرت موسیٰ  
 علیہ السلام کے ساتھ بغیر سازش کر کے یہ کام اپنے ملک و ملت کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا ہے  
 إِنَّ هَذَا لَمَكْرٌ مِّنْكُمْ لَعَنَؤُاْ فِي الْآخِرَةِ فَمَن تَصْبِرُونَّ یعنی یہ ایک سازش ہے جو تم نے میدانِ مقابلہ میں  
 آئے سے پہلے شہر کے اندر آپس میں کر رکھی تھی۔ اور پھر جاہلوں کو خطاب کر کے کہا کہ تم نے یہ

فَبَشِّرْهُنَّ أَفْنَ لَّكُنَّ یعنی کیا تم نے میری اجازت سے پہلے ہی ایمان قبول کر لیا۔ یہ استغفار  
 انھاری بطور زجر و تنبیہ کے تھا۔ اور اپنی اجازت سے پہلے ایمان لانے کا ذکر کر کے لوگوں کو  
 یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ ہم خود بھی یہی چاہتے تھے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کا حق پر ہوتا  
 واضح ہو جائے تو ہم بھی ان کو مانیں اور لوگوں کو بھی اجازت دی کہ وہ مسلمان ہو جائیں لیکن  
 تم لوگوں نے جلد بازی کی اور حقیقت کو سوچے بغیر ایک سازش کے شکار ہو گئے۔

اس چالاک سے ایک طرف تو لوگوں کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے مجبور اور جاہلوں  
 کی تسلیم کو ایک سازش قرار دے کر ان کو تدمیر گراہی میں مبتلا رکھنے کا انتظام کیا اور دوسری  
 طرف سیاسی چالاک یہی کہ موسیٰ علیہ السلام کا کل اور جاہلوں کا اسلام ہونا انھیں فوجوں کی  
 گراہی کو کمزور کرنے کے لئے تھا، قوم اور عوام سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا اس کو ایک منظم گراہی  
 مستعملانے کے لئے تھا، یہی چالاک تھا کہ اپنی قوم لوگوں نے یہ سازش اس لئے کی  
 ہے کہ تم چاہتے ہو کہ حاکم مصر یہ تم غالب آجائے اور اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو،  
 ان چالاکوں کے بعد ان سب پر اپنی ہیبت اور حکومت کا رعب و خوف جمانے کے لئے  
 جاہلوں کو دھمکیاں دینی شروع کیں۔ اولیٰ تو ہم انعام میں کہا، فَتَنَّاوُاْ تَعْبُدُونَّ یعنی تم  
 ابھی دیکھ لو گے کہ تمہاری اس سازش کا کیا انجام ہوتا ہے، اس کے بعد اس کو دافع کر کے  
 بتلایا، لَا تَقْصُصُواْ آيَةَ الْبُكْرَةِ وَآيَةَ الْاُخْرٰی عَلٰی جُنُودِكُمْ لَعَنَؤُاْ مَن يَّصِفُكُمْ عَلَيْهَا اِنَّهُمْ لَمِنَ الْاَلْبٰسِ  
 یعنی میں تم سب کے ہاتھ پر مختلف جانبوں کے کاٹ کر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا مختلف  
 جانبوں سے کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ دایاں ہاتھ اور بایاں چہرے سے دونوں جانبیں زخمی اور  
 بد ہیبت اور دیکار ہو جائیں۔

فوجوں نے اس بد حال پر قابو پانے اور اپنے دہراہوں اور عوام کو قابو میں رکھنے کی کافی تدبیر  
 کر لی تھی اور اس کی ظاہر اس کی سزائیں پہلے سے منظر ہر دہراہوں کو گورنر ہندام کو دینے کے لئے  
 کاٹی تھیں۔

لیکن اس قسم و زمان ایک ایسی زبردست قوت ہے کہ بوجہ وہ کسی دلی گھر کی تھی ہے تو پھر  
 انسان ساری دنیا اور اس کے سر و سامنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔  
 یہ جاہلوں کو جواب ہے چند گھنٹے پہلے فوجوں کو کہنا خدا سامنے اور اسی گراہی کی فوجوں کو  
 کہیں کرے تھے، چند منٹ میں کھڑے اسلام پڑھتے ہیں ان میں کیا بڑا عجز ہو گئی تھی کہ وہ فوجوں کی  
 ساری دھمکیوں کے بواب میں کھڑے ہیں۔  
 إِنَّ آيَةَ الْغَنَاقِ لَمُخْصِيَةٌ لَّيْسَ اِنَّكُمْ تَقْتُلُوْنَ، یعنی اگر تو تمہیں قتل کر دے گا تو خدا اللہ نہیں، ہم اپنے رب کے پاس



کی جو ہماری خدمت گار باندیاں ہیں گی۔ اور ہم تو ان سب پر بڑی قدرت رکھتے ہیں جو چاہیں کر دیں یہ تمہارا گھر نہیں بنا سکتے۔

علاء دھری نے فرمایا کہ قوم کے اس طرح جھنجھوڑنے پر میں فرعون نے یہ تو کہا کہ ہم بنی اسرائیل کے لوگوں کو کشتی کر دیں گے، لیکن حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے پاس میں اس وقت بھی اس کی زبان پر کوئی بات نہ آئی۔ وہ یہ ہے کہ اس مجازہ اور واقعہ نے فرعون کے قلب و دماغ پر حقیقت موسیٰ علیہ السلام کی سخت ہیبت بھڑادی تھی۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ فرعون کا یہ حال ہو گیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا تو پیشاب خطا ہو جاتا تھا، اور یہ بالکل صحیح ہے، ہیبت حق کا یہی حال ہوتا ہے۔

ہیبت حق است این الخلق نیست

اور مولانا روٹی نے فرمایا ہے  
ہر کر ترمید از حق و تقوی گوید  
ترسد از دوسے جن دانش و ہر کوید  
یعنی ہوا اللہ سے ڈرتا ہے ساری مخلوق اس سے ڈرنے لگتی ہے۔

اس جگہ قوم فرعون نے جو یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام آپ کو اور آپ کے معبودوں کو پتھر مار کر فساد کرتے پھر یہاں سے اسے مظلوم ہوا کہ فرعون اگرچہ اپنی قوم کے سامنے خود خدا کی دعویٰ دیتا رہا اور انکار کرتے کہ خدا تعالیٰ کی کتاب تھا، لیکن خود جن کو بوجہ پاٹا ہی کیا کرتا تھا۔

اور بنی اسرائیل کو کہہ کر کہنے کے لئے یہ ظالمانہ قانون کہ ہواڑ کا پیدا ہوا سے قتل کر دیا جائے یہ اب دوسری مرتبہ نافذ کیا گیا، اس کا پہلا تجربہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عید الفصح سے پہلے ہو چکا تھا، جس کے نام بولے کا مشابہہ ہے اس وقت تک کہ گروا تھا، مگر جب اللہ تعالیٰ کی قوم کو رسوا کرنا چاہتے ہیں اس کی تدبیر یہ ایسی ہی ہر جایا کرتی ہیں ہوا تمام کار ان کے لئے تیار کیا سامان کر دیتی ہیں، پھر اپنے آگے معلوم ہوگا کہ فرعون کا یہ ظلم و جبر آخر کار اس کو اور اس کی قوم کو کھلے ڈوبا۔

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا اِنَّ

موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے مدد حاصل اللہ سے اور صبر کرو۔ جنگ

الْاَرْضِ يَلِيْهِ يَوْمَئِذٍ سَآءُ مَنْ يَّعْبَادُ ۝ و

زمین ہے اللہ کی اس کا وارث کر دے جس کو وہ چاہے اپنے بندوں میں اور

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالَ اَوْ اَدْرِيْٓتُمْ اِنْ تَاْتِيْنَا

آخر میں جھلکا ہے اُنکے دلوں کے لئے، وہ اُنکے ہم پر بھیجیں وہیں جسے سے دیکھو،

وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتُمَاۤءُ قَالَ عَلٰی رَاٰكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ

اور پھر سے آئے کے بعد، کیا تم پر یہ کہہ دیا وہ چاہتے کر دے

عَدُوْكُمْ وَيَخْلِفُكُمْ فِی الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ

تمہارے دشمن کو اور تمہارے جگہ تم کو ملک میں، پھر دیکھے تم کیجے

تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّبْطِ وَ

کام کرتے ہو، اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کے قبضوں میں اور

نَقَصْ مِّنَ الثَّمَرِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا

بیروں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت لیں، اور پھر

جَاۤءَهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْٓا لَآ هٰذِہٖۤ اِلَّا نُسُجُۢمٌ سَيِّئٌ

آئی ان کو بھلائی کہنے لگے یہ ہے بڑے برے کلام، اور اگر پہلے

تَقْلِيْدٌ وَّاٰمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗۤ اِلَّا اَنَّهُمْ لَطِيْفٌ مُّحَمَّدٌ عِنْدَ

فرعون سے بھلائے موسیٰ کی اور اس کے ساتھ والوں کے، سنو ان کی شریف تو اللہ

اللّٰہُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا مَهْمَا تَاْتٰ بِتِلْکَ

کے پاس ہے ہر اُلوڑگ ہیں جانتے، اور کہنے لگے جو کچھ فرماتے ہو

مِّنْ اٰیٰتِہٖۡ لَنَنْصَرَّ بِهَاۤ اَفْمَا تَخُنْ لَّكَ بِمُوْسٰی ۝

ہاں ہاں کھانی کہ ہم ہر اس کی جیسے معلوم کرے، اور ہر گز تو ہر لگاتار نہیں گئے۔

### خلاصہ تفسیر

اس مجلس کی گفتگو خبر جو بنی اسرائیل کو پہنچی توڑے گھر آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مل رہے ہوئی کی تم موسیٰ علیہ السلام کے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سامنا رکھو اور مستقل رہو (گھر آؤ مت)، یہ نہیں اللہ کی ہے جس کو چاہیں ملک اور عالم، بنائیں اپنے بندوں میں سے (ساتھ روز کے لئے فرعون کو



دے دی ہے اور اخیر کاسیانی ان ہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور گئے ہیں (سورہ یحییٰ و  
توسعی پر قائم رہو) اللہ تعالیٰ کی سلطنت ہم ہی کو مل جائے گی، تھوڑے دنوں انتظار کی  
ضرورت ہے، انہوں نے لوگ (غیرت حسرت و حزن سے جس کا طبیعت انکسار و شکار شکوہ ہے)  
کہنے لگے کہ احضرت! ہم تو ہمیشہ محبت ہی میں رہے آپ کی طرف سے نفرت تو ہی کے قبل بھی  
دکھ فرمائی، پکار لیتا تھا اور مدوں ہمارے واروں کو قتل کر رہا، اور آپ کی شریعت اور ہی کے  
بعد بھی (دکھ فرمائی) طریق پیچیدہ جاری ہیں یہاں تک کہ اب پھر قتل اولاد کی جو شریعت  
ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (گھر بڑا مت) بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو جاگرت  
کروں گے اور بجائے ان کے تم کو اس زمین کا حاکم بنائیں گے پھر تمہارا دروازہ قتل و کھیل گئے (دکھ  
فرمائی) قدرت و طاقت کرتے ہو یا بلکہ قدرت اور عظمت و مصیبت، اس میں ترغیب ہے طاقت  
کی اور تنذیر ہے مصیبت سے) اور (جب فرعون اور اس کے تابعین نے انکسار و مخالفت پر  
کرنا جاری تو) ہم نے فرعون والوں کو ریت فرعون کے حسب عادت تذکرہ رکھنا اہل بارہ ہزار  
ان بیات میں (جنگ کیا) (۱) قطع سانی میں (۲) پھلوں کی کم پیداواری میں (۳) آہن بات  
کی (۴) جھجھکیں اور پھر قتل کر لیں (۵) اور وہ پھر بھی نہ سمجھے بلکہ یہ کیفیت تھی کہ جب ان پر  
توڑ خالی (یعنی اذنان و پیداواری) آجاتی تو کہتے کہ تو ہمارے لئے ہوتا ہی چاہئے (میں ہمہ گیر  
طاقت ہیں یہ ہماری خوش بختی کا اثر ہے، یہ نہ تھا کہ اس کو خدا کی نعمت سمجھ کر شکر ادا کرتے اور  
اطاعت اختیار کرتے) اور ان کو کھانے پر حال (جیسے قحط و کم پیداواری) تذکرہ (۶) آتی تو کہی  
(علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی محنت بھلائے (۷) کہ یہ ان کی محنت سے ہوا، یہ نہ ہوا کہ ان  
کو اپنے اعمال بد کفر و تکبر کی شامت اور سزا سمجھ کر تائب ہو جائے (۸) حالانکہ یہ سب ان کی  
شامت و اعمال تھی، جیسا کہ فرماتے ہیں کہ (۹) یاد رکھو کہ ان کی (۱۰) محنت و کاسب (۱۱) اللہ کے علم  
میں ہے (یعنی ان کے اعمال کفریہ تو اللہ کو معلوم ہیں یہ محنت انہی اعمال کی سزا ہے) لیکن انہی  
بلکہ پوری سے (۱۲) ان میں اکثر لوگ (۱۳) اس کو انہیں جانتے تھے اور (۱۴) پھر اس پر، یوں کہتے (۱۵)  
خواہ (۱۶) کسی ہی کی عیب بات ہمارے سامنے کا کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر عداوت چلاؤ جب بھی ہم  
جہاں ہی بات پر گرد آئیں گے۔

## معارف و مسائل

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد بنی اسرائیل پر اس  
طرح غصہ کیا کہ ان کے انگوٹوں کو قتل کر کے صرف عورتوں کو باقی رکھنے کا قانون بنا دیا تو اسرائیل

گھیرنے کے موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے جو مذہب فرعون نے بنایا اور ان کے مخالفین  
موسیٰ علیہ السلام نے ہیں اس کو مفسر فرمایا تو پھر بارہ شفقت اور رحمت کے مطابق اس مذہب سے  
نجات حاصل کرنے کے لئے ان کو درجنوں کی تکفیر فرمائی، ایک دشمن کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ  
سے مدد طلب کرنا، دوسرے کشور کا رنگ مہرہ بہت سے کام لیتا، اور یہی بتا دیا کہ جس  
کا استعمال کرو گے تو یہ ملک تمہارا ہے نہیں غالب آؤ گے۔ یہی مضمون ہے پہلی آیت کا جس  
میں فرمایا ہے، (۱) استعینوا باللہ و اعلموا انہ اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو، (۲)  
فرمایا (۳) ان کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ شکست دے گا (۴) و انہ یستعینون، (۵) یعنی  
مدد ہی ان کے لئے ہے وہ جس کو چاہے اس کو اس زمین کا دارل و مالک بنائے گا، اور  
یہ بات متفقین ہے کہ انہی کا کامیابی مطلق پر ہر کاروں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اس میں اللہ اس  
بات کی طرف ہے کہ اگر تم نے موسیٰ علیہ السلام کو طریقہ اور مذکورہ اسے کہ استعانت باللہ  
اور صبر کا احترام کیا جائے تو انہی کا تم ہی ملک مصر کے مالک و حاکم بن جائے گا۔

مشققت و مصائب  
سے غارت کا سزا  
اگر کسی  
تحتوت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جو سختی دشمن پر غالب آئے  
کے لئے تکفیر فرمایا تھا، غریب کیا جائے تو یہی وہ سزا ہے جو کہیں غلط  
نہیں ہوتا، جس کے بعد کامیابی یقینی ہوتی ہے، اس سزا کا پہلا اثر استعانت  
باللہ ہے، جو اصل موضوع ہے اس سزا کی، وجہ یہ ہے کہ غافلانہ کائنات جس کی مدد پر جو سزا  
کائنات کا کارنہ اس کی مدد کی طرف پھر جائے، کیونکہ سزا کا ثبات اس کے تابع و متعلق  
ہے۔

فک و بار و آب و آتش بہتہ اند  
ہا میں تو مردہ باحق زندہ اند  
حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے اسباب خوب  
مہیا ہوتے چلے جاتے ہیں اس لئے دشمن کے مقابلہ میں کوئی بڑی سے بڑی قوت انسان کے لئے  
لائی کارآمد نہیں ہو سکتی جتنی اللہ تعالیٰ سے لداؤ کی طلب، اللہ کی طلب صادق ہو، محض  
زبان سے کہے گی کلمات پرانا نہ ہو۔

دوسرا جزو اس سزا کا جزو ہے، صبر کے معنی اصل لغت کے اعتبار سے خلاف طبع  
چیزوں پر ثابت قدم رہنے اور نفس کو قابو میں رکھنے کے ہیں، کسی مصیبت پر صبر کرنے کو بھی  
اسی لئے صبر کہا جاتا ہے کہ اس میں، دماغ پیچھے اور دماغ کو نہ کے طبیعت ہلکا ہوا جائے۔  
ہر شے کا غرض ہونا ہے کہ دنیا میں ہر شے سے غصہ نہ لے لے بہت ہی خلاف طبع  
محنت و مشققت برداشت کرنا لازمی ہے، جس شخص کو محنت و مشققت کی عادت اور لذت نہیں





دیا جس غرض کر یا دہیسا دوسری طرح ہے، اس سبب سے کہ وہ ہمارے کاروبار کو بھٹکتے دیکھتا ہے اس سے پہلے ہی کہہ توں کہ گئے۔ اور تجزیہ و تحلیل جس ایس ویس نہیں بلکہ اور ہوسا کے ساتھ دلائل و ثبوت کا دودھ کر لیں اور توڑ دیں۔

## معارف و مسائل

آیات متذکرہ میں قوم فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی قصہ مذکور ہے کہ فرعون کے عداوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ہار گئے اور ان کو مار ڈالا۔ مگر قوم فرعون ہی طرح اپنی سرکشی اور کفر پر مبنی رہی۔  
اس واقعہ کے بعد تاریخی روایات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام بیس سال بیسویں مقبرہ کران لوگوں کا لشکر کا بیعت سنا کہ اور میں کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اور اس عرصہ میں انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو نو شعبرات عطا فرمائے، جس کے ذریعہ قوم فرعون کو مستنیر کر کے راستہ پر لانا مقصود تھا۔ قرآن کریم میں وَتَقْسَمُ لَنُغْنِيَكَ مِنْهُ خَيْرًا مِنْ مِمَّا تَحْتَسِبُ ایما ہی تو مجھ کو راستہ بہانہ ہے۔

ان نو شعبرات میں سے سب سے پہلے دو عجیب و غریب، صفا اور بدھیا، کانچور فرعون کے دربار میں رہا اور انہی دو کھڑوں کے ذریعہ ہار لوگوں کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام نے فتح حاصل کی۔ اس کے بعد ایک مجرّم و صاحب کار کا راس سے تیلی آیت میں آیا ہے کہ قوم فرعون پر ان کی فسطوح کو بری کی کہ سب جھوٹا سکڑ گیا، ان کی زمینوں اور باغوں میں پھانسا جیت گشت گشت جس سے یہ سخت پریشان ہوئے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قتل دینے ہوئے گئے۔ دعا لائی، مگر جب فسطوح ہو گیا تو پھر اپنی سرکشی میں مبتلا ہو گئے اور کھٹے پہ کھٹے کہ قتل تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی خواست کے سبب ہوا تھا، اب تو قتل دفع ہوا ہے ہمارے حال کا افسانہ ہے۔  
باقی چھ آیت و معجزات کا بیان مذکورہ آیتوں میں ہے۔

فَكَرِهْتُمُوهُ فَذَرْهُمْ أَفْئُكُورًا وَهَارِبًا غَيْرَ مُقَاتِلِينَ  
یہی چھ آیت ہیں۔ فرعون بھیجا اور ملازمین اور کھڑا کانچور اور بزرگ اور بڑوں۔  
اس میں قوم فرعون پر مسلط ہوئے۔ دوسرے پانچ قسم کے دلائل کا ذکر ہے اور ان کو اس آیت میں آیت تفسیق و فساد قرار دیا ہے جس کے معنی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے مطابق یہی کہی میں ہے کہ وہ اب ایک عیسوی وقت رہا یہ موقوف ہو گیا، اور کہ نبیل دی گئی اس کے بعد تو کفار جس طرح اب اس طرح الگ الگ ہو کر ان پر کیا، اسی کو ترجمہ فتح اللہ میں مفسر کیا گیا ہے۔

ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر غلاب قوم فرعون پر سات روز تک مسلط رہتا تھا، چنتے کے دن شہنشاہ ہو کر دوسرے ہفتے کے دن آئین ہو جاتا اور پھر پچیس ہفتے کی جہالت ان کو دی جاتی تھی۔  
ایام ہفتویٰ کے روایت، ابن عباس نقل کیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ قوم فرعون پر فسطوح کا خدا مسلط ہوا، اور موسیٰ علیہ السلام کی قیادت سے لوگ اٹھ کر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کر کے اسے میرے پروردگار! یہ ایسے کرکشی لوگ ہیں کہ غلاب فسطوح سے بھی متاثر نہ ہوں اور دعاؤں کے کچھ چھڑے، اب یہ لوگ اپنی ایسا داب مسلط فرما دیجئے جو ان کے لئے دردناک ہو، اور پہلی قوم کے لئے ایک فسطوح کا کام دے اور بعد میں آئے دلوں کے لئے دیکھیں حضرت جبریلؑ، تو انہوں نے پہلے ان پر طوفان کا غلاب بھیج دیا، مگر یہ مفسرین کے نزدیک طوفان سے مراد پانی کا طوفان ہے، قوم فرعون کے سب گھر لوہے اور زخوں کو پانی کے طوفان نے گھیر لیا دیکھیں جیسے پیش کی جگہ پر ہی زمین میں کھراستہ ہو کر گئے، اور عجیب بات یہ تھی کہ قوم فرعون کے مکانات اور زمینوں کے ساتھ ہی اپنی اس قبیل کے مکانات اور زمینیں ضیوں، یعنی اسوئیل کے مکانات اور زمینیں سب بدتر خشک تھیں کہیں طوفان کا پانی نہ تھا اور قوم فرعون کے گھر اور زمین اس طوفان سے برباد تھے۔

اس طوفان سے گھر کر قوم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے انہی کی کہ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ یہ غلاب ہم سے دو روزوں تو یہ ایمان لے آئیں گے اور انی اسوئیل کو آنا اور انی ہمے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ طوفان دور ہوا۔ اور اس کے بعد ان کی کھینچاں پہلے سے زیادہ ہری ہوئی ہو گئیں، تو اب یہ کہنے لگے کہ وحیقت یہ طوفان کوئی غلاب نہیں تھا بلکہ طوفان سے فکے گئے آئے تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری زمینوں کی پیداوار پر طوفان اس لئے موسیٰ علیہ السلام کا اس میں کچھ دخل نہیں اور یہ کہہ کر سب عہد و پیمان نظر انداز کر دیئے۔  
اس طرح یہ لوگ ایک بہت بڑا اور عاقبت سے رہتے رہے۔ اٹھ دنے ان کو غور و فکر کی جہالت دی مگر یہ ہوش میں نہ آئے تو اب دوسرا غلاب بھیج دیا اور اس غلاب کے وقت ہی موسیٰ علیہ السلام نے ان کی ساری کھیتوں اور باغوں کو کھالیا، بعض روایات میں ہے کہ کھیتی کے دواڑوں اور پھوس کو اور گھر سب سلمان کو لٹا دیا گھالیں اور اس غلاب کے وقت ہی موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ سامنے تھا کہ یہ سارا لٹا دی دل نہ رہا تو پہلی پہلی قوم فرعون کے باغوں کھیتوں، گھروں پر چھایا ہوا تھا، پاس لے ہوئے اسوئیل کے مکانات، زمینیں، باغ سب اس کے غلاب تھے۔  
اس وقت پھر قوم فرعون کھلا آگئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس

ترتیب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں یہ عذاب بہت جلد ہوتا ہے تو تم پست وعدہ کرتے ہیں کہ ایمان لے آئیں گے اور نبی اس رضی اللہ عنہ کو ان کے لئے، مومن علیہ السلام نے یہ دعا کی اور یہ عذاب بہت جلد آیا، مگر عذاب کے پہنچنے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ یہاں سے پاس ابھی ایک اتنا ڈیرہ ٹھیک کھجور ہے کہ ہم سب یہاں سے نکلتے ہیں تو پھر کھجور اور کھجور کھجور پڑا ہوا ہو گئے، ذرا ہلے لاسے نہ بنی منزل کو آنا دیا۔

نیک ہمیں یہ بڑا نعمتی ہے بہت دیر، اس بہت کے بعد کہ عذاب فتنہ فتنہ کے بعد ہوا، فتنہ فتنہ اس خوف کے لئے بھی ہوا تھا کہ ان کے ہاتھ اور کھجوروں میں پڑا ہوا تھا، یہ اور اس کی طرف سے کہیں کہتے ہیں جو فتنہ میں لگ جاتا ہے جس کو کھجور بھی کہا جاتا ہے، فتنہ کا یہ عذاب ملتا ہے کہ دونوں قسم کے کھجوروں پر مشفق ہو کہ فتنوں میں کھجور لگ گیا اور اساتذہ کے لئے لاکھ کھجوروں میں کھجور کا طوفان اٹھ آیا۔

فتنوں کا حال اس گھٹی نے ایسا کر دیا کہ اس پر کھجور پہنچنے کے لئے نکلیں تو اس میں نین یہ آنا بھی نہ ملے، اور جو لوگ نے ان کے ہاتھ اور کھجوروں کو اس کی طرف سے کھجور دینے سے ڈر کر نہیں گئے، اور دعا کریں، حضرت مومن علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب بھی ٹل گیا، مگر میں بد نصیبوں کو چاہا ہی ہوتا تھا وہ کہاں عذاب کو پورا کرتے، پھر نفاذیت ملنے سے سب کے بھول گئے اور بھول گئے۔

پھر ایک ماہ کی بہت ایسی آرام و راحت کے ساتھ ان کو دی گئی کہ اس بہت سے بھی کوئی فتنہ نہ اٹھایا تو جو عذاب سینہ کھڑا کا ان پر مسلط کر دیا گیا، اور اس کثرت سے جنگ کا ان کے گھوڑوں میں پیدا ہو گئے تو کہاں پہنچتے تو ان کے گلے نیک بینوں کا ڈیرہ لگ جاتا، سونے کے لئے پہنچتے تو سارا بدن ان سے وہب جاتا کوٹ لیتا ناخن ہرجانا، پتھر پرتی پڑتا پائیں، دیکھ کر کہنے لگے کہ میں آئے ہیں اور ہر چیز میں جنگ، بھر جاتے، اس عذاب سے عذاب اگر سب دوتے لگے اور پہلے سے پہلے وعدوں کے ساتھ عہدہ کیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب بھی رتبہ ہو گیا۔

مگر میں قوم پر قہر والی مسلط ہو اس کی عقل اور حوش و دلاں کام نہیں دیتے، اس واقعہ کے بعد بھی عذاب سے نجات نہ کرے یہاں بہت دیر ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب تو میں اور بھی ٹھیک ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام جڑے جاو کر گئے یہ سب ان کے جانور کے کرشمے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر ایک ماہ کی بہت ایسی نعمتی ہے عطا فرمائی، مگر اس بہت سے بھی کوئی کام نہ دیا تو پھر عذاب خون کا مسلط کر دیا کہ ان کے ہر کھانے اور پینے کی چیز خون بن گئی، مگر اس عذاب سے، جہاں کہیں سے پانی نکلیں خون بن جاتا، کھانا پینے کے لئے دیکھیں خون بن جاتا اور ان سب ملاہوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیو، مسلسل حکم کہ عذاب سے اسرا پہلی حضرت یونس علیہ السلام کو عذاب سے، خون کے عذاب کے وقت قوم فرعون کے لوگوں نے بنی اسرائیل کے گھوڑوں سے پانی نکالا جب وہ ان کے ہاتھ میں گیا تو خون ہو گیا، ایک ہی دست خوان پر چیکر قبلی اور سر اسل کھانا کھانے تو پھر اسرا پہلی اٹھاتا وہ اپنی حالت پر کھانا پڑتا اور پھر پانی کا گھونٹ قبلی کے گڑ میں جاتا خون بن جاتا، عذاب بھی بدست و ساق سات و دوز با آگ پھر بدست و ساق پڑتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرما دی اور پہلے سے زیادہ خوف دوسرے کے لئے، دعا کی کہ عذاب بہت گھٹ گیا کہ لوگ اپنی اپنی بہت دیر پر رہے، اس میں یہ پانی عذاب مسلسل ان پر کرتے رہے کہ لوگ اپنی گلابی پر قائم ہے اس کو قرآن کریم نے فرمایا: قَاتِلُوا كُفْرَهُمْ وَذَرُوا آلَهُمْ حَافِظِينَ، ایسی ہی لوگوں نے حکم سے کام لیا اور یہ لوگ جیسے عادی بن گئے۔

اس کے بعد ایک پہلے عذاب کا ذکر کر دیا کہ آیت میں فرماتا ہے ہم نے آج آپ سے لفظ اگر طاعون کے لئے فرمایا ہے، یہ پہلے پہلے وہو و دانی، ماضی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، پھر یہ روایات ہیں کہ یہ ان لوگوں پر طاعون کی وبا، مسلط کر دی گئی جس میں ان کے سر پر زہر آویں ہلاک ہو گئے، اس وقت پھر ان لوگوں نے فریاد کیا اور پھر دعا کر لیا کہ عذاب بڑا اور پھر فرمایا ان لوگوں نے عجز شکنی کی، اپنی مسلسل آواز اٹھوں اور بہتوں کے عذاب ان میں کوئی احساس پیدا ہی نہ ہوا تو اب آخری عذاب آگیا کہ سب کے سب اپنے مکان میں بیٹھیں مسلمان کو چھوڑ کر مومن علیہ السلام کے تعاقب میں نکلے اور بالآخر وہ ایک قوم کا لغز بن گئے، خدا تعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق نہ دی، لہذا ان کو اب اپنا دینا دیا گاؤں اظہار عقودین۔

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ

اور اوریت کو دیا کہ ان لوگوں کو جو گندہ کھاتے تھے، اس زمین کے

الْأَرْضِ وَمَعَارِئَ بِهَا الَّتِي بَدَلْنَا فِيهَا دُمُومًا كَلِيلًا

شرق اور عذاب کا کہیں میں بہت کم ہے، جو پورا بزرگ بنی کا

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ مِنْ فَضْلِهِ خُزْنًا ۚ وَنُفِثَ لَكُمْ فِي الْحَدِيدِ إِذْ يُصِيبُكَ بِهِ ثُمَّ قَالَ آلَ فِرْعَانَ لَا تُفْلِحُ ۚ وَفُلُكُم مَحْذُورٌ ۚ

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ مِنْ فَضْلِهِ خُزْنًا ۚ وَنُفِثَ لَكُمْ فِي الْحَدِيدِ إِذْ يُصِيبُكَ بِهِ ثُمَّ قَالَ آلَ فِرْعَانَ لَا تُفْلِحُ ۚ وَفُلُكُم مَحْذُورٌ ۚ

يَعْرِشُونَ ﴿٥٠﴾ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ يَمْلِكُ الْبَحْرِ

فَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِهِمْ الْقُرْآنَ ۖ هَلْ جَزَاءُ الْإِنسَانِ أَنْ أَتَاهُ الْهُدَىٰ ۚ وَكَانَ الْبَاطِلُ أَكْثَرُ النَّاسِ تَلَافُظًا ۚ

أَجْعَلْ لَنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ فَجُورٌ ﴿٥١﴾

إِنَّ هَؤُلَاءِ مَتَّبِعُوا مِمَّا خَلَقُوا ۚ وَبِطُلَّ مَا خَلَقُوا ۚ

يَعْمَلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ

فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٥٣﴾ وَإِذْ أَخْبَرْنَا نِسَاءَ

فِرْعَوْنَ بِسَوْمِ قَوْمِكِ ۖ فَسَوَّاهُنَّ لِهَيْبَتِكِ ۖ فَمِنْ لَدُنْكِ

وَسَخَّيْنَهُنَّ لِسُلُوكِكِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ

لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

تفصیر

مُحَلَّاصًا تَفْصِيرَ

اور (فرعون اور بنی فرعون کو غرق کر کے) ہم نے ان لوگوں کو جو کہ باطل کی راہ پر چلتے تھے (یعنی بنی اسرائیل) اُس سرزمین کے پورے کچھ یعنی تمام حدود و کالاف بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور اسی برکت کی طرف پناہ دے اور اپنی برکت ذی فضل و مدد کی

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ مِنْ فَضْلِهِ خُزْنًا ۚ وَنُفِثَ لَكُمْ فِي الْحَدِيدِ إِذْ يُصِيبُكَ بِهِ ثُمَّ قَالَ آلَ فِرْعَانَ لَا تُفْلِحُ ۚ وَفُلُكُم مَحْذُورٌ ۚ

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ مِنْ فَضْلِهِ خُزْنًا ۚ وَنُفِثَ لَكُمْ فِي الْحَدِيدِ إِذْ يُصِيبُكَ بِهِ ثُمَّ قَالَ آلَ فِرْعَانَ لَا تُفْلِحُ ۚ وَفُلُكُم مَحْذُورٌ ۚ

يَعْرِشُونَ ﴿٥٠﴾ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ يَمْلِكُ الْبَحْرِ

فَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِهِمُ الْقُرْآنَ ۖ هَلْ جَزَاءُ الْإِنسَانِ أَنْ أَتَاهُ الْهُدَىٰ ۚ وَكَانَ الْبَاطِلُ أَكْثَرُ النَّاسِ تَلَافُظًا ۚ

أَجْعَلْ لَنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ فَجُورٌ ﴿٥١﴾

إِنَّ هَؤُلَاءِ مَتَّبِعُوا مِمَّا خَلَقُوا ۚ وَبِطُلَّ مَا خَلَقُوا ۚ

يَعْمَلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ

فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٥٣﴾ وَإِذْ أَخْبَرْنَا نِسَاءَ

فِرْعَوْنَ بِسَوْمِ قَوْمِكِ ۖ فَسَوَّاهُنَّ لِهَيْبَتِكِ ۖ فَمِنْ لَدُنْكِ

وَسَخَّيْنَهُنَّ لِسُلُوكِكِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ وَأَخْرَجْنَهُنَّ مِنْ دَرَجَاتِكُنَّ ۖ وَخَلَّاهُنَّ لِلْأَعْيُنِ ۖ

مَعَارِفُ وَمَسَائِلُ

بھیل آیات میں قوم فرعون کی مسلسل سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف عذابوں کے ذریعہ ان کی تنبیہات کا بیان تھا، مذکورہ آیات میں ان کے انجیل پر بعد بنی اسرائیل کی فتح و کامرانی کا ذکر ہے۔

ہر حالت میں ارشاد ہے وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِي كَذَّبُوا عَنْكَ آلَ فِرْعَانَ ۖ فَتَلَقَّاهُم مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ ذُكْرًا مِّنْ آلِ مُوسَىٰ ۚ يَوْمَ أَوْتَوْا لَهُمُ الْحَقَّ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّذِيبٍ ۚ

انصاف قرآن میں خود بخود، یہ نہیں فرمایا کہ قوم ضعیف و کمزور تھی بلکہ یہ فرمایا کہ اس کو خود بخود اپنے لیے ضعیف و کمزور سمجھا تھا، ارشاد اس کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ جس قوم کی مدد پر ہو وہ حقیقت میں کبھی کمزور و ذلیل نہیں ہوتی گو کسی وقت اس کے ظاہر پران سے دوسرے لوگ دھوکھا کھائیں اور







ترچیتے وقت اسے پہلی ہاتھوں دینا علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور صحت کر کے رہنا اور بدظن لوگوں کی رائے پر عمل نہ کرنا۔

## معارف و مسائل

اس آیت میں مومن علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا وہ واقعہ مذکور ہے جو غزوہ فوجوں اور بنی اسرائیل کے مطیع بننے کے بعد پیش آیا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وصیت کی کہ ہم تم پر ہیں، اب ہمیں کتاب اور شریعت دے تو ہم یہ فکری کے ساتھ تم پر عمل کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے دعا کی۔

اس میں لفظ **وَقَدْ تَقَرَّرَ** سے مشتق ہے اور فوجہ کی حقیقت ہے کہ کسی کو شریعت پہنچانے سے پہلے اس کا افسار کر دینا کہ ہم تمہارے لئے فہم کام کریں گے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومن علیہ السلام پر ایسا کام پڑھانے کا وعدہ فرمایا اور اس کے لئے شرط لگائی کہ تم لوگوں پر احکامات اور کلام اللہ میں گزار دو اور میرا ان میں ہمارا دس دلوں کا اضافہ کر کے چالیس کر دیا۔

لفظ **وَقَدْ تَقَرَّرَ** اصل معنی دو طرف سے وعدہ اور معاہدہ کے آتے ہیں، یہاں بھی حضرت جن میں شرا، کی طرف سے عطا، قرأت کا وعدہ تھا اور مومن علیہ السلام کی طرف سے چالیس دلوں کے اضافہ کا، اس لئے یہاں **وَقَدْ تَقَرَّرَ** کے **وَقَدْ تَقَرَّرَ** آیا۔

اس آیت میں چند مسائل اور احکام قابل غور ہیں،

اول یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو بخیر ہی تھا کہ عیون چالیس دلوں کا کرایا ملے تو پہلے تیس اللہ تعالیٰ دس کا اضافہ کر کے چالیس کر کے کیا نہکت تھی، پہلے ہی چالیس دلوں کے اضافہ کا حکم دے دیا جاتا تو کیا صریح تھا، سو اللہ تعالیٰ کی سنتوں کا احاطہ تو کون کر سکتا ہے، بعض حکمتیں لکھانے بیان کی ہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اس میں ایک حکمت تدریج اور آزمائش کی ہے کہ کوئی کام کسی کے ذمہ لگایا جائے تو اول ہی زیادہ مقدار کام کی اس پر نہ ڈالی جائے بلکہ وہ کامیابی سے پہلے کرے، پھر مزید کام دیا جائے۔

اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس طرز میں حکام اور اولیاء کو اس کی تعلیم دینا ہے کہ اگر کسی کو کوئی کام ایک مہینہ دیا جائے تو پھر اس کے کام کو دیا جائے اور اس میں صبر و بردباری کے فو اس کو مزید بہت دیا جائے، جس پر مومن علیہ السلام کے واقعہ میں بھی کیا کہ تیس دلوں کو دے کر

کہ بعد جس کیفیت کا حاصل ہوا مطلوب تھا وہ پوری ہوئی اس لئے مزید دس دلوں کا اضافہ کیا گیا کیونکہ ان دس دلوں کے اضافہ کا یہ واقعہ پیش کرنے کے لئے یہ کہ تیس دلوں کے اضافہ میں مومن علیہ السلام نے جب قاعدہ تیس دلوں سے بھی مسلسل لکھے ہیں، افکار نہیں کیا، تب سوال روزہ پڑا کرنے کے بعد افکار کر کے مقررہ مقام پر حاضر ہونے کی توقع تھی کہ طرف سے ارشاد ہوا کہ روزہ دار کے لئے جو ایک خاص قسم کی رخصت مقرر ہے یہاں پہنچاتی ہے وہ انتظار کو کرے ہے، آپ نے افکار کے بعد صواب کر کے اس واقعہ کو نقل کر دیا، اس لئے مزید دس روزہ اور لکھنے تاکہ وہ تو پھر پورے ہو جائے۔

اور بعض روایات تفسیر میں ہیں اگرچہ یہ نقل ہے کہ تیسویں روزہ کے بعد مومن علیہ السلام نے صواب کر لیا تھی جس کے ذریعہ وہ رخصت حاصل ہو گیا تھا، اس سے اس بات مراد ہے کہ اگرچہ ہر سال روزہ دار کے لئے صواب کر لیا کروا یا عورت ہے کہ یہ روایت کی کوئی سند نہ ہوگی، اور مرے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے مشتق ہو عام لوگوں کے لئے نہ ہو یا رخصت دوسری میں یہاں یہ حکم سب کے لئے ہو کر روزہ کی حالت میں صواب دیا جائے، لیکن شریعت محمدی میں تو جماعت روزہ صواب کرنے کا معمول حدیث سے ثابت ہے جس کو بخیر ہی نے روایت کیا، شریعتی اللہ تعالیٰ علیہ افضل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **مَنْ شَرَعَ لَكُمْ مِنْ شَيْءٍ مِنْ شَيْءٍ فَاتَّبِعُوهُ** یعنی روزہ دار کا بہترین عمل صواب ہے۔ اس روایت کو جان صغیر میں نقل کر کے حسن فرمایا ہے۔

**فَابْرَأَ** اس روایت پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تمام چیز میں سفر کر رہے تھے تو کون سے دن جو کہ برسرِ ہوشکار اور اپنے ساتھی سے نکلے گئے اپنا سفر لکھا، **فَقُلْ لِقَوْمِي** میں شریعت اللہ تعالیٰ میں ہونا، **لِقَوْمِي** کا اضافہ کیا کہ اس سفر کے ہم کرنا ان میں ڈال دیا، اور کو طور پر مسلسل تیس روزہ اس طرح دیکھ کہ رات کو بھی افکار نہیں، یہ عجیب بات ہے؟

تفسیر روح البیان میں ہے کہ یہ نیکو ان دونوں سفروں کی نوعیت کے سبب سے تھا، پہلا سفر حقوق کے ساتھ حقوق کی توحی میں تھا، اور کو طور کا سفر حقوق سے ملکہ ہو کر ایک ذات حق سبحانہ کی جستجو میں، اس کا بھی اثر ہوا تھا کہ بشری ثقافت نے نہایت قصور ہوئے، لکھانے پہنچنے کی جماعت اتنی گھٹ گئی کہ تیس روزہ کوئی تکلیف محسوس نہیں فرمائی۔

حجرات میں گری جو عجیب چیز ہے، ایک اور مسئلہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان اختلاف میں نہیں تھا، **وَأَمَّا مَا يَنْزِلُ فِي الْحَقِّ** کا حساب ذات سے ہوتا ہے، اگرچہ اس آیت میں بھی نہیں، دن کے بچانے نہیں دلوں کا ذکر فرمایا ہے، وجہ یہ ہے کہ شرائع انبیاء میں پہنچنے فرمائی

میں ہیں اور اگر ہی ہینز کا شرع چاند دیکھتے سے ہوتا ہے، وہ رات ہی میں ہو سکتا ہے اس لئے ہینز رات سے شروع ہوتا ہے ہمسرا کی برائیاں شوبہ آداب سے ملنا ہوتی ہے۔ جیسے کہ مائیں خوب ہیں ان سب کا حساب اسی طریقی فرمایا ہونوں سے اور شروع تارخ عہد آداب سے اعتبار کیا جاتا ہے۔

قرطبی نے کہا کہ ابن عربی نقل کیا ہے کہ

جسٹابہ الخفیس یلقا الخلیف وجہ ان یلقا الخلیف یعنی شمس سبب دنیوی دن فلک کے لئے ہے اور قریب حساب اذہا روایات کے لئے۔  
اگر یہ ہیں مائیں حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے مطابق ماہ ذی القعدہ کی راتیں تھیں اور پھر ان برس مائیں ذی الحجہ کی راتیں تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ کروات کا مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہاں مائیں ہوا یعنی اس کے چلنے کا قرطبی  
ایک مسئلہ ہے اس آیت کے اشارہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا ہواؤں کو باطنی معانی کی اصلاح میں کوئی خاص قول ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس روزہ افلاس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرمادیتے ہیں۔ (رد المحتار ج ۱)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہم کاموں کے لئے ایک دن میں عبادت کرنا، اور عبادت و تہذیب سے انجام دینا سلامت الہیہ ہے۔ طہارت اور جلد بازی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

سہا سے پہلے تو وہ حق تعالیٰ نے اپنے تمام نبیوں پر بیان فرمایا کہ عالم کے لئے ایک عبادت چھ دن کی متین ہو کر یہ اصول بتلا دیا ہے، حالانکہ حق تعالیٰ کو مائیں زمین اور مائیں عالم کو ہمارے لئے ایک سنت کی بھی ضرورت نہیں جب وہ کسی چیز کو بے نیاز کے لئے قرار دیا کہ وہ بے نیاز ہو جائے ہے اس خاص طور پر میں بخوف کو یہ بات دیتا ہوں کہ اگر اپنے کاموں کو خود دیکھو اور تہذیب کے ساتھ تمام دیا کریں، اسی طریقی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کروات عطا فرمائی تو اس کے لئے بھی ایک عبادت قرار فرمائی اس میں اسی اصول کی تفسیر ہے۔ (قرطبی)

ایسی وہ اصول تھیں جو نظر انداز کرنا بھی اور انہی کی گمراہی کا سبب بننا بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سابق حکم خداوندی کے مطابق اپنے قوم سے یہ کہہ کر گئے تھے کہ تیس روز کے لئے ہمارا ہوں جب میں دوسرے دن کی مدت بڑھ گئی تو اپنی جلد بازی کا سبب گئے کہیں کہیں کوئی خطا ہو

تو نہیں گم ہو گئے اب بھی کوئی دوسرا پیشوا نالینا چاہئے اس کا یہ شعر ہوا کہ سامری کے عام میں چنیں کہ گوسلا۔ پستی کے دیکھ کر ہی اگر گور و گور اور اپنے کاموں میں نہ رنج و تامل کے مالک ہوئے تو یہ فریاد نہ آئی (قرطبی)

آیت کے دوسرے زمیں اشارہ ہے و قتال موسیٰ بن جندبہ حضرت الخلیفہ فی حق بنی و الخلیفہ و لا یشتغی عن شین الخلیفہ بنی، اس کا مطلب ہے جند مسائل اور احکام نکلتے ہیں۔

اہل بیت کے وقت اول یہ کہ جب حضرت ولی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق کو طرہ پر ہوا احکامات کرنے کے لئے ارادہ کیا تو اپنے سامنے حضرت ہارون علیہ السلام سے اولیٰ اخذ کیا فی حق بنی یعنی یہ بھی چھپا کر یہی قوم میں کہ قائم مقامی کے فرائض انجام دیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کام کا ذمہ دار ہو وہ لوگ اس ضرورت سے کہیں جاتے تو اس پر لازم ہے کہ اس کام کا انتظام کر کے جائے۔

یہ ثابت ہوا کہ حکومت کے ذمہ دار حضرت جہاں میں سفر کریں تو اپنا قائم مقام اخذ کر کے کہ جائیں۔

دوسری کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عبادت بھی ایسی کہ جب کسی دین سے باہر ہوا ہوا تو کسی شخص کو غیبت کرنا جاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غیبت فرمایا، ایک مرتبہ بلال بن رباح کو اس طرح غیبت اوقات میں مختلف صحابہ کو دین میں غیبت کرنا باہر تشریف لے گئے۔ (قرطبی) موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو غیبت کرنا نہ لے کے وقت ان کو چند ہدایت دے کر اس سے معلوم ہوا کہ جس کو قائم مقام بنانا ہے اس کی ہوسنا کا کہنے کے ضروری ہدایت دے کر

جائے، ان ہدایت میں پہلی ہدایت یہ ہے کہ آخلف، اس میں اشیاء کا معقولہ و کریم فرمایا کہ اس کی اصلاح کرو، اس سے اشارہ اس غم کی طرف ہے کہ اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنی قوم کی بھی، یعنی جب میں کوئی بات فساد کی محسوس کرو تو ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو، دوسری ہدایت یہ کہ لا یتغی عن شین الخلیفہ بنی، جس بات کرنے والوں کے راستہ کا کیا کرے، ظاہر ہے کہ ہارون علیہ السلام اشرے نہیں ہیں، ان سے فساد میں مبتلا ہونے کا خوف نہ تھا اس لئے اس بات کا مطلب یہ تھا کہ حضرت بنی دین یا ہمت افزائی کا کوئی کام نہ کرو۔

چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے جب تو کو دیکھا کہ تہذیب کے چھپے چھپے ہیں وہاں تک کہ اس کے کہنے سے گوسلا پستی شروع کر دی تو قوم کو اس پر ہونے سے روکا اور سامری کو ڈانٹا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی کے بعد جب یہ خیال کیا کہ ہارون علیہ السلام نے یہ







کی طرف متوجہ ہوئے اور وحیِ حبیب کے گوشِ شناس، چاندی سے (قدرت کی) تختیاں (نور) ایک طرف گھٹیں (اور چاندی میں ایسے نور سے بھی گھٹیں کر دیکھئے) والے کو اگر غور و فکر سے قوسیم ہو کر بیٹھنے کے لئے شک ہو ہی جوں اور دہاتہ خانی کر کے) اپنے بھائی (ہمارے) علیہ السلام کا سر (یعنی بال) چھو کر ان کو اپنی طرف گھٹینے لگے (اگر تم نے کیوں پر ان انتقام دیکھا ہو تو کھلو غضب میں ایک گوند یہ اختیار بھی ہو گئی تھی اور غضب بھی وہی کے لئے تھا اس لئے اس پہ اختیار بھی کو معتبر قرار دیا جائے گا اور اس اعتبار ہی پر عرض دیکھا جائے گا: ہاں وہ (علیہ السلام) اسے لگا کر اسے میرے ماں چلے (بھائی میں نے اپنی کوشش میں ہر صورت دو لکھیاں) ان لوگوں کے مجھ کو یہ حقیقت سمجھا اور دیکھ نصرت کر لے رہی، قریب تھا کہ کوئی گڑباز میں تو مجھ پر اپنی کر کے) دشمنوں کو مست ہنسواؤ اور مجھ کو بڑھاؤ (میں ان ظالم لوگوں کے ذیل میں مست ظلم کر رہا کہ ان کی ہی ناخوشی مجھ سے بھی رہتے لگوں، علیہ السلام) لے (اگر وہی سے) دھماکا اور ہتھکڑی اسے میرے رب سے لے کر تھماؤ اور جہاد ہی ہر صاف قرار دے اور میرے بھائی کی بھی ذکر و نامی ہر ان مشرکین کے ساتھ معاملتِ نیکارت میں شاید ہو گئی ہو یہی اس قول سے معلوم ہوتا ہے، مَا شَتَّ لِقَاءُ الشِّرْكِ لِقَاءَ شَرِّ مَلَكٍ لَا يَلْمُؤُاْ اِلَّا فِتْنَةً يَحِي، (والتاء) لہذا ہم دونوں کو اپنی درست راہ میں چلنا واجب کر دیا ہے اور آپ سب ہم کو لے (انہوں سے زیادہ) ہم کو لے (والے میں) اس لئے ہم کو قبولی (والہا) امید ہے)

## معارف و مسائل

پہلی آیت میں جو ارشاد فرمایا کہ میں پیغمبروں کا اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو بڑے بڑے جتنے ہیں زمین میں پیغمبر حق کے

اس میں بلیر حق سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ کتبہ کر کے والوں کے مقابل میں کتبہ کرنا حق ہے وہ بڑا اور گناہ نہیں، کیونکہ، صرف صورت کے اعتبار سے مجھ پر ہونا یہ حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہوتا، یہی کہ مشرکوں نے اَللّٰهُ يَتَّخِذُ الْوَتِينَ قَوَائِمُ، (مسائل سلوک) کتبہ کرنا کو ہم پر نہیں مانتا اور کتبہ کرنے والوں میں بڑے جتنے والوں کو اپنی آیتوں سے بھی لینے (اپنے سے محروم کر دیتا ہے) کا مطلب ہے کہ ان سے آیاتِ الہیہ کے جتنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی ترقی سب ہو جاتی ہے، اور آیاتِ الہیہ میں اس جگہ عام لہر ہو سکتی ہیں، جن میں آیاتِ منزل و قرأت و نقل کی یا قرآن کی کہیں داخل ہیں اور آیاتِ تکوینیہ جو تمام زمین و آسمان اور ان کی مخلوقات میں پھیل ہوئی ہیں، اس لئے تمام مشرکوں کو آیت کا یہ ہوا کہ کتبہ کرنا اپنے آپ

کو دوسروں سے بڑا اور افضل سمجھنا ایسی لازم اور مخصوص صفت ہے کہ جو شخص اس میں مبتلا ہوتا ہے اس کی عقل و فہم نہیں رہتی، اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بچنے سے محروم ہو جاتا ہے خاص کو قرآنی آیات صحیح بچنے کی ترقی باقی رہتی ہے اور نہ آیاتِ ہیروت میں ضرور فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے میں اس کا ذہن چلتا ہے۔

دوسرا آیت میں ہے کہ اس سے معلوم ہو گا کہ اگر ارادِ نجات ایک ایسی جُری صفت ہے جو علوم و باریہ کے لئے عجب بھی ہو جاتی ہے کہ جو کچھ علوم و باریہ صرف اس کی رحمت سے حاصل ہوتے ہیں اور رحمتِ خداوندی کا وسیع سے متوجہ ہو گئی ہے، مولانا دہلوی نے خوب فرمایا ہے ہر کاپی سستی آب آغیا رود ہر کاپی شکل جہاب آب آغیا رود پہلی دو آیتوں میں یہ مضمون ارشاد فرمایا ہے کہ بعد پھر موعظی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا باقی قصص اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ

جب موعظی علیہ السلام کو بات حاصل کرنے کے لئے کوہِ طور پر منگتے ہوئے اور شروع میں تیس دن رات کے اعتکاف کا حکم تھا اور اس کے مطابق اپنی قوم سے کہہ گئے تھے کہ تیس دن بعد لوٹیں گے، وہاں میں تعالیٰ نے اس پر دس روز کی مہربانی اور بھادری قرار پائی قوم جس کی جلد بازی اور عجب و کج پہلے سے معروف تھی، اس وقت بھی طرح طرح کی باتیں کرنے لگے، ان کی قوم میں ایک شخص ساتری نام کا تھا، جو اپنی قوم میں بڑا اور جو دھری مانا جاتا تھا مگر کہنے عقیدہ کا آدمی تھا اس نے موقع پاکر یہ حرکت کی کہ بنی اسرائیل کے اس کچھ روایات قوم فرعون کے لوگوں کے رہ گئے تھے ان سے کہہ کر یہ روایات تم نے قبلی لوگوں سے مستعار طور پر لیے تھے اب وہ سب غرق ہو گئے اور یہ روایات تمہارے پاس رہ گئے یہ تمہارے لئے حلال نہیں، کیونکہ تمہارے جنگ کے وقت حاصل شدہ مال غنیمت میں اس زمانہ میں مسلمانوں کے لئے حلال نہیں تھا، بنی اسرائیل نے اس کے کہنے کے مطابق سب زیورات و کرا اس کے پاس جمع کر دیں، اس نے اس سونے چاندی سے ایک بچھڑے یا گائے کا مجسمہ بنایا اور یہی بلین لٹن کے ٹھوڑے کے سم کے نیچے کی گئی جو اس نے کہیں پہلے سے چن کر رکھی تھی اس مٹی میں اللہ تعالیٰ نے حیات و زندگی کا خاںہ رکھا تھا، اس نے سونا چاندی آگ پر گھٹانے کے وقت یہ مٹی اس میں شامل کر دی اس کا یہ اثر ہوا کہ اس گائے کے مجسمہ میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس کے اندر سے گائے کی آواز نکلنے لگی، اس جگہ اس میں جنتِ علی کی تصویر جنتِ علی کی صورت انکیز شیطانی ایچہ لو سامنے آئی فاس نے بنی اسرائیل کو اس فکر کی سامری کی یہ جرت انکیز شیطانی ایچہ لو سامنے آئی فاس نے بنی اسرائیل کو اس فکر کی

دولت دنیا مشورۃ کاوی کہیں خدا ہے، مولیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ سے نہیں کرنے کے لئے  
کو چھ پر گئے ہیں اور انشریاں (معاذ اللہ) نہ رہاں آگئے مولیٰ علیہ السلام سے بھول کر  
بنی اسرائیل میں اس کی بات پہلے سے ملی جاتی تھی بارہ سو قریب شعبہ کی اس نے دھلا دیا تو اور  
بھی مشتعل ہو گئے اور اسی گائے کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت میں لگ گئے۔

مذکورہ سہری آیت میں اس مضمون کا بیان اختصار کے ساتھ آیا ہے، اور ذکر کے  
میں دوسری عکاس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

چوتھی آیت میں حضرت مولیٰ علیہ السلام کی منہ پر کے بعد نبی اسرائیل کے یلوم ہو کر  
قرب کر کے لگا کر ہے، اس میں شیعہ قطعی آئینہ قبول کے معنی عربی اتحادہ کے موافق نام نہاد فرقہ  
ہوئے کہ ہیں۔

پانچویں آیت میں اس واقعہ کی تفصیل ہے کہ جب حضرت مولیٰ علیہ السلام کو طوے  
قورات کے کراپس آئے اور قوم کو گوالہ پرستی میں مبتلا دیکھا تو اگرچہ قوم کی اس گمراہی کی تسبیہ  
حق تعالیٰ نے مولیٰ علیہ السلام کو کو طوے پر کر دی تھی، لیکن سننے اور دیکھنے میں فرق ہوتا  
ہے جب ان لوگوں کو دیکھا کہ گائے کی پوجا پاٹ کر ہے تو حضرت کی انتہا نہ رہی۔

پہلے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا **يَسْمَعْ سَامِعًا كَلِمَاتِي فَاَنْتُمْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ** یعنی تم  
نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی ہے **اَلَيْسَ كَلِمَاتِي اَشْرَفُ مِنْكُمْ** کیا تم نے اپنے رب کا حکم  
آئے سے جلد بازی کی، یعنی اللہ کی کتاب قورات کے آئے کا انتظار تو کر لیتے تھے تم نے اس  
سے جلد بازی کر کے یہ گمراہی اختیار کر لی، اور بعض مغضرب نے اس جملہ کا یہ مطلب قرا دیا ہے  
کہ کیا تم نے جلد بازی کر کے یہ قرا دیا تھا کہ میری موت آگئی۔

اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کو اپنا غلط فہم کر گئے  
تھے انہوں نے اس گمراہی سے ان لوگوں کو بول دیا، ان کی طرف ہاتھ دھانے کے لئے  
ہاتھ کو خالی کرنے کی فکر ہوئی تو قورات کی تختیاں جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھے جلد سے سکریں  
اسی کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا **وَاَنْتُمْ اَلَا تَرَوْنَ**، انقاد کے لغوی معنی ڈال دینے  
کے ہیں، اور **اَلَا تَرَوْنَ**، تو آج کی بات ہے جس کے معنی میں حقیقی، یہاں لفظ انقاد سے شہ  
برتا ہے کہ حضرت مولیٰ علیہ السلام نے غصہ کی حالت میں قورات کی تختیوں کی بے ادبی کی لگا کر  
کو لال دیا۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان قورات کو بے ادبی کے ساتھ ڈال دینا عظیم ہے اور انبیاء  
علیہم السلام سب گناہوں سے معصوم ہیں، اس لئے مراد یہ آیت کی یہی ہے کہ اصل مقصود حضرت

ہارون علیہ السلام کو بچھڑنے کے لئے اپنا ہاتھ خالی کرنا تھا اور غصہ کی حالت میں جلدی سے ان  
کو رکھا، جس سے دیکھنے والا یہ سمجھ کر ڈال دیا، اس کو قرآن کریم نے بطور تنبیہ کے ڈالنے کے  
لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ **وَبِإِذِ الْقُرْآنِ**

اس کے بعد اس خیال پر کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے قواہض قائم مقام میں  
کو تباہی کی ہے ان کے سر کے بال بیکار کھینچنے لگے حضرت ہارون نے عرض کیا کہ میرا قصور  
انہیں قوم نے میرا کوئی اثر نہ دیا اور میری بات نہ سنی بلکہ قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالتے اس  
نے آپ میرے ساتھ ایسا بناؤ کہ دیکھیں جس سے میرے دشمن خوش ہوں اور آپ مجھے ان  
گناہوں کے ساتھ نہ سمجھیں، جب حضرت مولیٰ علیہ السلام کا قصور وہاں اور اللہ تعالیٰ سے  
دعا کی شہادت **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ** یعنی اسے  
میرے بار و گوارہ مجھے بھی بھی معاف فرما دیجئے اور میرے بھائی اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل  
فرما دیجئے اور آپ کو عذاب رحمت کر کے عاف سے زیادہ دم کرنے والے ہیں۔

اس میں اپنے بھائی ہارون کے لئے قرآن بنا پر دھائے مغفرت کی کر شایان سے  
کوئی کوتاہی قوم کو گمراہی سے روکنے میں ہوئی ہو اور اپنے لئے دھائے مغفرت یا تو اس بنا پر  
کہ جلدی کے ساتھ احوال قورات کو رکھ دینا جس کو قرآن کریم نے ڈال دینے سے تعبیر کر کے  
غلطی پر مشتمل فرمایا ہے اس سے مغفرت طلب کرنا مقصود تھا۔ اور یا یہ کہ دعا کا ادب ہی یہ  
ہے کہ دوسرے کے لئے دعا کرے قرآن آپ کو بھی اس میں شامل کرے بھلائی کا استغفار  
محسوس نہ ہو یعنی یہ کہ اپنے آپ کو دعا کا محتاج نہیں سمجھتا۔

**اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَمُنُّوْنَ سَيَمُنُّوْنَ سَيَمُنُّوْنَ سَيَمُنُّوْنَ**  
اللہ بھولنے بھلا کر، شہادت کو سمجھ نہ پایا، ان کو اپنے ہی غضب  
**وَذُلُّهُ فِي الْغَيۡوَةِ الدِّنِيَّةِ وَكَذٰلِكَ يَجۡزِي الْمُفۡكِرِيْنَ** ۵  
اور وقت دنیا کی زندگی میں اور دوسری سزا ہے دنیا، ہم بہت کم دیکھتے دیکھتے  
**الَّذِيْنَ عَمِلُوا الشَّيَۡٔ اَتَتْ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعۡدِهَا وَآمَنُوْا اِنَّ**  
جنہوں نے کئے جسے ہم ہم تو کی اس کے بعد اور انہوں نے توبہ  
**سَرَّ بِكَ مِنْۢ بَعۡدِهَا لَعَلَّوْا تَرۡحَمُوْا** ۵ **وَلَقَدْ سَأَلَتۡ عَنْ**  
تو ارب قور کے بچھے اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور جب ہم بھی  
**مُوۡسٰى الْعَصۡبَ اَخَذَ الْاَلۡوَاحَ** ۵ **وَفِي السَّحَابِ مٰرٰۡٔى**  
حضرت کو اس کے اھالیہ عجیب کو اور جہان میں نکلا ہوا تھا اس میں ولایت اور

دولت دنیا مشورۃ کاوی کہیں خدا ہے، مولیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ سے نہیں کرنے کے لئے  
کو چھ پر گئے ہیں اور انشریاں (معاذ اللہ) نہ رہاں آگئے مولیٰ علیہ السلام سے بھول کر  
بنی اسرائیل میں اس کی بات پہلے سے ملی جاتی تھی بارہ سو قریب شعبہ کی اس نے دھلا دیا تو اور  
بھی مشتعل ہو گئے اور اسی گائے کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت میں لگ گئے۔

مذکورہ سہری آیت میں اس مضمون کا بیان اختصار کے ساتھ آیا ہے، اور ذکر کے  
میں دوسری عکاس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

چوتھی آیت میں حضرت مولیٰ علیہ السلام کی منہ پر کے بعد نبی اسرائیل کے یلوم ہو کر  
قرب کر کے لگا کر ہے، اس میں شیعہ قطعی آئینہ قبول کے معنی عربی اتحادہ کے موافق نام نہاد فرقہ  
ہوئے کہ ہیں۔

پانچویں آیت میں اس واقعہ کی تفصیل ہے کہ جب حضرت مولیٰ علیہ السلام کو طوے  
قورات کے کراپس آئے اور قوم کو گوالہ پرستی میں مبتلا دیکھا تو اگرچہ قوم کی اس گمراہی کی تسبیہ  
حق تعالیٰ نے مولیٰ علیہ السلام کو کو طوے پر کر دی تھی، لیکن سننے اور دیکھنے میں فرق ہوتا  
ہے جب ان لوگوں کو دیکھا کہ گائے کی پوجا پاٹ کر ہے تو حضرت کی انتہا نہ رہی۔

پہلے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا **يَسْمَعْ تَاخُذُ قَوْمِي قَوْمًا يَتَّبِعُونَ** یعنی تم  
نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی ہے، **يَسْمَعْ تَاخُذُ قَوْمِي قَوْمًا يَتَّبِعُونَ** کہ تم نے یہ کلمہ  
آئے سے جملہ پڑی، یعنی اللہ کی کتاب قورات کے لئے کا انتظار کر لیتے، تم نے اس  
سے جملہ بازی کر کے یہ گمراہی اختیار کر لی، اور بعض مغضرب نے اس جملہ کا یہ مطلب قرات ہے  
کہ یہ کلمہ سجدہ بازی کر کے یہ قرات دے یا خدا کر میری موت مانگتی۔

اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کو اپنا غلط فہم کر گئے  
تھے انہوں نے اس گمراہی سے ان لوگوں کو بول دیا، ان کی طرف ہاتھ دھرانے کے لئے  
ہاتھ کو خالی کرنے کی فکر ہوئی تو قورات کی تختیاں جو باقاعدہ تھیں نے ہوئے جسے جلدی سے کہیں  
اسی کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا **وَأَنفِثَ الْوَقُوفَ**، انفاذ کے لغوی معنی ڈال دینے  
کے ہیں، اور **الْوُجُوحَ**، وجہ کی جگہ سے جس کے معنی ہیں حق، یہاں لفظ انفاذ سے شہ  
برتا ہے کہ حضرت مولیٰ علیہ السلام نے غرض کی حالت میں قورات کی تختیوں کی بے ادبی کی لگا کر  
کو لال دیا۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان قورات کو بے ادبی کے ساتھ ڈال دینا عظیم ہے اور انبیاء  
علیہم السلام سب گناہوں سے معصوم ہیں، اس لئے مراد یہ آیت کی یہی ہے کہ اصل مقصود حضرت

ہارون علیہ السلام کو بچھڑنے کے لئے اپنا ہاتھ خالی کرنا تھا اور غصہ کی حالت میں جلدی سے ان  
کو رکھا، جس سے دیکھنے والا یہ سمجھ کر ڈال دیا، اس کو قرآن کریم نے بطور تنبیہ کے ڈالنے کے  
لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ **وَيَا بَنِي إِسْرَءِيلَ**

اس کے بعد اس خیال پر حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے قریبی تمام مقامات میں  
کو تابی کی ہے ان کے سر کے بال بیکار کھینچنے لگے حضرت ہارون نے عرض کیا کہ میرا قصور  
انہیں قوم نے میرا کوئی اثر نہ دیا اور میری بات نہ سنی بلکہ قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالتے اس  
نے آپ میرے ساتھ ایسا بناؤ کہ دیکھیں جس سے میرے دشمن خوش ہوں اور آپ مجھے ان  
گناہوں کے ساتھ نہ سمجھیں، جب حضرت مولیٰ علیہ السلام کا قصور وہاں اور اللہ تعالیٰ سے  
دعا کی **رَبِّ انْفِثْ زُلْفَايَ فِي فَاخِطِلَافِي** نہ تھوڑے وقت و آنشت **أَيُّهَا النَّبِيُّ** یعنی اسے  
میرے ہار دگاؤ مجھے بھی یہی معاف فرما دیجئے اور میرے بھائی کو بھی اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل  
فرما دیجئے اور آپ کو صواب رحمت کرنے والوں سے زیادہ دیکھنے والے ہیں۔

اس میں اپنے بھائی ہارون کے لئے قرآن بنا کر دھائے مغفرت کی کر شایان سے  
کوئی کوتاہی قوم کو گمراہی سے روکنے میں ہوئی ہو اور اپنے لئے دھائے مغفرت یا تو اس بنا پر  
کہ جلدی کے ساتھ احوال قورات کو دیکھ دینا جس کو قرآن کریم نے ڈال دینے سے تعبیر کر کے  
غلطی پر مشتمل فرمایا ہے اس سے مغفرت طلب کرنا مقصود تھا۔ اور یا یہ کہ دعا کا ادب ہی یہ  
ہے کہ دوسرے کے لئے دعا کرے قرآن آپ کو بھی اس میں شامل کرے بھلائی کا استغاثہ  
محسوس نہ ہو یعنی یہ کہ اپنے آپ کو دعا کا محتاج نہیں سمجھتا۔

**إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَمُوتُ اللَّهُمَّ تَخَضُّعًا مِنْ عَجَلٍ**  
اللہ بھولنے کے بعد شوق کو تصور بنایا، ان کو اپنے حق مطلب  
**وَذُلَّةً فِي الْخُفُوفِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ يُجْزَى الْمُفَكِّرِينَ** ۵  
اور وقت دنیا کی زندگی میں اور جی سزا دے گا، ہم بہت کم دیکھتے دیکھتے  
**الَّذِينَ عَمِلُوا الشَّيْءَاتِ ثُمَّ اتَّبَعُوا مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا أَنْزِلَ**  
جنہوں نے کئے جسے ہم ہم کو ہی اس کے بعد اور انہوں نے کوئی  
**سَرَّ بِكَ مِنْ بَعْدِهَا نَعَفُوا وَرَحِمَهُمْ** ۵ **وَلَقَدْ سَأَلَتْ عَنْ**  
تو ادب قرات کے کچھ آیت مجھے دعا میں ہے، اور جب ہم گناہ  
**مُؤْمِنِي الْعَصْبِ اتَّخَذُوا الْأَوْجُوحَ** ۵ **وَفِي الشَّعْبِ هَدَى وَ**  
حضرت کو اس کے اھالیہ تعبیر کو اور جہان میں بھلا ہوا تھا اس میں ولایت اور











اَتُخْبِتُ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اَصْرَهُمْ وَالْاَعْلَلُ الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ  
 لَبَّكَ جَبَلِ اَمَّا تَاوَابُكَ اَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يَدْعُوْنَ اِلٰهًا غَيْرَ الَّذِي هُمْ يُشْرِكُوْنَ  
 فَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِي  
 اُنْزِلَ مَعَهُ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ  
 اِسْمِ کے ساتھ اِزَّاء ہے وَلَیْسَ وَلَدٌ وَلَیْسَ اَبٌ اِیْکَ کَلَامِ کَرَمِ

### خلاصہ تفسیر

جو لوگ ایسے رسول ہی اُمی کا اتباع کرتے ہیں جو وہ اپنے پاس قیامت کی چیزیں  
 میں لکھا ہوا پالنے میں رہیں کی صفت یہ بھی ہے کہ وہ ان کو نیک کاموں کا حکم فرماتے ہیں اور  
 برائیوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بناتے ہیں اور گنہگاروں  
 شرارتوں میں سزا دیتے ہیں اور گنہگاروں کو اذیتوں میں مبتلا کرتے ہیں اور ان کو گناہوں میں  
 (پچھلے شرارتوں میں) پوچھ اور حقوق دے دے ہوتے تھے ایسے سخت اور شدید احکام ہیں کہ ان کو  
 پابند کیا ہوا تھا ان کو دور کرتے ہیں یعنی ایسے سخت احکام ان کی شراعت میں نہیں جو پہلے  
 میں آئے ہوئے لوگ اس میں پراگندہ لگاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور  
 اس کو راکھ بناتے کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے یعنی قرآن ایسے لوگ پوری قیامت  
 والے ہیں اگر ابدی عذاب سے نجات پائیں گے

### معارف و مسائل

عالم انبیاء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم (پہلی آیت میں حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ وسلم کے ہاں  
 عواذ کی آیت کے مخصوص مقامات تھے) میں ارشاد ہوا تھا کہ رسول اللہ کی رحمت ہر چیز پر خاص  
 کی گئی ہے آپ کی موجودہ امت بھی اس سے محروم نہیں لیکن مکمل نعمت و رحمت کے  
 مستحق وہ لوگ ہیں جسے ہوا میرا (یعنی اور اولاد وغیرہ کی مخصوص شرائط کو ترک کریں۔  
 اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان شرائط پر پورے اتارنے والے کوئی لوگ  
 ہوں گے اور بتایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں اس میں  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کے چند خصوصیات خاصہ و کمالات اور صفات کا بھی ذکر فرمایا ہے  
 ان کو لانے کا نہیں بلکہ آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قیامت آخرت کے لئے

ایمان کے ساتھ اتباع شریعت و سنت ضروری ہے۔  
 اَتُخْبِتُ اَلَّذِي هُوَ الَّذِي  
 تَسْمِي صفت اُمی بھی بیان کی گئی ہے اُمی کے لفظی معنی اُن شخص کے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا  
 ہو عام قوم کو فرقہ دار نہیں اُمیوں اسی لئے لکھا گیا ہے کہ ان میں سمجھنے کے کاروبار بہت کم  
 تھا اور اُمی ہونا کسی انسان کے لئے کوئی صفت مدح نہیں بلکہ ایک عیب سمجھا جاتا ہے مگر  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و معارف اور خصوصیات اور حالات و کمالات کے ساتھ  
 اُمی ہونا آپ کے لئے بڑی صفت کمال کی گئی ہے کیونکہ اگر علی علیہ السلام کی کمالات کسی کے لئے  
 اتوری سے ظاہر ہوں تو وہ اس کی تعلیم کا نتیجہ ہوتے ہیں لیکن ایک اُمی شخص سے ایسی تعلیم  
 علوم اور لفظی تفسیر و معارف کا شعور اس کا ایک لسان تھا ہوا صحیح ہے جس سے کوئی  
 پرسندہ وجہ کا سامنا و تقاضا نہیں بلکہ قرآن میں اس کا ذکر ہے کہ آپ کی عمر شریف کے  
 چالیس سال مگر مکتب میں سب کے سامنے اس طرح کی زندگی تھی کہ کسی سے دیکھ کر حریف نہ ہوا نہ  
 شک چالیس سال کی عمر ہونے پر ایک آپ کی زبان مبارک پر وہ کلام جاری ہوا جس کے  
 ایک چھوٹے سے مکتب کے خیال لانے سے ساری دنیا ہرگز کوئی اور حالت میں آپ کا  
 ہونا آپ کے رسول میں آپ اللہ پروردگار کے کلام الہی ہونے پر ایک بہت بڑی آیت  
 ہے اس لئے اُمی ہونا آپ کے دوروں کے لئے کوئی صفت مدح نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے لئے بہت بڑی صفت مدح و کمال ہے جیسے مکتب کا لفظ عام انسانوں کے لئے مستحق  
 مدح نہیں مگر آپ کے مکتب تعلیم اللہ کے لئے خصوصیت سے صفت مدح ہے۔

آیت میں جو صفت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ آپ کو روایت  
 و انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے یہاں یہ بات قابلِ نظر ہے کہ قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کی روایت  
 و احکامات کو لکھا ہوا پائیں گے بلکہ یہی قول و کلام اللہ تعالیٰ کی جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو  
 پائیں گے اس میں ارشاد اس بات کی طرف ہے کہ قیامت و انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی صفت اللہ تعالیٰ تعریف و توصیف کے ساتھ ہوں گی کہ ان کو دیکھنا ایسا ہوگا جیسے خود انصافیت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور قیامت و انجیل کی خصوصیت یہاں اس لئے کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی  
 اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں وہی وہی انصافیت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و صفات کو دیکھ لیں  
 بھی سمجھ دے۔

آیت مذکورہ کے اصل مخاطب موسیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جس میں ان کو بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا و  
 آخرت کی ممکن صلاح آپ کی امت کے ان لوگوں کا حصہ ہے جو نبی اُمی تمام الانبیاء علیہ السلام و

اسلام کا اہل بیت کر ہی جن کا ذکر وہ قورات و انجیل میں گھسا ہوا پائیں گے۔

قورات و انجیل میں رسول اللہ ﷺ موجودہ قورات و انجیل ہے یہ شمار تحریفیات اور تفسیر و تبدل پہنچانے صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات کے سبب قابل اعتناء نہیں رہی، اس کے باوجود وہ اب بھی بعض ایسے کلمات موجود ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دیتے ہیں، اور انہی بات باطل و باطل ہے کہ جب قرآن کریم ہے یہ اعلان کیا کہ خاتم الانبیاء کی صفات و علامات قورات و انجیل میں لکھی ہوئی ہیں، اگر یہ بات واقعہ کے خلاف ہوتی تو اس زمانہ کے یہود و نصاریٰ کے لئے تو اسلام کے خلاف ایک بہت بڑا ہتھیار یا قہر آگاہا کہ اس کے ذریعہ قرآن کی تکذیب کر سکتے تھے کہ قورات و انجیل میں انہی جی اسی کے حالات کا ذکر نہیں، لیکن اس وقت کے یہود و نصاریٰ نے اس کے خلاف کوئی اعلان نہیں کیا، یہ خود اس پر شاہد ہے کہ اس وقت قورات و انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات واضح طور پر موجود تھیں جس نے ان لوگوں کی زبانوں پر ہم ہر گاہ دی۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات قورات و انجیل میں لکھی تھیں ان کا کلمہ بیان تو قرآن کریم میں بحوالہ قورات و انجیل آیا ہے اور کچھ روایات حدیث میں ان حضرات سے منقول ہے جو انہوں نے اصلی قورات و انجیل کو دیکھا اور ان میں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک پھر کر ہی وہ مسلمان ہوئے۔

بڑی بے لوث الشیوۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی بڑا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کیا کرتا تھا وہ اتفاقاً بیمار ہوا تو آپ اس کی بہار پڑی کے لئے قشر پیب لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سر ہائے کبرا کو قورات پڑھ رہا ہے، انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اسے یہودی میں مجھے خدا کی قسم دینا چاہی جس نے مولیٰ علیہ السلام پر قورات نازل فرمائی ہے کہ کی تو قورات میں میرے صفات اور صفات اللہ میرے ظہور کا بیان کیا ہے اس نے انکار کیا تو شاید بلایا رسول اللہ ﷺ غلط گوشتا ہے، قورات میں ہم آپ کا ذکر اور آپ کی صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے ہوا کوئی مسعود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خود یا کہ اب یہ مسلمان ہے اختلاف کے بعد اس کی تجویز نہ ہو سکتی تھی، باپ کے حاکم کی حکمت کو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا فرض تھا اس نے انکار کیا تو اس نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ شہادت دو، یہودی نے شہادت کے ساتھ وسطا کر لیا اور کہا کہ میں آپ کا اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب

۶

نکب میرا فرض ادا کرو وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ بیٹھ گئے اور ظہر و عصر و صبح و شام کی اور پھر لنگ لنگ صبح کی نماز میں اور افواہی، صباہ کرام یہ باجرا دیکھ کر رنجیدہ اور کھٹکتا ہو رہے تھے اور کہتے آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھو کر دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ٹال دیا اور صحابہ سے فرمایا یہ کیا کرتے ہو؟ جب انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں اس کو کیسے پرہیزاشت کریں کہ ایک یہودی آپ کی قید کرے، آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ کسی معاہدہ وغیرہ پر غلبہ کروں یہودی پر سب مایوس و کھارہ رہن رہا تھا۔

مجھ ہونے ہی یہودی نے کہا، اَفَیْقُتْ اَنْ لَا اَلَا لَہٗ اَلَا لَہٗ وَ اَفَیْقُتْ اَنْ لَا اَلَا لَہٗ اَلَا لَہٗ اس طرح مشغوف باسلام ہو کر اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنا ارشاد حاصل اللہ کے ہاتھ میں دے دیا، اللہ قسم کہ خدا تعالیٰ کی کریم نے اس وقت جو کچھ کہا اس کا مقصد صرف یہ اس شخص کا تھنا کہ قورات میں جو آپ کی صفات بتلائی گئی ہیں وہ آپ میں صحیح طور پر موجود ہیں، یا انہیں میں نے قورات میں آپ کے متعلق باطلات نظر سے ہیں،

”میں صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی وادعت عہد میں ہوگی اور ہجرت طیبہ کی طوت اور کھاس کا دم ہوگا، وہ نہ صرف مزاج ہوں گے نہایت بات کرنے والے نہایت نرم ہوں گے،

اب میں نے ان تمام صفات کا امتحان کر کے آپ میں صحیح پایا، اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے ہوا کوئی مسعود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ بڑا کھانا ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں فرمائیں، اور یہ یہودی بہت مالدار تھا، کوہ مالکی بھی ایک شہری دولت تھی، اس روایت کو کئی مفسرین میں شہور و کمال النبیۃ پہنچتی نظر فرمایا ہے۔ اور امام بخاری نے نبی مسند کے ساتھ کتب احادیث میں نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ قورات میں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھا ہوا ہے کہ

فَیْقُتْ اللہ کے رسول اور صحابہ کرام ہیں، نہایت مزاج ہیں نہ چور، نہ بزدل، نہ شہوت میں شہوت کرنے والے، ہدی کا ہار ہری سے نہیں دیتے بلکہ معاف فرماتے ہیں اور دیگر کرتے ہیں، اور ولادت آپ کی مکہ میں اور ہجرت طیبہ میں ہوگی، ایک شہر شام ہوگا اور امت آپ کی متعلقین ہوگی، یعنی امت و کلمت دونوں مسلمان ہیں، خدا تعالیٰ کی مسودہ لکھا کہ اس کے ہر ہاندہ کی پرہیزگے کے وقت وہ دیگر کہا کہ اس کی

وہ انتخاب کے سببوں پر نظر رکھ کر جگر اس کے ذریعہ اذکات کا پتہ لگا کر لپٹی لپٹے اپنے وقت میں پڑھا کرے۔ وہ اپنے بچے بچوں پر چند استعمال کیوں کر اور اپنے بچہ ڈالوں کو دھوکے دینے کا سامان نہیں گمان کا افسوس دینے والا دنیا میں آگاہ بشر کرے گا وہاں اس کی صفیں ایسی ہوں گی جیسے نماز جماعت میں، دست کوں کی تلاوت اور ذکر کی آواز میں اس طرح کو لگیں گی جیسے شہد کی خیموں کا شور مچاتے (نغمہ)

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت سہیل مونیؓ سے مندرجہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت سہیلؓ نے فرمایا کہ میں نے خود انجیل میں حضرت علیؓ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات پڑھی ہیں کہ

”وہ نہایت قد ہوں گے نہایت دلازداد، سفید رنگ، دو زلفوں والے ہوں گے ان کے دو زلف شادوں کے دو میان ایک ٹھوس ہونگی، جملہ قبل بذکوں گے، ہمارا اور اونٹ پر سوار ہوں گے، بکروں کا دودھ خود وہ لیا کریں گے یہ چند صفات استعمال فرمائیں گے اور میرا کرتا ہے وہ کچھ سے بڑی ہوتا ہے، وہ اسامیل علیہ السلام کی ذریت میں ہوں گے، ان کا نام احمد ہوگا۔“

اور ابن سعد نے طبقات میں، داری نے اپنے مستند میں، بتا جیئے وہ لائن نبوت میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت نقل کی ہے، جو کہ جو کہ سب سے بڑے عالم اور تورات کے ماہر مشہور تھے، انہوں نے فرمایا کہ تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لفظ طافہ مذکور ہے،

اسے نبی کہتے ہیں آپ کو بھیجا ہے سب امتوں پر گواہ، مگر ایک ملک کو نہ والوں کو یہ صاف دینے والا ہے، محال دلوں کو ڈرانے والا مگر اور انجیل میں خوب کی صافست کرنے والا مگر آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام مٹوئی رکھا ہے، نہ آپ سخت جرات میں نہ جھگڑو اور نہ زاریوں میں شرم کرنے والے، ہائی کا گاہر، بانی سے نہیں دیتے مگر معاف کر دیتے ہیں اور گوارہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک دولت دے دے جب تک اس کے ذریعہ فلاحی قوم کو سہارا نہ گزریاں پہل تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل، روحانی اور انسانی و سکھوں کو ملیں، اور پھر سے کافروں کو سننے کے قابل بنادیں اور بندے ہونے والوں کو سکھوں میں؟ اس میں کسی ایک روایت بخاری میں یہ روایت حدیث بخاری میں بھی مذکور ہے۔

اور کتب سابقہ کے بڑے ماہر عالم حضرت وہب بن نبرس سے یہ بھی نقل کے لائن البیرونی میں نقل کیا ہے کہ

”اقتراہی نے زوریں حضرت طوفان علیہ السلام کی طرف سے وہی فرمائی کہ اسے نافذ آپ کے بعد ایک نبی آئیں گے، ان کا نام احمد بن مرگا، میں ہی کہیں تاویض نہ ہوں گا اور وہ کسی نبی کی آقاؤں کو دیکھ کے اندر میں نے اس کے سبب ان کی کچھ خطائیں معاف کر دی ہیں، ان کی کثرت انتہا ہو رہی ہے میں نے ان کو وہ ذائقہ رکھی جو انبیا کو ملتا تھا ان میں اداں پر وہ فاضل عالم گئے ہیں جو کہ انبیا پر لازم گئے تھے، یہ بیکار کہ وہ مشرعی میرے سامنے اس حالت میں آئیں گے کہ ان کا تواریخیا علیہم السلام کے قور کی مانند ہوگا، اسے دو زلفوں کے معاف دان کی امت کو تمام امتوں کی صفت دی ہے میں نے ان کو چھ چیزیں خصوصاً طور پر عطا کی ہیں جو دوسری امتوں کو نہیں دی گئیں، ان کے ان کے خطا و نسب ان پر ان کو عذاب نہ ہوگا، جو گناہ ان سے بے قصد و قصد صلا ہو جائے گا وہ اس کی مغفرت مجھ سے طلب کریں تو میں معاف کروں گا، جو مال وہ اللہ کا نامیں طلب خاطر فرمائیں گے تو میں دینا ہی میں ان کو اس سے بہت نیک دے دوں گا، اور جو بے لالہ ہو کر کئی صفت بڑے اور وہ لانا لانا نہ ملوگا کہیں تو میں ان پر اس صفت کو صلا دے دے اور صفت کی طرف جرات نہادوں گا، وہ جو وہ ہو کر اس کے نبیوں کو ان کی اس طرح کر جو ہنگام سے وہی دے دوں اور کسی اس طرح کہ اس دھوکہ والی آخرت کا سامان بنا دوں۔ (روایت العساکر)

سبب کیوں میں سے چند روایات تورات انجیل و زبور سے حوالے سے نقل کی گئی ہیں پوری روایات کو کوشش نے مستقل کتابوں میں بھی کیا ہے۔

تورات و انجیل میں خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر جو مندرجہ کے خاص صفات و صفات اور علامات پر تفصیل پر تفصیل پر تفصیل کی گئی ہیں، اس آخری و دین حضرت مولا رحمت اللہ علیہ کی آخری مہاجر کی رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتب انجیل و تورات میں اس کو طرے مشرق وسطیٰ اور تفصیل و تحقیق کے ساتھ منکسر ہے، اس میں موجودہ زمانے کی تورات و انجیل میں ملنے والی حقیقات، ہماری میں ان کی بھی بہت سی صفات و فضائل کا ذکر موجود ہو چکا ہے، اس کا سونے سے آمد و دین ترجمہ حال میں شائع ہو چکا ہے، قابل و دلچسپ۔

سابقہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات و علامات کا تفصیل بیان تھا جو تورات و انجیل اور زبور میں لکھی ہوئی تھیں، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خط

صفت بھی مذکور ہیں۔

یہاں میں بھی صفت اُمر باہر وقت اور پڑھنے میں الشریعہ، تمہا ہون کے لفظ سنی چاہیے تھا ہوا، اور مقرر کے لغوی معنی اُتارنا، اچھی ہونا چاہئے، اس پر موقوف ہے کہ وہ ایک کام مراد نہیں ہو شریعت اسلام میں پاس ہے پہلے کے ہونے میں اور مقرر ہے وہ سے کام ہو دین و شریعت سے (یعنی دین)۔

اس جگہ اچھے کاموں کو معروف کے لفظ سے اور اُترے کاموں کو مقرر کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ دین میں ایک کام صحت میں کو کہا جائے گا جو کہ اول کے مسائل میں رائج ہوا اور چاہیے تھا کیا اور جو ایسا نہ ہو وہ مقرر کہلائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین نے اس کام کو ایک نہیں سمجھا اور خواہ کتنا ہی مصلحت معلوم ہو ان وقت سے شریعت و احکام، احادیث و کتب میں اس نے ان کاموں کو بھی اس تعلیم الشریعہ و حکم اور احادیث و کتب کی طرف سے نہیں پایا جاتی ان کو کائنات اور امور اور بدلت فکر اور اپنی قرار دیا ہے، یعنی کتب کے اس مقرر کے یہ ہیں کہ ان خصوصیت میں الشریعہ و حکم گروں کو ایک کاموں کا حکم کریں گے اور پڑھے کاموں سے منع فرما دیں گے۔

یہ صفت اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام میں عام ہے اور ہونا ہی چاہئے کیونکہ نبی اور رسول ہی کام کے لئے بھیجے جاتے ہیں کہ گروں کو ایک کاموں کی طرف وارث کریں اور پڑھے کاموں سے منع کریں، لیکن اس میں جگہ رسول کی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کے موقع پر اس کا بیان کرنا اس کی ضرورت ہے کہ ان خصوصیت میں الشریعہ و حکم کو اس صفت میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی خاص امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے اور وہ امتیاز کئی وجہ سے ہے، اول اس کام کا خاص سبق کہ ہر طبقہ کے گروں کو ان کے مناسب حال طریق سے فہمائش کرنا جس سے بات ان کے دل میں اتر جائے اور جاری و مدلول ہو، رسول کو یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں خود کیا ہے کہ اس کا اشارہ ہوگا کہ حق تعالیٰ کے اس میں یہ خصوصیت اور امتیاز ہی ملینے عطا فرمایا تھا، عرب کے بدوی پر اونٹ اور بکری چرانے کے ہوا کہ نہیں جانتے تھے ان سے ان کے اہل انعام پر انگو فرماتے اور یقینی جلی مضامین کو ایسے سادہ الفاظ میں سمجھا دیتے تھے کہ ان پڑھ گروں کی بھی سمجھ میں آجائے، انھیں کسی اور دوسرے طرح کے علم ادا ان کے سمجھنے ہونے کی علم دہم تھا، اسے ان کے انداز کے مطابق سمجھ کر ہی حق تعالیٰ اور ان کا مشا، سب ہی اس انگور سے متاثر ہوئے تھے، دوسرے آپ کی ادب آپ کے کام کی حفاظت و تقویت اور دلوں میں تاثیر بھی ایک سمجھنا انداز کرتی ہے جس سے پڑھنے میں بھی جب آپ کا حکم ملتا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔

اور محاورہ قوت و سقافت رسول کی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی گئی تھیں ان میں یہ بھی تھا کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انھی انھیں سکھوں کو دینا، یہ سب کاموں کو سننے والا بنائے گا اور بندہ دلوں کو سکھول دے گا، یہ اوصاف شاید ماسی خصوصیت کا تہیہ ہوں کہ رسول کی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے صفت اُمر باہر وقت اور پڑھنے میں الشریعہ عطا فرمایا تھا۔

دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان خصوصیت میں الشریعہ و حکم گروں کے لئے پاکیزہ اور پستندہ چیزوں کو مصلحت فرما دیں گے اور گندی چیزوں کو حرام، مراد ہے کہ بہت سی پاکیزہ اور پستندہ چیزیں جو دینی امور میں استعمال ہوتی ہیں ان کو حرام کر دی گئی تھیں، رسول کی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حرمت کو پختہ کر دیں گے مثلاً حلال جانوروں کی چربی وغیرہ جو دینی امور میں استعمال کی جاتی تھیں ان پر حرام کر دی گئی تھی کہ ان خصوصیت میں الشریعہ و حکم نے اس کو حلال قرار دیا، اور گندی چیزوں میں حلال اور حرام جانور و مشابہ اور نام حرام جانور داخل ہیں اور نام حرام جانور کا بھی مشابہ، شربت و خمر وغیرہ، اور مزاج المیزہ اور بعض جنسات نے مجرے اخلاق و عادات کو بھی گندہ کر دیا ہے۔

تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی وَذَیْقَہُ عَظِیْمَہُ وَذَیْقَہُ ذَوِیْہِہُ وَذَیْقَہُ اَیْہِیْہِہُ کَانَفَ عَظِیْمَہُ یعنی ان خصوصیت میں الشریعہ و حکم شادی کے لوگوں سے اس وجہ اور نہ کو ہوا نہ پرسلطنتی۔ لفظ ذوق کے معنی باور گاہ کے ہیں جو آدمی کو حرکت کرنے سے روک دے اور عقل و فہم کی تہیہ ہے، اس کی شادی کو عقل کی تہیہ ہے جس کے ذریعہ ہم کے ہاتھوں کو اس کی گروں کے لئے نافع و ہائما ہے، اور وہ عقل ہے اختیار اور ہائما ہے۔

وہ تمام اختلافات یعنی باور گاہ اور قیہ سے مراد اس آیت میں وہ احکام شافع اور وہ احکام وہابی ہیں جو اصل دین میں منظور دئے گئے ہیں، اس میں اس میں اس کے قائم کر دئے گئے تھے مثلاً کبوترانک جو اس کے کوئی نہ دعوہ دینا ہی اس میں اس کے لئے کافی تھا بلکہ وہ واجب تھا کہ اس میں نہایت اہم ہے اس کا شادی چاہئے، اور ان کے لئے یہ ہوا کہ جو ان کی نسبت ان کو ہائما آئے، ان کے لئے حلال نہیں تھا بلکہ اس میں سے ایک آپ کو اس کو ہلا دینی تھی، ہشت کے ان میں اس کے لئے حرام تھا جس میں انھیں سے کوئی گناہ نہ ہو، انھیں کو کاف و دینا واجب تھا، اس کا قتل عوام عذر ہو یا خطا، دونوں صورتوں میں قصاص ایسی قائم کا حق کرنا واجب تھا، انھیں دینے کا قانون تھا۔

ان احکام شافع کو بھی اس میں اس میں پرتا دئے تھے قرآن میں احکام اور اختلاف فرمایا اور یہ خبر دی کہ رسول کی صلی اللہ علیہ وسلم ان سخت احکام کو منسوخ کر کے سب احکام جاری فرما دیں گے۔









یوں ایک دھماکہ جیسے تھا۔ اسی کے خلاف قرآن نے یہ کہ اس کے خلاف ایسے لوگوں کا ہر رسول دیا ہے  
اپنی اپنی دعا کہ اسے خاص خاص مقصدوں کے لئے استعمال کیا وہ مقصد حاصل ہوئے  
میں سے جو کچھ آپ کوئی دعا کریں، میں نے اپنی دعا کو آخرت کے لئے محفوظ کر لیا،  
وہ دعا ہمارے اور قیامت تک جو شخص لکھ لے گا وہ اس کی شہادت دینے والا ہوگا  
اس کے کام آئے گی۔

فیضانِ عالم اور جو ایک رعایتِ عظمتِ ایزدینسی اشعری سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرا سموت ہو جائے تو وہ میری امت میں ہوا یا بہووری افضلان ہو اگر وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ ہم میں نہیں جائے گا۔

اور میں بخاری میں اسی آیت کے تحت میں برہایت اللہ و اللہ و اللہ کہ ہے کہ اللہ کے  
رہی اپنے عہد کے درمیان میں ہمت میں اختلاف ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ و اناس ہر پہلے  
کئے، دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کو مٹانے کے لئے پہلے کو حضرت عمرؓ کے لئے دانا،  
یہاں تک کہ اپنے کمرے کا کھانا کھانے لگا، بعد ازاں مجبوراً صدیق اکبرؓ واپس ہوئے اور حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، اور کہہ کر کہ حضرت عمرؓ کو مارنے میں مل جل کر  
نکالت ہوئی اور یہ بھی کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں مل جل کر مارنے میں مل جل کر مارا  
واقف عمرؓ کی، اللہ داد کا یہاں ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نڈاں ہو گئے،  
صدیق اکبرؓ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ عجب ہوئے لگاتار وہ شریک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
برایں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے آج میں نہیں ہوتا کہ میرے ایک ساتھی  
کو اپنی امانتوں سے چھوڑ دو، کیا تم نہیں جانتے کہ تم سے بڑا بڑا خداوندی ہے کہ اگر  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

تو ہم سب نے مجھے جیلا جوت اور کڑی جتنے جہنوں نے پہلی بار سیری و تصدیق کی۔  
 غلام صبر ہے کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم ہوا اور آئندہ آنے والی  
 رسولوں کے لئے اور ہر ملک پر خطہ کے باشندوں کے لئے اور ہر قوم و نسل کی کے لئے رسول عام  
 ہونا ثابت ہوا اور ہر کہ آپ کی ہفت کے بعد جو شخص آپ پر ایمان نہیں لایا وہ اگر کسی ساری  
 شریعت و کتاب کا یا کسی اور مذہب و ملت کا ہونا پیدا ایمان انفری و امتیاط کے ساتھ کسی کو  
 ہو وہ ہر گز نجات نہیں پائے گا۔

آئینہ رست میں بٹلوا کر میں اس فاسطی پاک کی طرف سے رسولی ہوں جس کی ہلک سی بی بی  
 قوام آسمان اور زمین، وہ ہی زندہ کرتا ہے وہ ہی مانتا ہے۔

اس کے امداد اور شاور فرمایا : فاما مولا ہاشم و عہد ولی الشیعی الزاہدی علی بن موسیٰ ہاشمی  
و کلمتہ بہ و آیت غورۃ لعلکم فیضک و ذل

یعنی حسبِ یہ بات معلوم ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوامِ عالم کے لئے رسول و نبی ہیں، ان کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہیں، تو ضرور ہی ہے کہ انسان لاء اللہ پر اور اس کے رسول نبی ہی پر، جو خود بھی اللہ پر اور اس کے عطا کردہ ایمان لاتے ہیں، اور ان کا اتباع کرے تاکہ تم صحیح راستہ پر قائم رہو۔

اللہ کے کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتابیں قرآن، انجیل، تورات وغیرہ ہیں، ایمان کے علم کے بعد پھر اتباع کا لازم ہے کہ اس کی فرضات کو کیا ہے کہ محض ایمان لانا یا زانیانہ تصدیق کرنا آپ کی مشرتوں کا اتباع کرنے کے بغیر اہمیت کے لئے کافی نہیں۔

حضرت تھنید رب ہادیؑ نے فرمایا کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچنے کے لیے راستے بند ہیں مگر اس راستے کے جو کیم کی اصل اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔

دوسری کڑی سند اسرار اور فرماوا: **وَجِئْ قَوْمَ خُذْرٰی اِنَّهُمْ لَفِئْلٌ**  
**بِالْبَیِّنٰتِ** کہ یہ ہے چننے والوں کی، یعنی مریض علیہ اسلام کی قوم جس کا  
 جہالت الہی بھی ہے۔ خود کو بھی حق کا اتباع کرتے ہیں اور اپنے بڑا داعی کے فیصلوں  
 جس حق کے کو ماننے کیلئے کرتے ہیں۔

سابقہ کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی کجروی، کج کنیتی اور گمراہی کا بیان ہوا تھا۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ پوری قوم بنی اسرائیل انہیں بیکار میں رکھ کر لوگ لے کر بھیجی ہیں جو حق کا اتباع کرتے ہیں، اور حق پیسنے کو تھے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تورات کے انجیل کے نوادر میں ان کی ہدایت کے مواقع پر ایمان کیا، اور جب حاکم الانجیا جعلی اشر علیہ سلم مبعوث ہوئے تو تورات و انجیل کی شرافت کے موافق آپ پر ایمان لائے اور آپ کا اتباع کیا بنی اسرائیل کی اس حق پرست جماعت کا ذکر بھی قرآن میں بار بار آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَنفَاقَتُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَىٰ عَلَى النَّبِيِّ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ مِنَ الْغَافِلِينَ

کتاب میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق پر قائم ہے، اللہ کی آیات کو امرات مجرلات کرتے ہیں اور سحر کرتے ہیں، ایک جگہ ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ أُمَّةً مُّذِنَ نُبِيٍّ كَذِبَتْ عَصِيًّا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

خود ہی یقیناً یعنی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کتاب و تورات انجیل دینی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔

اودھن جبر، ان کثیر و غیرہ لے اس جگہ ایک عجیب حکایت نقل کی ہے کہ اس جہالت



## خلاصہ تفسیر

اور آپ ان دہشتہ ہمسفر ہیودی لوگوں سے بطور تہنیت کے اس ہستی و اولوں کا جو کر دیا ہے شوقِ قربِ آپار ہے اور اس میں ہادی رہتے تھے جن کو ہفتہ کے روز شکار کرنا مشروع تھا، اس وقت کا حال دیکھئے جب کہ وہ (رواں کے ہونے والے) ہفتہ کے متعلق ہو گئے تھا اس کے بارے میں حدیثی سے نقل رہے تھے جس میں ان کے ہفتہ کے روز تو ان کے دریاں کی پھیلاؤں، پانی سے سرخ زلال نکال، ظاہر ہو کر اسطرح ویاہر ان کے سامنے آئی تھیں اور جب ہفتہ کا کل دن ہو تو ان کے سامنے آتی تھیں رنگہ رواں سے قدر کیں پانی جاتی تھیں اور وہ اس کی چھی کر چمکان کی اس طرح پر شادیہ آرائش کرتے تھے کہ کوئی مکرر بتا دیتا ہے کہ کوئی نہیں رہتا اور یہ آرائش اس سبب سے تھی کہ وہ اپنے لئے ایک کھانے کے لئے (اسی لئے) ایسے سوخت کھم سے ان کی آرائش کی کہ ان کی طاعت کی آرائش لطف اور کوئی اور تائید سے مقرر ہو چکا ہے) اور اس وقت کا حال پوچھئے، جب کہ ان میں سے ایک بہت کھم کے (جو کہ ان کو نصرت کرتے کہ شوقِ فروع ہونے سے ان سے ہونے تھے ایسے لوگوں سے جواب بھی نصرت کے لئے چارے تھے اور اس قدر ان میں سے ہونے تھے عید اللہ تعالیٰ علیہم و آلہم و سلم سے معلوم ہوتا ہے، یوں کہ ان کے ایسے لوگوں کو نصرت کے جانتے ہو جن سے قبول کیے امید نہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ بالحق چوک کرے والے میں یا نہ کرے جو تھی ان کو کوئی اور طرح کی نصرت نہ دینے والے تھے یعنی ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہ تھا غافل کر کے ہو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے (اور اپنے) رب کے روزِ قدر کر کے گئے ان کو نصرت کرتے ہیں کہ ان کے روزِ قدر کو نہیں کرے اسے ان شرم نے تو کھانا کھا انہوں نے نہ تھا ہم صلف ہیں، اور نہ سب، اس کے کہ شاید وہ جانیں (اور عمل کرنے لگیں) کہ وہ کب عمل کرتے تھے، سو وہ غرض جب وہ اس امر کے تیار کہ میں نے یہ جو ان کو کھانا جانا تھا اپنی دماغ تو ہم نے ان لوگوں کو تو (غلاب سے) بچایا وہ اس ہی بات سے منع کیا کرتے تھے اعلان و بارِ منع کرتے رہے اور فراقِ یومِ خلد سے اس کے شہر رہے، اور ان لوگوں کو کہ کہ حکم مذکور میں (وادی کے تھے ان کی) اس عدول ملکی کی وجہ سے، ایک سوخت غلاب میں پڑوا یا یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے عمل کئے اور تو کسی ہوئی ایساں عاداتِ مذہبی کی انہوں نے ان کو ملامت و توبہ کر دیا کہ تم بعدِ قبولِ حاکم و یہ نفس ہوئی غلاب میں کی، و اعطت منہ ہدیہ آیات مذکورہ بھی معارف القرآن جلد اول سورۃ بقرہ میں تفصیل دیکھی ہے

کرم لوگ اس آبادی میں ماکر رہا اور کھانا اس کی چیزوں میں سے جس قدر منع ثبت کر دیا وہ بھی حکم دیا گیا کہ جب اندر جانے لگو تو زبان سے یہ کہتے جانا کہ جو تو میری اور ماحوی سے، لیکن جسکے دروازے میں داخل ہوا ہم تمہاری (جہلی) خدائیں معاف کر دیں گے یہ تو سب کچھ ہو چکا اور جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو یہ پرائ اور اس کے، سورہ انزال ان ظاہر ہے کہ ایک اور لوگوں کے ساتھ اس کے کہ جس کے لئے ان سے فراہم کی گئی تھی، اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سادی بھی بھی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو نالک کرتے تھے۔

وَيَعْلَمُ اللَّهُ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً لِّلْبَحْرِ مَآزِدُ  
اور پھر جسے حال اس کا جو مٹی دریا کے کنارے جب  
يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَاتُهُمْ يَوْمَ سُبْتِهِمْ  
حد سے ہفتہ کے حکم میں جب کہ ان میں سے ایک ہاں پھیلاؤں ہفتہ کے دن  
شُرَكَاءَ وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ لَا تَبْلُغُهُمْ  
بلکہ ان کے اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو ان میں اس طرح ہم نے ان کو نالک  
كَانُوا يَسْقُونَ ۝ وَإِذْ قَالَتْ أُمَةٌ مِّمَّنْهُمْ لِمَ يَعْبُدُونَ قَوْمًا  
کہ وہ قاتلوں تھے، اور جب وہ ان میں سے ایک ہاں پھیلاؤں لوگوں  
اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَدِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَتُنَا  
جو کہ ان کے کہہ کر ان کو غلاب سے بہت  
إِلَى رَبِّكُمْ وَعَلَّامُ السُّجُوتِ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ  
تیار رہے کہ ان کے اور اس کے شاید وہی  
أَجْبَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّؤْرِ وَقَالُوا لِيُنْزِلَ  
تو ہم نے ان کو منع کرنے کے نام سے  
ظَلَمُوا بَعْدَ آيَاتِنَا ۝ فَلَمَّا  
تھکے وہ لوگ ان کے غلاب میں سبب اس کے کہ ان کے  
عَمُوا عَنِ مَا لَمْ يَنْصَرِفُوا ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ  
بھولے ان کام میں جس سے وہ منع کئے تھے کہ ان کے  
عَارِسِينَ ۝  
انہی۔















مومن باقی رہے گا وہ اعجاز و انوار کریں گے۔ فاشائے دُعا پسند بدیع قسطنطنیہ  
التجلیہ۔

پھر یوں درجہ مالک نے اس نظام عدل و انصاف کے قائم کرنے پر اپنا تقاضا پیش فرمایا اور دنیا کی حکومت کی طرح ہر ایک صاحبِ اہل و عیال کو انہیں دسویں ایکڑ تک زمین کے ساتھ ایک نظامِ تربیت قائم کیا۔

جیسے پڑھانے والے کوئی شفیق باپ اپنے گھر پر معلومات کو درست رکھنے اور اہل و عیال کو تہذیب و ادب سکھانے کے لئے کوئی گھر پر قانون اور ضابطہ بنانے کے جو شخص اس کے خلاف کرے گا اس کو سزا ملے گی، مگر اس کی شفقت و مہربانی اس کو اس کی برائی سے آزاد کرے گی اور ایسا انتظام کرے جس کے سبب ان ہی سے کوئی سزا کا مستحق نہ ہو بلکہ سب کے سب اس کے ضابطہ کے مطابق چلیں، بچے کے لئے کچھ کر کے کھول جانے کی ہدایت اور اس کے ضابطہ کو برسرِ مرقہ کر دی ہے تو اب سوچئے اس کی یہی فکر کرتا ہے کہ بچہ اس کام کے لئے وقت سے پہلے تیار ہو جائے۔

رئیسِ عالمگیری کی رحمت اپنی مخلوق پر اس اور باپ کی ششکشت و رحمت سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنی کتاب کو محض قانون اور تحریرات نہیں بنایا بلکہ ایک ہدایت نامہ بنایا ہے اور ہر قانون کے ساتھ ایسے طریقے بھی لکھے ہیں جن کے ذریعہ قانون پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ اسی نظامِ درویشیت کے تقاضے سے اپنے ائمہاء و شہداء پر بھی ان کے ساتھ کافرانہ ہدایت نامے بھیجے، و غرضوں کی بہت بڑی تعداد و تکمیل کی خاطر ہدایت کر کے اور مدد کر کے ان کے لئے مقرر فرمایا۔

اسی نظام و تربیت کا ایک تقاضا یہ بھی تھا کہ قوم اور ہر فرد کو مختلف سے پیدا کرنے اور اپنے رب کریم کو یاد کرنے کے لئے مختلف قسم کے سالانہ پیدا کرنے، زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اور وہاں رہنے والے مخلوقات اور خود انسان کے اپنے وجود کی کائنات میں اپنی یاد دلانے والے اشیاء و نشانیوں کو دیکھ کر یاد دلانے کی ہوش سے کام لے کر کسی وقت اپنے مالک کو دیکھ سولے، وہی اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَلِیُّمُ الرَّحْمٰنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے نام سے دعا ہے کہ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سَائِرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖمُ وَاٰلِہٖمُ سَلَامٌ، یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کے لئے باری نشانیوں میں اور خود تمہارے دعو میں میں، کیسے بھی تمہیں دیکھتے۔

اسی طرح فاضل انسان کو بیدار کرنے اور عمل صالح پر لگانے کے لئے ایک انتظام سرگرم اور اولین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ افراد اور جماعتوں اور قومیوں سے مختلف اوقات اور حالات میں اپنے انجیل پر عمل اسلام کے ذریعہ وہاں سے لڑنے کو قانون کی بنیادیں کے لئے تیار کیا گیا۔

قانون مجرمانہ کی متعدد ذراکات میں بہت سے معاہدات و موافقات کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف  
 ممالکوں سے مختلف اوقات و حالات میں لے گئے۔ انبیاء علیہم السلام سے عبد اللہ بن ابی بکر  
 کو ابن عباس کی طرف سے پیغام رسالت ملے وہ اپنی اپنی امتوں کو رضو و رضو پناہ دیے وہ اس میں  
 ان کے لئے کہیں کا توفیق اور توفیق کی طاقت و توفیق کا اندازہ اس لئے سائنس غرض کہ ان کے لئے توفیق کی طاقت  
 مقدر جماعت نے اپنے اس معاہدہ کا پورا حق ادا کر دیا۔ یہ پیغام رسالت کے بعد ان کے لئے توفیق  
 سب کے لئے توفیق کر دیا۔

اس طرح ہر رسول و نبی کی امت سے اس کا عہدہ لیا گیا کہ وہ پہلے اپنے انبیاء کا انتخاب کریں گے، پھر خاص خاص اہم معاملات میں خصوصیت کے ساتھ اس کے پیروار کے میں اپنی پوری قریائی صرف کرنے کا عہدہ لیا، جس کو کسی نے پیورا کیا کسی نے نہیں کیا۔

اٹلی معاہدات میں سے ایک اہم معاہدہ وہ ہے جو شام، انبیا، قطیف، الکوسہ سے ہمارے  
 رسول کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیانیہ کتب انبیا، قطیف، الکوسہ سے ہمارے  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے، اور جب موضع پائیں گے، ان کی مدد کریں گے جس کا ذکر اس  
 آیت میں ہے۔

وَلَا تَعْلَمُ اللَّهُ السَّيِّئَاتِ لَهَا الَّذِينَ يَرْسِلُهُمْ يَقْرَأُ كِتَابًا وَجْهًا

یہ تمام عہدہ و مشورے حق تعالیٰ کی رحمت کا بدلہ کے مظاہر ہیں اور مقصد ان کا یہ ہے کہ انسان پر کوشش انسانیاں ہے۔ اگر انسان اپنے فرائض کو پھول جاتا ہے، اس کو بار بار ان معاملات کے درپے پھولنے کی کیا ناکہ وہ ان کی ذلالت و ذی کو سکے تباہی میں نہ ڈرتے۔

نبوت یعنی کبریا کی حقیقت | اہلبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب علماء و مشائخ میں سے نبوت لینے کے تصور و راہ سے وہ بھی اسی صفت الہیہ کا اقتدار ہے، خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے معاملات میں سنا پر کارنامے سے نبوت کی کہ میں سے نبوت، روان کا گذر، قرآن کریم میں بھی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ﴿قَدْ وَدَّعَ الْاٰلِھُ عِزَّ الْمَلٰٓئِکَہِ وَرَآءَ مَا یُشَکُّوْنَ﴾ ثانی حقیقت فتنوں کو پسلی اور داعی پرورگان کو گھول سے تنہا کر دینے کے ایک خاص درجہ و کثرت کے نتیجے میں آپ کے ہاتھ پر نبوت کی۔ ہجرت سے پہلے انصار مدینہ کی نبوت مقرر ہوئی اسی قسم کے معادلات میں سے ہے۔

بہت سے صوفیہ گروا گم سے اسی اعلیٰ درجے کے صانع کی پابندی پر ہیست لی۔ صوفیائے کرام میں جو بیت مرقوع ہے وہی ایمان اور علی صانع کی پابندی اللہ کی ہوں سے پہنچنے کے اہتمام کا عہدہ چارواک سنت الشراعت سنت الانبیاء کا اتباع ہے۔ اسی دہرے میں اس میں خاص برکات ہیں کہ انسان کے

حلوں ہونے سے یہی واقع ہو گیا کہ جس طرح کی بیعت عام طور پر بناؤاقت جابلوں میں روایات مانگی ہے کہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دینے ہی کو بیعت کے لئے کافی سمجھتے ہیں یہ سراسر پہچانت ہے، بیعت ایک معاہدہ کا نام ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس معاہدہ کو توڑنا ہونا کیا چاہئے کہ وہ وبال کا خطرہ ہے۔

سورۃ الاحزاب کی گوشہ آیات میں ان معاہدات کا ذکر تھا جو بنی اسرائیل سے احکام اور امت کی پابندی کے سلسلے میں ملے گئے تھے، مذکورہ صدر آیات میں اس خاکہ کے معارفہ کا بیان ہے جو تمام اولاد آدم سے اس خاکہ دنیا میں آنے سے پہلے ازل میں لیا گیا ہو یا بعد از ان کے بعد السمعت کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

وَرَدَّ اخْتَنَ وَثَاقَ بَيْنَ بَنِي آدَمَ وَمَنْ مِّنْ طُلُوفِ ذِمَّتِهِمْ فَخَالَفُوا ذِمَّتَهُمْ فَخَالَفُوا عَنْ النَّفْسِ وَمِنْ لَّا يَدَّ، ان کی زبانوں میں اولاد آدم کے لئے لفظ ذریت استعمال فرمایا ہے، اہم راغب اسفہانی نے فرمایا کہ لفظ ذر اصل لفظ ذر ہے جسے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پیر کر کے گئے، قرآن مجید میں کن جگہ لفظ ذر سے استعمال کے لئے استعمال ہوا ہے وَتَقْدِرُ ذُرِّيَّتُكَ عَلَى الْكَافِرِينَ، وغیرہ، اس لئے ذریت کا لفظ ترجمہ مخلوق کا چاہا، اس لفظ سے اشارہ کیا گیا کہ جو ان تمام لوگوں کے لئے عام ذر ہیں تھا ہر آدم علیہ السلام کے واسطے اس دنیا میں پیدا کئے جائیں گے۔

معاہدات مذکورہ میں اس حیدر ازل کی مزید کچھ تفصیلات آئی ہیں، اہم نکات، اور اوّل مرتبہ ان تمام امور کے بروایت مسلم بن یسار نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت فاروقی کاظم سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تھا، آپ سے جو جواب میں ملے سننا ہے وہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، پھر نیا راسخ محمد بنی کی بیعت پر صحابہ ان کی بیعت سے جو ایک انسان پیدا ہونے والے تھے وہ نکل آئے تو فرمایا کہ ان کو بیعت کے لئے پیدا کیا ہے اور بیعت ہی کے کام کریں گے، پھر دوسری مرتبہ ان کی بیعت پر دست محمد بنی پورا ہو چکا تھا تو فرمایا کہ ان کو بیعت کے لئے پیدا ہونے والے تھے ان کو نکال کر نکال دیا گیا اور فرمایا کہ ان کو بیعت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ دفعہ میں جانے ہی کے کام کریں گے۔

صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جب پہلے ہی بیعتی اللہ و

مشتبہ کر دینے کے لئے تو پھر عمل کس مقصد کے لئے کیا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو بیعت کے لئے پیدا فرماتے ہیں تو وہ جابلو جنت ہی کے کام کر کے لگتے ہیں یہاں تک کہ اس کا عاقلہ کہیں ایسے ہی کام پر ہوتا ہے جابلو جنت کا کام ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوزخ کے لئے بناتے ہیں تو وہ دوزخ ہی کے کام میں لگ جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا فائدہ بھی کسی ایسے ہی کام پر ہوتا ہے جابلو جنت کا کام ہے؟

مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کس طبقہ میں داخل ہے تو اس کو اپنی قرآنی اور قدرت اور اقتدار اپنے کاموں میں خرچ کرنا چاہئے جابلو جنت کے کام میں اور جہنم امیر مکرنا چاہئے کہ وہ انہی میں سے ہو گا۔

اور امام اشعری روایت میں بھی مفسرین بروایت حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نقل ہے، اس میں اشارہ فرمایا ہے کہ پہلی مرتبہ جو آدم علیہ السلام کی بیعت سے نکلے وہ مشرک کے تھے جو کابل جنت فرمایا، اور دوسری مرتبہ سہارنگ کے تھے جو کہ الجہنم جہنم قرار دیا۔

لہذا مذکورہ میں بھی مفسرین بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل ہے اس میں بھی ہے کہ اس طرح نیا دست لگایا ہوا ہے والی اولاد آدم پر ظہور میں آئی ان میں سے ہر ایک کی پیشانی پر ایک خاص قسم کی بیعت تھی۔

اب غور طلب یہ ہے کہ ان اموری میں تو ذریت کو آدم علیہ السلام کی بیعت سے لینے اور نکلنے کا ذکر ہے اور اگر ان کو بیعت کے الفاظ میں ہی آدم یعنی اولاد آدم کی بیعت سے نکلنا مذکور ہے۔ قطعاً اس کی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی بیعت سے ان لوگوں کو نکال دیا گیا جو پہلے آدم علیہ السلام سے پیدا ہونے والے تھے، پر ان کی نسل کی بیعت سے دوسروں کو آدم اسی طبقہ جس ترتیب سے اس دنیا میں آج آدم پیدا ہوئے والی قسمی اسی ترتیب سے ان کی بیعتوں سے نکال دیا گیا۔

محدث میں سب کو حضرت آدم علیہ السلام کی بیعت سے نکالنے کا مطلب یہی تھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد کو پھر اس اولاد سے ان کی اولاد کو ترتیب وار پیدا کیا جائے گا، اور ان میں سب کو بیعت آدم سے اپنی اور بیعت کا حق ادا کر لینے میں اس کی طرف سے تیار پایا جاتا ہے کہ اگر ذریت آدم جس وقت بیعتوں سے نکالی گئی تھی جب وہ تیار ہو گئے ہیں بلکہ وہ آدم کا لہذا سب تھا جو جس کے اطمینان ترین ذرات سے بنایا گیا تھا، کیونکہ بیعت اور بیعت کی ضرورت فریاد تردیدیں ہوتی ہیں۔ ان سب دوروں تک کہ ہر ایک حال سے دوسرے







## خلاصہ تفسیر

اور ان لوگوں کو رحمت کے واسطے اس شخص کا حال بخیر رسالہ پہنچا کر اس کو بھیجے۔  
اپنی کتابیں دی دینی احکام کا طریقہ اور پھر وہ ان راجح سے باطل بنی حق پرستی کے سلطان  
اس کے پیچھے ٹھہر گیا، سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا اور کلمہ چاہتے تو اس کو ان آیتوں  
دیکھتے تھے کہ اصل کلمہ کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے یعنی قرآن و احادیث پر عمل کرتا جس  
کا واسطہ قضا و قدر ہوتا، معلوم ہے تو اس کا رتھ قبول چھٹا ہو گیا وہ تو دنیا کی طرف مائل  
ہو گیا اور اس میلان کے سبب اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا (اور اہلیت و احکام پر  
عمل چھوڑ دیا) سو آیات کو بھیڑ کر جو پریشانی اور زلت دائمی اس کو عیب ہوئی اس کے  
اعتبار سے، اس کی حالت کتنی ہی بگڑی ہوئی کہ اگر تو اس پر زور کرے اور مار کر نکال دے، تب  
بیس باچے یا اس کو اس کی حالت پر بھیڑ دے تب بھی ہانپے کسی حالت میں اس کو راست  
نہیں، اسی طرح یہ شخص زلت میں تو کتنے کے مشابہ ہو گیا اور پریشانی میں کتنے کی اس صفت  
میں شریک ہوا جس میں اس شخص کی حالت ہوئی، اچھی حالت و عام طور پر ان لوگوں کی ہے  
جنہوں نے ہماری آیتوں کو جو کہ حید و رسالت پر دال ہیں، بھٹایا و کہ وضوح حق کے بعد شخص  
بڑی برستی کے سبب حق کو ترک کرتے ہیں، سو آپ اس ملال کو جان کر سمجھنا شاید وہ لوگ  
اس کو کوشش کچھ سوسے، واقفیت میں، ان لوگوں کی حالت بھی بڑی حالت ہے جو ساری دنیا  
و عالم الفریقہ و اہل سائنس کو بھٹانے میں ہیں اور اس تکذیب سے، وہ اپنا دینی نقصان  
کرتے ہیں۔

## معارف و مسائل

ذکورہ آیات میں بخدا اس وقت کا ایک عبرت، ایک قصہ مذکور ہے جس میں خدا اسرائیل کے  
ایک بڑے عالم اور مشہور مفتی کا علم و معرفت کے اعلیٰ معیار پر بوسے کے بعد و گمراہ و مہمو  
ہو جانے کا واقعہ مع اس کے کچھ بیان کیا گیا تھا، اس میں بہت سی عبرتیں ہیں  
اور تا سب سے اس واقعہ کی کچھ آیتوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں پریشانی کا ذکر تھا پہلی  
میں حق تعالیٰ نے تمام ہی آدم سے اور یہ خاص خاص حالات میں خاص خاص اقوام پر جو واقعہ  
و خبر سے تھے، اور مذکور آیات میں اس کا بھی ذکر یا خدا کے عہد کرنے والوں میں بہت  
سے لوگ اس عہد پر قائم نہیں رہے، جیسے یہود کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

دن میں قرآن اپنے لائے سے پیشہ آپ کے آتے کا انتظار کرتے تھے، آپ کی صفات و تمایل لوگوں  
سے بیان کیا کرتے اور ان کی تصدیق کیا کرتے تھے، مگر جب ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے  
تو دنیا کی عقل انھیں اس کی خاطر اپنی پرانے لائے اور آپ کا اتنا مانگنے سے باز رہے۔  
اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے  
ساتھ اپنے راجح و کلمہ رسالہ پہنچا کر اس کو بھیجے، جس میں بنی اسرائیل کے ایک بڑے عالم و مفتی  
اور مشہور پندہ کا اسی نام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت اور ہدایت کے بعد کراچی  
کا کلمہ ہے کہ دین علم اور پوری معرفت حاصل ہونے کے باوجود، جب نقصان اخلاص میں غلبہ  
آئیں تو یہ سب علم و معرفت اور معلومات منہ پر گر کر اور ذلیل و خوار ہو گیا۔  
قرآن کریم میں اس شخص کا نام اور کوئی شخص مذکور نہیں، اگر تفسیر صحابہ و تابعین سے  
اس کے بارے میں معلوم ہو، تو میں بھی نہیں، لیکن میں زیادہ مشہور اور مجہود کے نزدیک قابل اعتبار  
روایت وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ اس  
شخص کا نام بلعم بن باعورہ ہے یہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب کفان کا رہنے  
والا تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تھا، اللہ تعالیٰ کی بعض کنہوں کا علم  
اس کو حاصل تھا، قرآن کریم میں اس شخص کی صفت میں آئی ہے کہ اَشَدُّ قِلَابًا قِلَابًا  
اس سے اسی معنی طرف اشارہ ہے۔

جب غزوہ فوجانہ فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم  
ہبتانین سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ہبتانین نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کا فخر  
لے کر بھیجے گئے اور ان کے مقابل قوم فوجانہ کا شرف و عاقبت ہونا ان کو پہنچنے سے معلوم ہو گیا  
تھا تو ان کو فکر ہوئی اور جمع ہو کر بلعم بن باعورہ کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سخت  
آوی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اور وہ اس لئے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے ملک  
سے نکال دیں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ان کو ہمارے مقابلہ سے واپس کر دیں، و میری  
کریم بن باعورہ کو اس واقعہ میں معلوم تھا کہ اس کے ذریعہ جو فوجانہ کا شرف و عاقبت ہونا ان کے ساتھ  
ہم نے کہا افسوس ہے کہ ہم کیسے بات کہتے ہو، وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ  
نے فرشتے ہیں ان کے خلاف ہونا جیسے کہ کنگ ہوں حالانکہ ان کا مقام جو اللہ کے نزدیک  
ہے وہ میں میں جانتا ہوں کہ ان ایسا کوئی گمراہ و فاجر و دنیا و دلوں تباہ جو ہمیں گئے۔  
ان لوگوں نے بے حد اضطراب کیا تو اس پر ہم نے کہا کہ اچھا میں اپنے رب سے اس  
حادثہ میں معلوم کروں کراچی دعا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اس نے اپنے معمول کے مطابق

معلوم کرنے کے لئے استخفاف یا کئی عمل کیا، خواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے، اس نے قوم کو بتا دیا کہ جہاد نہ کرے، اسے منع کر دیا گیا ہے، اس وقت قوم یہاں پر تھم کوئی بٹا ہوا نہیں کیا جو حقیقت و حشر تھی، اس نے ہر قبل کر لیا تو پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ ضرور یہ کام کرو اور احاح و اسرار کی مدد سے، بعض دعایات میں ہے کہ اس کی پری سے مشورہ و دیگر یہ روش قبول کر لیں اور ان کا کام کریں، اس وقت جو کی رضا ہوئی اور ان کی محبت سے اس کو اندھا کر دیا، اٹھا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف جہاد کا نعرہ شریعی۔

اس وقت قدرت رب الہیہ کا عجیب و غریب ظاہر ہوا کہ وہ جو کلمات جہاد کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے کہنا چاہتا تھا اس کی زبان سے وہ الفاظ بدو کا نعرہ اپنی قوم جہاد کے لئے نکلے، وہ جہاد تھے کہ تم تو ہمارے لئے جہاد نہ کر رہے ہو، ہم نے جواب دیا کہ یہ سب سے اختیار ہے ہمارے میری زبان اس کے خلاف بڑھتا نہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر بھی تباہی نازل ہوئی اور ہم کو مزا کی کہ اس کی زبان اس کے سینہ پر لٹک گئی، اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ یہی تو دنیا و آخرت تباہ ہو گئی اب دعا تو میری چاہتی نہیں لیکن میں تمہیں ایک چال بتا رہا ہوں جس کے ذریعہ تم کوئی طریقہ اسلام کی فکر پر غالب آسکتے ہو۔

وہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو حیر کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان کو یہ تاکید کرو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کے ساتھ جو کر کریں کرتے رہیں، اور کاوش نہ بنیں، یہ لوگ مسافر ہیں، اپنے گھروں سے دلت کے نکلے ہوئے ہیں، اس نتیجہ سے ملے کہ یہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری انتہائی جہنم کی چیز ہے جس قوم میں یہ ہو اس پر ضرور عذاب نازل ہوتا ہے، وہ فوج کا کمان نہیں ہو سکتی۔

پھر کہ یہ شیطان جال ان کی سمجھ رہا تھا، اس پر عمل کیا گیا، بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی اس جال کا شکار ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس دہان سے روکا مگر وہ باز نہ آیا، اور شیطان جال میں جلا ہو گیا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں حضرت قسم کا طاعون پھیلا جس سے ایک روز میں ستر ہزار اسرائیلی مرنے لگے، یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے ہر کام کیا تھا اس جوڑے کو بنی اسرائیل نے کھن کے منظر عام پر ملک و ملک سب لوگوں کو عبرت حاصل ہوا اور تو یہ کہ اس وقت یہ طاعون رقی ہوا۔

قرآن مجید کی دیگر اصدات آیات میں اس کے متعلق فرمایا، فَاسْتَفْعَىٰ يٰٰهٰذَا سَيِّئُ مِمَّا فَعَلْتَ اِنَّكَ اَنْتَ الرَّاسِخُ الْكَاسِبُ اس شخص کو سدا کا سنگین دہان سے نکل گیا، اسلحہ کا لفظ اصل میں جالور کے کھال کے اندر سے اسلحہ کا پھیل کے اندر سے نکل جانے کے لئے بڑا مانا ہے، اس جگہ علم آیات کو ایک اس یا کھال کے ساتھ تشبیہ سے کر کے بتلایا گیا کہ یہ شخص علم و معرفت سے بالکل جدا ہو گیا، فَاسْتَفْعَىٰ يٰٰهٰذَا سَيِّئُ مِمَّا فَعَلْتَ اِنَّكَ اَنْتَ الرَّاسِخُ الْكَاسِبُ اس شخص کو ایک اس یا کھال کے ساتھ تشبیہ سے کر کے بتلایا گیا کہ یہ شیطان، مطلب یہ ہے کہ جب تک علم آیات اور ذکر الہیہ کے ساتھ تھا، شیطان کا تکیا اس پر نہیں تھا، جب وہ جالور کا شیطان اس پر قابو پا کر لیا تو کھن جن المونی، یعنی پھر ہو گیا وہ گمراہی میں سے، مطلب یہ ہے کہ شیطان کے قابو میں آئے گا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گمراہی میں شامل ہو گیا۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا، وَتَوَشَّعْنَا قُلُوبَهُمْ بِنُحْلٍ لِّمَنَ لَّا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْا حَقَّهَا، یعنی اگر ہم چاہتے تو اپنی آیات کے ذریعہ اس کو بلند مرتبہ کر دیتے، لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگا، لَفَقَطَ اَخْلَقْنَا لِمَا كَانُوا يَفْقَهُوْنَ سَمْعًا، اسے شوق ہے جس کے معنی میں کسی چیز کی طرف میلان کے یا کسی جگہ کو لازم پکڑنے کے اور انہیں کے اصلی معنی نہیں کے ہیں، دُنْيَا کی جتنی چیزیں ہیں وہ سب یا خود زشت ہے یا زمین سے متعلق گمراہی اور کھینچ، باطن و خیر و باطن سے ہی پیدا ہونے والی خواہشات چیزیں ہیں جو انسان کی زندگی اور معاش کا مادی ہیں، اس لئے لفظ انہیں بول کر اس جگہ پر دنیا مادی کی گئی ہے، اس آیت میں اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ آیات الہیہ میں اس جگہ پر اس میں پلٹنے اور ترقی کا سبب ہیں، لیکن جو شخص ان آیات کا احراز نہ کرے اور دنیا کی ذلیل خواہشات کو آیات الہیہ پر مقدم کر دے اس کے لئے ہی علم ایک و بلل بن جاتا ہے۔

اسی و بلل کا ذکر آیت میں اس طرح کیا گیا ہے، فَهَٰذَا نَتَنَبَّٰهُكَ بِهٖ لَعَلَّكَ تَتَّقِنِ، غَفِيْرٌ وَلَقَدْ اَوْفَوْا بِكَ بِطَغٰفٍ، لفظ لغت کے اصل معنی یہ ہیں کہ زبان کھال کھن کے ساتھ سامنے آیا جاتے۔

ہر حال تاریخی زندگی میں اس کا محتاج ہے کہ اندر کی گرم اور زہریلے ہوا کو باہر سے اچھے اور باہر سے تازہ ہوا ملنے اور ناک کے واسطے سے اندر لے جائے، اسی پر ہمارے زندگی کا مدار ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر حال کیلئے اس اہم کام کو ایسا آسان کر دیا ہے کہ ہمارا دھار و جنت اس کی تک کے تقاضے سے اندر کی ہوا باہر اور باہر کی تازہ ہوا اندر ملتی ہے، اس میں خاص کو کوئی زور لگانا ہے کہ کسی اختیار یا عمل کی ضرورت پڑتی ہے، دھرتی کو فطری طور پر یہ

کام تسلیم کر دیتے اور ہر بار بتا دیتے۔  
 ہاتھ دلوں میں صرف کتاب لیا ہوا ہوتا ہے جس کو اپنے سامنے کی آمد و رفت میں زبان  
 نکال کر زور لگانا اور حرکت کرنی پڑتی ہے اور دوسرے جانوروں کی کیفیت بہت اس وقت  
 ہوتی ہے جب کہ ان پر کوئی حملہ کرے یا وہ خشک جہاں یا کوئی آغاقی صحت پر فرما دے۔  
 قرآن کے لئے اس شخص کی کتنے کے ساتھ شکار دی، وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شکار کی جگہ  
 وندہ کر لے گی اس کو یہ سزا دی کہ وہ ان سے بچ کر سینہ پر لٹکے گا جس کی اور وہ ہمارے  
 کی طرح اپنا ہاتھ اٹھا کر کوئی اس پر حملہ کرے یا زور دے وہ ہر حال میں اپنا ہاتھ بچا دے۔  
 اس کے بعد فرمایا، فلا یفعل مثقل فقوم ان فی کل کواکب لایحیون، یعنی یہی شکار ہے  
 ان کو ان کی چیزوں سے ہماری آجوں کو بچھلایا، صحت ان میں اس لئے فرمایا کہ مراد اس سے  
 اہل مکہ میں جو ہمیشہ سے شکار کرتے تھے کہ ان کے پاس کوئی ہڈی اور وہ ہرگز نہ ہوں بلکہ  
 تعالیٰ کی طاعت کی طرف ہلے گا اور طاعت کو صحیح طریقہ سکھائے، پھر جب وہ ہرگز نہ گئے اور  
 ان کی نشتانیوں کے ساتھ گئے کہ ان کے بعد قیامت و تعالیٰ میں خود بھی خشک و شکر کی  
 کوئی نکل پڑے تو ان کی تکذیب کرنے اور آیات الہیہ سے روگردانی کر لے گا۔

اور بعض حضرات طعن کرتے فرمایا کہ اس سے ملو، یعنی اس میں ہیں، جو نبوت نبوی سے  
 پہلے آپ کی علامات و خصوصیات قرآنی میں پھر کہ ان کو لکھا گیا کہ آپ کی تشریف  
 آوری کا انکار کیا کرتے تھے، مگر جب آپ تشریف لائے تو سب سے زیادہ دشمنی اور کفایت  
 اسی لوگوں نے کی اور نبوت کے انکار سے ایسے صاف نکل گئے جیسے شہنشاہ میں ہوا اور نکل  
 گیا تھا۔

آخر آیت میں فرمایا فاقض فی القلوب قلوبکم فیتقوا، یعنی آپ اس شخص کا واقعہ  
 ان لوگوں کو سننا دیجئے شاید یہ کہہ سکیں اور اس کے واقعہ سے نصرت حاصل کریں۔  
 تیسری آیت میں فرمایا ان کتاب الہیہ کو چھٹانے والوں کا پورا حال ہے اور یہ لوگ اپنی ہی  
 جانوں پر ظلم کر رہے ہیں اور کسی کا کہ نہیں لگاؤ۔

آیات مذکورہ اور ان میں بیان کئے ہوئے واقعہ میں اہل مکہ کے لئے بہت سے فوائد  
 اور عبرتیں اور نصیحتیں ہیں۔

اولیٰ کہ کسی شخص کو اپنے علم و فضل اور زور و عبادت پر ناز نہیں کرنا چاہئے حالت  
 ہلنے اور گرنے ہوئے درجہ کئی، جیسے معلمین احرار کا شہر ہوا، طاعت و عبادت کے  
 ساتھ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور استقامت کی دعا اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔

لو کہو یہ کہ ایسے مواقع اور ان کے مقدمات سے بھی آدمی کو پریشان کرنا چاہئے جو ان  
 اس کو اپنے دین کی طرف کانٹہ پر ہوشیار اور ان کی عیال کی محبت میں اس انجام بد کو  
 پیش پیش نظر رکھنا چاہئے۔  
 تیسرے یہ کہ خداوند گراہ لوگوں کے ساتھ متعلق اور ان کا ہر بار دعوت و حق و قیال  
 کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، بلکہ اس بلا میں ان کا ہر بار قبول کرنے کے سبب مبتلا ہوا۔  
 چوتھے یہ کہ یہ حیوان اور تمام کائنات پر ہی قوم کے لئے ناپسندیدہ اور پرہیز گار انسان بنی  
 ہے، جو قوم اپنے آپ کو ظالم اور افسوس ست محفوظ رکھنا چاہے اس پر لازم ہے کہ اپنی قوم  
 کی برائی کے کاموں سے پورے استقامت کے ساتھ روکے ورنہ خدا تعالیٰ کے غضب کو  
 دعوت دینا ہوگا۔

پانچویں یہ کہ آیات الہیہ کی خلاف ورزی خود بھی ایک غضب ہے اور اس کی دوسر  
 سے شیطان اس پر غضب اگرچہ زور و عبادت میں بھی مبتلا کر دیتا ہے، اس سے جس شخص کو  
 اللہ تعالیٰ نے علم دی، علم کیا ہوا اس کو چاہئے کہ اس کی قدر کرے اور اصلاح عمل کی فکر سے  
 کسی وقت غافل نہ ہو۔

مَنْ يَقْبِضْ يَأْتِ اللَّهُ فُلُوْهُمُ الْهَيْدَىٰ ۖ وَمَنْ يُّضِلَّ يَأْتِ الْهَيْدَىٰ  
 جس کو اللہ سے دسے وہ ہی ہستہ ہائے اور جس کو گم کر دے وہ ہی

هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْجَحْدَمَ كَثِيرًا رُّوْت  
 ہی کرتے ہیں اور ہم نے پیدا کئے اور ان کے فاسق بہت سے

الْحَيٰۤیٰۤتِ وَالْاِیْسِ ۖ لَقَدْ اَبْقٰیۤہُمْ فَاُولٰٓئِکَ لَا یَفْقَهُوْنَ بِہَا ۚ وَلَقَدْ اَبْقٰیۤہُمْ  
 ان اور آدمی، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور انھیں ہر

لَا یُجِبُ رُوْتِہَا ۚ وَلَقَدْ اَبْقٰیۤہُمْ اِذَاۤنًا لَا یَسْمَعُوْنَ بِہَا ۚ اُولٰٓئِکَ  
 کہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کا دل ہے ان سے سمجھتے نہیں وہ اپنے دل

کَاۡلَاۡعَامٍۭ بَلْ ہُمْ اَصْلًاۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝  
 جیسے ہر گز ان سے نہیں ڈرا، وہ وہی لوگ ہیں غافل

### خلاصہ تفسیر

جس کو اللہ تعالیٰ جاہلیت کرتا ہے وہ جاہلیت پائے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو گرا

کرنے سے سوائے ہی کوک راہدی خسارہ میں پڑ جائے گی، اچھے ان سے توجہ داریت کی کرنا اور داریت نہ ہونے سے منہم ہونا یکساں اور آدھ جب وہ لوگ اپنے قوی نمکر سے کام ہی نہیں لیتے تو داریت کہاں سے ہو، سوان کے نصیب میں تو دوزخ ہی ہے چنانچہ ہم نے ایسے بہت سے بچوں اور اسکان دولہا دی ہیں، رہنے کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے نام کوکو؛ دل دین گئی ایسے ہی جن سے حق بات کو انہیں سمجھنے (چنانچہ اس کا رادہ ہی نہیں کرتے اور دین کے فائدہ کو انہیں نہیں دہی گئی) ہیں جن سے انظر سے مال کے طور پر کسی چیز کی نہیں سمجھتے اور جن کے نام کوکو؛ کلن (ہیں) گرا ایسے ہیں جن سے استور پر کرنی بات کو انہیں سننے (دعویٰ) ہوگ (آخریت کی طرف سے پہلے تو یہ ہونے میں ہے) پھر پانوں کی طرح ہیں بلکہ اس کیفیت سے کچھ پانوں کو آخرت کی طرف متوجہ ہونے کی پھر پانوں کی طرح ہیں بلکہ اس کیفیت سے انہیں اور ان کو تر اس کا علم ہے کہ یہ تو ہی کہے ہیں سوس اختیار سے آئے لوگ وان چو پانوں سے ہیں) تارودہ ہے ماہ (ہیں) کرنا کہ یہ لوگ (دوجہ تو یہ دلائے کے آخرت سے) غافل ہیں (تخلات چو پانوں کے، جیسا اور بیان ہوا)

## معارف و مسائل

۱۔ پہلی آیت کا مضمون یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے صحیح راستی کی ولایت کو دی وہی داریت پائے والا ہے اور ان کو گمراہ کر دیا تو وہ ہی خسارے اور نقصان میں پڑنے والے ہیں۔  
۲۔ مضمون قرآن مجید کی بہت سی آیات میں بار بار آیا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ داریت اور گمراہی اور ہر چیز کو شر یا اچھے جیسے کے ظاہر صرف اللہ تعالیٰ کے احسان کے سامنے اچھے برے، اچھے غلط و دلوں راستے کہہ دیتے ہیں، اور اس کو ایک خاص قسم کا پانیا دیا گیا ہے وہ اپنے اس اختیار کو اگر اچھے اور صحیح راستہ میں خرچ کرتا ہے تو ثواب اور بہت کا مستحق ہوتا ہے، برے اور غلط راستے میں لگتا ہے تو عذاب اور سزا میں مبتلا ہوتا ہے۔  
۳۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ داریت پائے والے کو کبھی غمزدہ نہ کرنا اور گمراہی اختیار کرنے والوں کو کبھی نہ چن، اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ داریت کا راستہ صرف ایک ہی دینی حق ہے جو اکمل طبع اسلام سے شروع ہو کر خاتم الانبیاء علیہ السلام کے لئے حق کی پیروی کرنے والے خواہ اس زمانہ میں اور کسی نبی کی امت میں اور کسی دین و مذہب سے متعلق ہوں وہ سب ایک ہیں۔

اور گمراہی کے پیروں راستے ایک جگہ ہیں اس لئے گمراہوں کو کبھی غمزدہ نہ کرنا اور غم و غصہ نہ ہونا۔

نیز اس آیت میں یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ گمراہی اختیار کرنے والوں کی تو سزا اور انجام بد کا ذکر کیا گیا کہ وہ لوگ خسارہ میں پڑنے والے ہیں، اس کے باعقاب داریت یا استحضار کی کسی خاص جزاء کا ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف اتنا کہنے پر رکھا گیا کہ وہ داریت یا استحضار میں ہیں۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ داریت میں غلطی یا نشان غصہ ہے جو ہر دین و دنیا کی ساری فضول اور زینتوں پر عادی ہے، دنیا میں حیات طیبہ اور آخرت میں بہت کی ادھال یا غصہ سب داریت ہی کے ساتھ وابستہ ہیں، اس لحاظ سے داریت غور و یکسو کی ضرورت اور بہت بڑا انجام ہے جس کے بعد ان فضول کے شکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، جو داریت کے صلہ میں ملنے والی ہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے کوئی بڑی حکومت و سلطنت کا مالک کسی شخص کو یہ کہہ دے کہ تم ہمارے مقرب ہو تم ہماری بات سنیں اور مانیں گے تو یہ چاہئے والا ہوتا ہے کہ اس سے بڑا کوئی عہدہ و منصب یا کوئی دولت اس کے لئے نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو داریت یا استحضار کا خطاب دے دیا تو اس کو دین و دنیا کی ساری نعمتیں حاصل ہو گئیں، اس لئے بزرگان سلف نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر و عبادت خود ہی اپنی جہاں اور اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان عطا ہے، جو شخص ذکر اللہ میں مشغول ہے وہ اس دولت اللہ تعالیٰ کا اتمام نقد پا رہا ہے، آخرت و جنت کا اتمام دوسری نعمت ہے۔ اسی سے قرآن کریم کی اس آیت کا مفہوم بھی ہو سکتا ہے جس میں فرمایا جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا أَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ غَيْرِ غَاسِقٍ يُوشِي حَلَالًا غَيْرِ مُتَغَيَّرٍ لَوْنٍ، حلالہ و دلوں تجزیں ایک ایک ہیں، اور جو کسی عمل کا مواضع ہوتا ہے اور عطا ہوا مواضع۔

اس میں بڑا اور عطا کی حقیقت بتا دی کہ جس چیز کو تم تہنہ بخار اور صل کا بدلہ سمجھتے ہو وہ بھی در حقیقت ہماری عطا و انعام ہی ہے کیونکہ جس عمل کا یہ بدلہ ملے ہو وہ عمل خود ہمارا انعام تھا۔

دوسری آیت میں بھی اسی مضمون کی تہذیب و وضاحت ہے کہ داریت اور گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں جس کو بد داریت یا غلطی اس سے سوائے کام داریت ہی کے مناسب مسزد ہوتے ہیں۔

خود چون و دھشتہ تہنہ کشاید زمین آئن در وجود آید کہ باید



یعنی یہ لوگ بڑے روشن خیال تھے، مگر چونکہ ان کی ذاتی دنیاوی کامیابی کا سارا مصروف تھا ہی رہا جتنا عام جانوروں کا ہوتا ہے کہ اپنے ہم جن کی خدمت کر لیں، دوسرے کی خدمت اور اس کی راحت کے متعلق کچھ نہ سوچا نہ دیکھا، اس لئے وہ ان معاشیات اور عزائمات میں کوئی ہی ترقی نہ کر لیں، چنانچہ وہ شریعہ کو بیخ کن کر لیں، معنوی امور سیاروں سے دنیا کی فضا کو جہوں یکن سب خدمت صرف تن جلنے کے ڈھانچے اور پیٹ ہی کی ہے، اس سے آگے نہیں بڑھیں گے، لے دانی بھی وہ راحت کا سامان نہیں، اس سے تھکان کر لیں کہ ان کا چاہا بہرہ اگتا ہے اور اس بہت ہی بے فائدہ سمجھنے، دیکھنے، سننے کی فنی کوتاہی، مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو سمجھنا چاہتے تھے وہ نہیں سمجھ سکتے تھے، وہ نہیں دیکھا جو سننا چاہتے تھے، وہ نہیں سنا، اور نہ کچھ سمجھا اور دیکھا اور نہ وہ عام حیرانات کی سطح کی چیزیں سمجھ سکتے تھے، ان کا محو غلو، بیل بکری سب شریک ہیں۔

اس لئے اسب مذکورہ کے آخر میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا: **لَا تَعْلَمُونَ** کہ وہ لوگ ہر چیز کی طرح ہیں جن کی ہر بات کے صرف موجودہ ڈھانچہ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، وہی اور پیٹ ان کے فکر کی آخری مہر ہے، پھر فرمایا: **لَا تَعْلَمُونَ** بلکہ یہ لوگ ہر پاؤں اور جلازوں سے بھی زیادہ بے وقوف ہیں، دوسرے کہ کہانہ اور حکام صریح کے حکمت نہیں، ان کے لئے جزو و مزل نہیں، ان کا مقصد اگر صرف مرگ، زندگی اور دوس کے ڈھانچہ کی روشنی تک رہے تو بیخ ہے، مگر ان کو تو اپنے اعمال کا حساب و سنا ہے اور اس پر جزا و سزا ہونے والی ہے، اس لئے اس کا ان کاموں کو اپنا مقصد نہ سمجھنا جانوروں سے زیادہ بے وقوفی ہے، اس کے علاوہ جانور اپنے آثار و مالک کی خدمت میں پوری بھلائی ہے، ہیں اور ان ضروریات انسان اپنے رب اور مالک کی خدمت میں گھس کر رہے اس لئے ان جانوروں سے زیادہ بے وقوف اور غافل شہرہ! اسی لئے فرمایا: **لَا تَعْلَمُونَ**۔

**وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِیْنَ لَمْ یَكُنْ لَہُمْ**  
اور اللہ کے لئے ہیں سب اچھے نام جو اس کا یاد دہی نام ہو اور جو وہی کو یاد دہی نام ہیں  
**فِیْ اَسْمَائِہِ سَیُجَّدُوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰﴾**  
اس کے ناموں میں ۱۰ یاد دہی نام تھے ۱۰

### خلاصہ تفسیر

اور اچھے اچھے مخصوص نام اللہ کی لئے تھے خاص میں سو ان ناموں سے اللہ کی

کو موسیٰ کی کرہ اور دوسروں پر ان ناموں کا اطلاق مت کیا کرہ بلکہ، ایسے لوگوں کے متعلق یہی نہ دیکھو جو اس کے مذکورہ ناموں میں کوئی لڑکے ہیں اس طرح سے کہ خیر اللہ پر ان کا اطلاق کرتے ہیں یہی سبب اور لوگ ان کو مہر اور الہ اعتقاد کے ساتھ کہتے تھے، ان کو لوگوں ان کے کہنے کی مشورہ نہ ملے گی۔

### معارف و مسائل

بیمبلی آیات میں اہل جہنم کا ذکر تھا جنہوں نے اپنی عقل و حواس کو اللہ تعالیٰ کی انشاءتوں کے دیکھنے، سننے اور سمجھنے سے بچنے میں صرف نہیں کیا اور آخرت کی دائمی نواہل زندگی کے لئے کوئی سالانہ فراہم نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہو گیا کہ وہ خدا کا عقل و بصیرت کو ضائع کر کے فکر اللہ کے ذریعہ اپنے نفس کی اصلاح و فلاح سے غافل چھٹکے اور ہزاروں سے زیادہ گزری اور بے وقوفی میں مبتلا ہو گئے۔

مذکورہ آیت میں ان کے مرض کا علاج اور دوسری ذوا بیلائی عینی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور ذکر اللہ کی کثرت ہے، فرمایا: **وَقَالُوا لَا تَنْفَعُکُمْ ذٰلِکُمْ شَیْءًا**، یعنی اللہ ہی کے لئے ہیں اچھے نام، تو تم پکارو اس کو اپنی ناموں سے۔

اسما حسنہ کی تشریح! اچھے نام سے علاوہ عام ہیں جو صفت کامل کے حامل و جب پر ولایت کرنے والے ہیں، اور ظاہر ہے کہ کسی کامل کا علی الاعمال دوسرے سے اور کوئی دوسرے پر نہ ہو، ہر صفت کامل کا کائنات قبل و بعد شائد ہی کو حاصل ہے اس کے ہر نام کی مخلوق کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہر کامل سے دوسرے ناموں اور فاضل سے افضل ہو سکتا ہے فوقی علی ذللی علی علیہ کا کوئی مطلب ہے کہ ہر ہی علم سے بڑھ کر کوئی دوسرا علم ہو سکتا ہے۔

اس لئے اس آیت میں ایسی عبادت اختیار کی گئی جس سے معلوم ہو کہ یہ اسما حسنہ صرف اللہ ہی کی خصوصیت ہے و رسول کو حاصل نہیں، **فَاَدْعُوْهُ بِهَا**، یعنی جب معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اسما حسنہ ہیں اور وہ اسما حسنہ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اور ان ہی اسما حسنہ کے ساتھ پکارو۔

پکارنا یا پکارنا دعا کا ترجمہ ہے، اور وہ کلام کا لفظ قرآن میں دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے، ایک اللہ کا ذکر، اس کی حمد و ثناء، تسبیح و تہلیل کے ساتھ، دوسرے دعا یا است و مشغولت کے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرنا اور صاحب و اوقات سے نجات







وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَأَن عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِيرٌ

اس لئے کہ یہاں کیا ہے اللہ نے اس چیز پر ہے اور اس میں کہ شاید وہاں آگیا

اَقْتَرَبَ اجْلَافُهُمْ ۖ قَبْلَئِي حَدِيثٌ اَبْعَدُهَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥﴾

۱۱ کا وعدہ : سو اس کے چھو کس بات پر ایمان لائیں گے

خلاصہ تفسیر

اور ہماری مخلوق جن دلوں میں (سب گمراہ ہی نہیں بلکہ ایک ذمت دار ہیں اور انسانی ہے۔ اور اگرچہ ان میں ایمان اسلام کے مخالفوں کو دلوں کی طاقت (یعنی) کرتے ہیں اور اس کے مخالف اپنے اور مخالفوں کے معاملات میں انصاف بھی کرتے ہیں اور جو لوگ جہاد کی بات کو سمجھتا نہیں وہاں کہ جو بدعت بدعتیہ کی طرف اٹھتے جارہے ہیں اس طور کہ ان کو تہذیب انہیں اور ان کیلئے میں مذہب بدعتیہ کرانے سے ان کو جہالت دیتا ہوں ، بیشک میری حد سے بہت مضبوط ہے کیا ان دلوں کے اس بات میں غور کریں کہ ان کا جس سے سابقہ ہے ان کو مذہب جہاد میں نہیں ہے صرف ایک صاف صاف مذہب ہے اور ان کے دل میں دیکھ کر اے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پڑتا ہے تو کیا ان دلوں نے غور نہیں کیا ان لوگوں اور زمین کے عالم میں اور دنیا اور دوسری چیزوں میں جو امور خدائی نے پیدا کی ہیں ، انکار ان کو جو یہ کائنات میں اللہ مایل ہو جائے اور اس بات میں بھی غور نہیں کیا کہ ان کے اہل قریب ہی پہنچنے پر دیکھ کر اس کی مذہب سے غور ہے اور اس سے پہنچنے کی فکر کرتے اور اس فکر سے دین حق میں جہاد اور انکار قریب اہل برکت ہے اور جب قرآن مجید سے تو قرآن سے ان کی فکر نہ ہو سکتی نہیں ہوتی ، پھر قرآن کے بعد کو کو

بانت پر یہ لوگ ایمان لائیں گے

مَعَارِف وَمَسَائِل

پہلی آیات میں اور بھی جو کچھ کے حالات و صفحات اور ان کے لوازم کا یہ سبب بیان کیا تھا کہ انہوں نے خدا و ملائکہ و بصیرت اور فطری قوتوں کو ان کے اصلی کام میں لگایا اور ضائع کر دیا پھر اس کے بعد ان کے مرض کا علاج امر الہیہ اور کرالہ کے ذریعہ شروع کیا تھا، مذکورہ آیات سے پہلی آیت میں ان کے ہاتھوں میں اہل ایمان اور اہل حق کا ذکر ہے جنہوں نے عقل و تدبیر سے کام لے کر مصلحت و راستہ اختیار کیا، ارشاد ہے، قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ بِإِذْنِهِ فَهُمْ فِي نَورٍ

نئے موافق بنادیتے کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کو مسابط مستقیم کی طرف بٹھائی کرتے ہیں، وہ وہاں ان کے پاس میں کوئی نفع یا مسدود نہیں آئے۔ قرآن مجید میں ان کا فیصلہ بھی ہے۔ لیکن قانون الہی کے تحت کرتے ہیں۔

ابن تیمیہؒ اپنا جبر پر مبنی فہمی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس بات کو تلاوت کر کے ارشاد فرمایا کہ امت میں جو ذکر اس آیت میں ہے، میری محبت ہے، جو اپنے سبب جہنموں کے فیصلے حق والہ صاف مومن قانونی الجرح کے مطابق ہو جائے اور فیصلے دینے کے تمام حالات میں حق والہ صاف کو سامنے رکھیں گے۔

اور عربانِ محمدیہ کی ایک دواست میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساجدِ کونستاب کے لئے فرمایا کہ آیت تمہارے حق میں آئی ہے اور تم سے پہلے بھی ایک اہم ترین صفات عطا ہو چکی ہیں، پھر یہ آیت ثلاثہ فرمائی، "وَمِنْ ثَمَرَاتِ الْحَبْلِ أَفْئِدَةُ زَيْتٍ بِالْغَنِيِّ وَرَبِّهِ نَجْدٌ كَذَّابٌ"۔ مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہ علیہا السلام کی سمت میں بھی ایک نہایت اہم صفات کی حامل تھی کہ گورنر کی زندگی میں اور باہمی جنگوں کے تصفیہ میں حق یعنی مشریتِ الہیہ کا نیکو اِتباع کرتی تھی، اور امتِ محمدیہ کو بھی حق تعالیٰ نے ان صفات میں خصوصی امتیاز بخشا ہے۔

فصل دوم اس کا دو خدائیں ہیں ایک یہ کہ دوسرے لوگوں کی قیادت اور رہنمائی پر مشورہ میں شریعت کا اتباع کرے، دوسرے یہ کہ اگر کوئی جھگڑا آپس میں پیش آجائے تو اس کا فیصلہ شریعت کے قانون کے مطابق کرے۔

خود کا چاہے تو ہم کو دیکھیں یہی ہو کسی قوم اور جماعت کی شہرہ و ملی اور فلاح و دنیا و آخرت کی فلاح میں جو ممکن ہے کرم و عجب اور دوستی اور عدالت کی ہر حالت میں ان کا مقصد العین حق و انصاف ہی ہو، اپنے دوستوں اور رفیقوں کو ہر طریقہ کار سے نکلنا جس میں بھی حق کا کلیع ہو اور دشمنوں اور رقیبوں کی جھگڑوں میں بھی حق کے آگے اپنے سارے شہادت و خواہشات کو ترک کر دینا جس کا منہا صرف حق ہی رہتی۔

امت محمدیہ کی دوسری تمام متون پر فیصلیت اور فوقیت کا راز اور ان کا قطعا سچا مکتبہ  
یہی حق پرست ہے کہ انہوں نے اپنی بری زندگی کو حق کے تابع بنایا، جس جہاں یہ اپنی ہی  
قیادت اور رہنمائی کی دہی و قابضیت کے تعاضفوں کے مطابق کی، اپنی خلاف خواہشات اور خلاف  
یاقوتی رسوم کو اس میں مطلق دخل نہیں دیا، اور باہمی نزاعات میں بھی ہمیشہ حق کے سامنے گردن  
جھکا دی، صحابہ و تابعین کی ہر ایک تاریخ اس کی آئینہ دار ہے۔





امت اور عام مخلوق کے ساتھ غلبہ شفقت و رحمت کی بنا پر انتہائی درجہ رحم کا سلسلہ ہو سکتا تھا، اس لئے متذکرہ بین آیات میں سے پہلی آیت میں آپ کو نسل دینے کے لئے اوشاد فرمایا کہ

جس کو اللہ تعالیٰ گوارا کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا اور اللہ تعالیٰ

ایسے لوگوں کو گوارا ہی میں پیش کرتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی ہمت و دھڑی اور قبول حق سے اس امر میں پرکھ رہا ہے کہ آپ نہ ہوں کیونکہ آپ کا فیوض منصبی انتہائی بھاری تھا کہ جس بات کو صاف ادا نہ کرنا مومن کو پہنچا دینا وہ آپ پر داکر ہے، آپ کی ذمہ داری ختم ہو چکی اب کسی کا ماننا یا نہ ماننا یہ ایک تقریری امر ہے جس میں آپ کو دخل نہیں پھر آپ یہ یقین کیوں ہوں۔

اس صورت کے مضامین میں سے تین مضمون بہت اہم تھے، توحید، رسالت، آخرت، اور یہی تین چیزیں ایمان اور اسلام کی اصل بنیادیں ہیں، ان میں سے توحید و رسالت کا مضمون پہلی آیتوں میں تفصیل کے ساتھ آپ کا ہے، مذکورہ آیتوں میں سے آخری دو آیتیں مضمون آخرت و قیامت کے بیان میں ہیں جن کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے جو امام تفسیر ابن جریر اور سعد بن حمید نے بروایت قتادہ نقل کیا ہے کہ قریشی کسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزاء و تمسخر کے دریافت کیا کہ آپ قیامت کے آنے کی خبریں دیتے اور لوگوں کو اس سے ڈراتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو زمین کر کے بتلائیے کہ قیامت کس سن اور کس تاریخ میں آنے والی ہے مگر ہم اس کے آنے سے پہلے کے جاری کر لیں، آپ کے اور جہالت و دیوانہ جو تعاقبات و شہ زاری ہیں ان کا تعاقب بھی ہے کہ اگر آپ عام طرح سے لوگوں کو مٹانا نہیں چاہتے تو کم از کم ہمیں بتلا دیجئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

يَسْتَفْهِمُ قَوْمٌ لِّغِي الضُّلُوفِ، الْاَيَةُ

اس میں لفظ سلفہ عربی لغت میں تھوڑے سے زمانہ کے لئے بولا جاتا ہے جس کی کوئی خاص تحدید نہ لگے، اعتبار سے نہیں ہے، اور اہل نجوم کی اصطلاح میں رات اور دن کے پورے حصوں میں سے ایک حصہ کا نام سلفہ ہے جس کو اردو میں گھنٹہ کہا جاتا ہے، اور اگر ان کی اصطلاح میں یہ لفظ اس دن کے لئے بولا جاتا ہے جو ساری مخلوقات کی موت کا بدن ہوگا اور اس دن کے لئے کسی جس میں ساری مخلوقات دوبارہ زندہ ہو کر بقیہ عالمین کے دربار میں حاضر ہوں گی۔ اِن آیات کے صلی کتب اور مخلوق کے معنی شہر ہے اور قائم ہونے کے ہیں۔

لَا يَذْكُرُ الْاَيَةُ، تعلیل سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مگھولے اور غلبہ ہر کرنے کے،

فہم کے معنی چابک خنجر کے معنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عالم اور باخبر کے بیان کیے ہیں، اور اصل میں اس شخص کو حلی کہا جاتا ہے جو سوالات کے کسی معاملہ کی پوری تحقیق کر لے۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ پر لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اس کی تعیین کا مجھے علم صرف میرے رب کے پاس ہے، نہ پہلے نہ آخری کو معلوم ہے اور میں وقت پر بھی کسی کو پہلے معلوم نہ ہوگا جب وقت مقرر ہا جائے گا تو خود اللہ تعالیٰ ہی اس کو ظاہر فرما دے گا، کوئی واسطہ درمیان میں نہ ہوگا، عارضہ قیامت آسمانوں اور زمین پر بہت بھاری واقعہ ہوگا کہ ان کے ٹکڑے ہو کر اڑ جائیں گے اس لئے تقاضا ہے حکمت یہ ہے کہ ایسے شدید واقعہ کا اظہار پہلے سے نہ کیا جائے ورنہ یقین کر لے والوں کی زندگی بے ہوجائے گی اور مگر ان کو مزید اشتہاد و تسخیر کا موقع ملے گا، اس لئے فرمایا لَا يَذْكُرُ الْاَيَةُ یعنی قیامت تمہارے پاس آجائے ہی آئے گی۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ یہ مضمون نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے واقعہ اور آجائے آنے کے متعلق یہ بیان فرمایا کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے، ایک شخص نے کہا کہ کو کھانے کے لئے کپڑے کا تھکان کھانا کھا کر وہ ابھی معاملہ ذکر یا نہیں گئے کہ قیامت قائم ہو جائے گی، ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ دیکھ لے چلے گا اور ابھی اس کو استعمال کرتے نہ پائے گا کہ قیامت ہل جائے گی، کوئی شخص اپنے کوٹھ کی مرست کر رہا ہوگا اس سے فارغ نہ ہو جائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، کوئی شخص کھانے کا کفر یا ہتھ میں اٹھائے گا ابھی مذاک نہ پہنچے گا کہ قیامت ہل جائے گی، ایک شخص مقصد اس کا ہے کہ جس طرح انسان کی شخصی موت کی تاریخ اور وقت کو غیر معینی ہم رکھنے میں بڑی تکلیفیں ہیں اسی طرح قیامت کو جو ہر سے عالم کی اجتماعی موت کا نام ہے اس کو معنی اور ہم رکھنے میں بھی بڑی تکلیفیں ہیں، اول تو یہی ہے کہ یقین کرنے والوں کے لئے اس صورت میں زندگی و دہر اور دنیا کے کام مشکل ہو جائیں گے اور مگر ان کو طویل عیادت میں گزارنا و تسخیر کا بہانہ ملے گا اور ان کی سرکشی میں اور اضافہ ہوگا۔

اس لئے بغافلہ حکمت اس کی تاریخ کو ہم رکھا گیا تاکہ لوگ اس کے ہرگز نہ واقعات سے ہمیشہ ڈرتے رہیں اور یہ تو یہی انسان کو قائم سے باز رکھنے کا سب سے زیادہ موثر علاج ہے، اس لئے ان آیات سے تعلیم یہ دی گئی کہ جب اس کا یقین ہے کہ قیامت کسی روز آئے گی اور جب ایک لین کے سامنے سب کی پیش ہوگی، ان کے عمر بھر کے چھوٹے

ایکے برسے سب اعمال کا جائزہ لیا جائے گا جس کے نمبر میں بخت کی ناقابل قیاس اور  
تلافی نہیں ملے گی اور یا پھر بھلائی کا جنم کا وہ مشاہدہ باب ہوگا جس کے تصور سے  
بھی بچ پانی ہو لے لگتا ہے اور تصور ایک مستند کا کام ہے جس پر ناپا پنے پر فرصت مل کے  
وقت کو ان بحثوں میں مصروف رہے کہ یہ واقعہ کس بس اس اور تاریخ میں ہوگا، بلکہ عقل کا  
ہے کہ فرصت فکر کو نصرت جال کر اس دل کے لیے تیار میں مشغول رہ جائے وہ پلے علیین  
کے احکام کی خلاف ورزی سے ایسا نڈے پیچھے آگ سے ہر سال فرماتے ہے۔

آیت کے آٹھیں پھر ان قولوں کے سوال کا اعادہ کر کے پایا آیت کو وزن کجانی غنی  
تغنیاء پہلا سوال تو اس بات سے متعلق تھا کہ جب الیسا اہم واقعہ ہونے والا ہے تو جس اس کا  
پورا پورا صحیح تاریخ اور وقت کے ساتھ علم ہونا چاہئے، جس کا جواب دے دیا گیا کہ یہ سوال  
بے عقل اور بے وقوفی سے پیدا ہے عقل کا تقاضہ ہی ہے کہ اس کی تحقیق کسی کو خبر  
کی جائے تاکہ پر عمل کر لے والا ہر وقت مذاب آخرت سے اور کفر و فسق عمل کے اشتیاق کر لے اور  
جیسے اعمال سے باز رہنے میں پوری توجہ دے۔

اور اس دوسرے سوال کا منشاء ان لوگوں کا یہ سمجھنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کو ضرور قیامت کی صحیح تاریخ اور وقت معلوم ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے تحقیق کر کے  
اس کا علم ضرور حاصل کر لیا ہے مگر کسی وجہ سے بتائے نہیں اس سے پہلے قیامت و قیامت  
کا واسطہ و محرر آپ سے سوال کیا گیا جس میں قیامت کا پورا پورا بتلا دیں، اس سوال کے جواب  
میں اور اشارہ ہوا، مَن رَاقِبًا فَلْيَلْمِزْهُ فَإِنَّهُ بَدِيعُ الْإِنْسَانِ ذَكَرْتُمُ الْيَوْمَ

یعنی آپ کو تو ان کی حقیقت یہی ہے کہ قیامت کی صحیح تاریخ کا سامنے اللہ  
جل شانہ کے کسی نہ کسی شریعتی کو بھی علم نہیں ہے، مگر بہت سے لوگ اس حقیقت سے  
بے خبر ہیں کہ بہت سے علوم اللہ تعالیٰ صرف اپنے لئے محفوظ رکھتے ہیں جن کا کبھی اشتہار  
کوئی نہ نہیں ہوتا، لوگ اپنی جہالت سے یہ سمجھتے ہیں کہ تاریخ قیامت کا علم نبوت و رسالت  
کے لئے لازمی ہے اور پھر اس کا پیشہ چھلنے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا  
پورا علم نہیں تو یہ علامت اس کی ہے کہ معاذ اللہ آپ نہیں ہیں، مگر آپ پر معلوم ہو چکا کہ یہ خیال  
سرسے سے غلط ہے۔

شاہد یہ ہے کہ ایسے سوالات کرنے والے بڑے بے وقوف اور بے خبر ہیں، ان کو  
مسئلہ کی حقیقت معلوم ہے اس کی حکمت اور سوال کرنے کا طریقہ  
پانہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کی کچھ علامات کا علم دیا گیا تھا اور یہ کون اب

قبول ہے، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں بیان فرمایا  
بیان فرمایا ہے، اور فرمایا کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہی ہوتی ہیں جیسے آج تک وہ  
آنحیال۔ ورنہ ہی

اور بعض اسلامی کتابوں میں جو پوری دنیا کی عمرات ہزار سال تکانی ہے یہ کوئی آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں، بلکہ اسرائیلی روایات سے لیا ہوا مضمون ہے۔

علماء طہارت اہل حق نے جو علمی تحقیقات سے دنیا کی عمرات کو ان سال تکانی ہے یہ کئی  
قرنی آیت سے غلطی ہے مگر حدیث صحیح سے، اسلامی روایات میں ایسی کئی سے سند  
ہیں جو کواض کر دینے کا مقصد ہی شاہ اسلام کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا ہو، جن کی حد  
موجود احادیث میں موجود ہے، ایک صحیح حدیث میں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہی امت  
کو مخاطب کر کے ارشاد ہے کہ تمہاری مثال چھل امتوں کے مقابلہ میں اس ہے جیسے باہیل  
کے بدن پر ایک سفید بال ہو، اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی نظریں دنیا کی عمرات کی دلا ہے کہ اس کا اعادہ لگنا بھی دشوار ہے، اسی سے حافظ  
ابن حزم اسی نے فرمایا کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ دنیا کی عمرات کوئی صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا،  
اس کا صحیح علم صرف پیدا کرنے والے ہی کو ہے۔ (روایت)

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ  
تَوَلَّوْا كَرِهَ لَكُمْ شَيْءٌ أَوْ كَرِهَ لَكُمْ شَيْءٌ أَوْ كَرِهَ لَكُمْ شَيْءٌ

كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا تَسْأَلُونِي مِنَ الْغَيْبِ وَمَا عَشِي  
الشَّيْءُ فَإِنِ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَيُذَكِّرُ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا أَزْوَاجًا  
لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا خَفَ سَاحِدَتْ خَلْقًا خَفِيًّا كَثُرَتْ

بِهِ فَلَمَّا أَفْكَتْ دَعَا إِلَهُهُ رَبَّهُمَا لَمَّا انشَبْتَا صَارَ  
بِهِمَا نَسَبًا مِمَّا بَيْنَ يَدَيْهِمَا وَكَانَ بَيْنَهُمَا نَسَبٌ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْهِمَا

معارف القرآن



انہم ان کوئی بات بتلانے کو ناکارہ تو تھا۔ بس کچھ نہ کہیں اور اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تم ان کو بتاؤ کہ وہ تم کو کوئی بات بتائیں تو جہاں ان کا تار کر میں میں نہ بتائیں اور دوسرا اس سے زیادہ یہ کہ تم ان کو بتاؤ کہ تم کو کچھ بتائیں تو تمہارے کچھ پر ہمیں یقین تھا کہ بتائی بتائی ہوئی بات پر ان کے ذہن میں بہر حال الجھنا رہے اعتبار سے وہ ان امر پر اپنی خواہ مخواہ کرتا پکارا وہ حسب نہیں مانتے اور یا تم غلام غلامی ہو، حسب کو نہ بتانا چاہی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جو کام سب سے پہلے کر ہے کوئی بات بتلانے کے لئے پکارا سے تو اس کو لینا وہ اسی سے عاجز ہیں جو اس سے مشکل ہے کہ اپنی مخالفت کریں اور پھر اس سے مشکل ہے اور اس کی اصلاح کرنا اور پھر ان سب سے بڑا اور بڑے کہ کسی نے کو پکارا ان سے تو وہ ہر نفی و نافی تر عاجز ہوں گے پھر ویسے عاجز محتاج کب معبودیت کے لائق ہو سکتے ہیں؟

## معارف و مسائل

پہلی آیت میں مشرکین اور حوام کے اس غلط عقیدہ کی تردید ہے جو ان لوگوں نے بنیاداً علیہم السلام کے بارے میں قائم کر رکھا تھا کہ وہ عیب وان ہوتے ہیں۔ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی طرح تمام کائنات کے ذرا ذرہ برعادی ہوتا ہے، نیز یہ کہ وہ برائی اور نقصان کے مالک ہوتے ہیں جس کو چاہیں بلیغ یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اور اسی عقیدہ کے سبب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی حسین تاریخ بتلانے کا مطالبہ کرتے تھے جس کا تو اس سے پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔

اس آیت نے ان کے اس مشرکانہ عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے بتا دیا کہ علم عیب اور تمام کائنات کے ذرا ذرہ کا علم محیط صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص صفت ہے اس میں کسی مخلوق کو شریک علم یا خواہ وہ قرشتہ ہو یا نبی و رسول شریک و نظیر مقیم ہے مادی طرح برائی نقصان کا مالک برنا صلی اللہ تعالیٰ ہی کی صفت خاص ہے اس میں کسی کو شریک علم یا کسی شریک ہے، ہمیں کے مشائے ہی کے لئے آج نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معبود ہوتے۔

قرآن کریم نے بے شمار آیات میں بار بار اکر واضح فرمایا ہے کہ علم عیب اور علم محیط جس سے کوئی ذرہ پیدا نہ رہے بصری اور جبل شاد و صفت خاص ہے اسی طرح قدرت خلاق کو بلیغ نقصان قبضہ میں ہو یہی صفت خاص سے حق تعالیٰ شاذ و ان کی حققتوں میں غیر شدہ کو شریک قرار دینا بزرگ ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اس کا اعلان کریں، اس آیت میں جس نے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں، ورسول کے طبع نقصان کا تو کیا کر ہے۔

اسی طرح یہ بھی اعلان کر دیں کہ عالم الغیب نہیں ہوں کہ ہر چیز کا علم وہاں میرے لئے ضروری ہو، اور اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں ہر شے کی چیز کو ضرور حاصل کر لیتا اور کوئی نفع میرے ہاتھ سے فوت نہ ہوتا، اور ہر نقصان کی چیز سے ہمیشہ محفوظ رہتا، بننا اور کس کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا، حالانکہ یہ دونوں باتیں آئیں ہیں، بہت سے کام ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حاصل کرنا چاہا مگر حاصل نہیں ہوئے، اور بہت سی چیزیں ان کے لئے آئی ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچنے کا ارادہ کیا مگر وہ معصرت و تکلیف پہنچ گئی خود وہ حدیشہ کے موقع پر آپ صحابہ کرام کے ساتھ اور اس ہاتھ کو عروہ کا ارادہ کر کے حدود جرم تک پہنچ گئے مگر جرم میں داخلہ اور عروہ کی ادائیگی اس وقت نہ ہو سکی سب کو اس میں کھول کر دلیں ہونا پڑا۔

اسی طرح خود اعدائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھم پہنچی اور مسلمانوں کو عارضی شکست ہوئی، اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معروف و مشہور ہیں۔

اور شاید ایسے واقعات کے ظاہر کرنے کا مقصد یہ ہو کہ لوگوں پر مغلوبہ بات خارج کر دی جائے کہ انبیاء علیہم السلام اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول اور افضل مخلوق ہیں مگر ہم بھی وہ صلی علیہ وسلم قدرت کے مالک نہیں، ان کو اس لحاظ ہمیں کے شکار نہ ہو جائیں جس میں ہم مسلمان اور باطنی جیلا ہو گئے کہ اپنے رسول کو نوافی صفات کا مالک سمجھ لیتے اور اس طرح حرکت میں مبتلا ہو گئے۔

اس آیت نے ہمیں یہ واضح کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام ذات مطلق ہوتے ہیں وہ عالم الغیب مالک کو علم و قدرت کا اتنا ہی حقد حاصل ہوتا ہے جتنا میں جانب اللہ ان کو دے دیا جائے۔ ہاں اس میں شک و شبہ نہیں کہ اس کو علم کمال کا اس کو علم کمال ہے وہ ساری مخلوقات سے زیادہ ہوتا ہے خصوصاً بتائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں و آخرین کا علم عارف و باطنی اعتباراً یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کو جتنا علم دیا گیا خدا وہ سب اور اس سے بھی زیادہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا، اور اسی عطا شدہ علم کے مطابق آپ نے ان لوگوں کو غیب کی خبریں رسالہ کی چابی کا ہر عام خاص کے مشابہ کیا، اس کی دہرہ سے قرآن سکتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلووں لاکھوں غریب کی چیزوں کا طعم عطا کیا گیا تھا مگر اس کو اس طعم کا  
قرآن میں طعم غریب نہیں کھ سکتے اور اس کی وجہ سے رسول کو عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔  
آخر آیت میں اور اشار فرمایا اِنَّ اَمَانَاَ رَاقِبًا یُّؤْتِیُ الذِّیْ یُرِیْہِمْ فِیْہِمْ مَّشْوَیٰ مِمَّنْ یَّحْتَفِظُ  
صلی اللہ علیہ وسلم پر اس اعلان کر دینے کو میرا مقصد نہیں صرف یہ ہے کہ میں بیکاروں کو طلب  
ست فرائض اور نیک لوگوں کو فرائض عظیم کی خوشخبری سنائوں۔

دوسری آیت میں عقیدہ تو حید کا ذکر ہے کہ اسلام کا سب سے بڑا بیڑا تو حید ہے  
اور اس کے ساتھ شرک کے باطل اور نامعقول ہونے کا بیان کسی تفصیل کے ساتھ  
آیا ہے۔

شروع آیت میں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کار کا ایک منظر حضرت اہلوم و عولا کی  
پیشکش سے اس طرح بیان فرمایا اِنَّ الذِّیْ یُشَکِّکُمْ فِیْ دِیْنِ الْغَیْبِ ۚ فَاَنتُمْ وَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا نَظَّیْ  
اِیْتِیْتُمْ اِلَیْہِ ۚ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے جس نے سارے بنی آدم کو ایک ثابت آدم سے  
پیدا کیا اور انہیں سے ان کی اپنی حضرت عا کو پیدا کیا جس کا مقصد تھا کہ تم کو آدم علیہ السلام  
کو ایک ہم جنس آدم دم کے ذریعہ سکون حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت عجیبہ کا تقاضہ ہے تم کو تمام اور آدم ہمیشہ اس کی شکر گزار ہو  
اور کسی متعلق کو اس کی صفات کا طعم میں شریک نہ ٹھہرائے مگر غفلت شمار انسان نے معاملہ  
اس کے خلاف کیا جس کا بیان اسی آیت کے دوسرے جملہ اور بعد کی آیت میں اس طرح  
فرمایا گیا :

فَلَمَّا فَصَلَ طَافُتُ فَاِتَخَذْتُ مَخْلَافًا وَخِیْتُ اَنْ یَّجِدَنِیْ اُولَیُّ الْعِیْنِ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ  
اِنَّ یَّزِیْدَ سَآءَ لِمَنْ یَّکْفُرْ ۚ مِنَ الْغَیْثِ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ  
فَلَمَّا فَصَلَ طَافُتُ فَاِتَخَذْتُ مَخْلَافًا وَخِیْتُ اَنْ یَّجِدَنِیْ اُولَیُّ الْعِیْنِ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ وَفَعَلَ الْغَیْثُ ۚ

یعنی اولاد آدم نے اپنی غفلت و ناشکری سے اس معاملہ میں عمل کیا کہ جب زمرہ  
کے باہمی اختلاف طے سے حل قرار پایا تو شروع سے وہاں تک عمل کا کوئی بوجھ نہ تھا  
آزادی کے ساتھ چلتی پھرتی رہی یہی وجہ حق تعالیٰ نے اپنی بیت کا طے مین اللہ صبروں  
کے اندر اس عمل کی حریت کر کے اس کو بڑھا یا اور اس کا بوجھ محسوس ہونے لگا تو اب اس پر  
نگریش پڑ گئی اور یہ خطرے محسوس کرنے لگے کہ اس عمل سے کیسی لوگوں پیدا ہوگی مگر یہ نہیں  
اوقات انسان ہی کے پیٹ سے عجیب عجیب طرح کی مخلوق پس پیدا ہو جاتی ہے اور میں اوقات  
انفس اقلقت بچہ پیدا ہوتا ہے اندھا یا بہرا یا گنگ یا داغہ جسے معذور، ابلہ، طراوت کے

سب میں باپ ہے و عایش باپ کے کیا اللہ ہی جسے سالم بچہ عادت فرمائیے مگر جسے سالم بچہ پیدا  
اور ہم شکر گزار ہوں گے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی وعائیں سن لیں اور پھر صحیح سالم عطا کر دیا تو اسب  
شکر گزاری کے بجائے شرک میں مبتلا ہو گئے اور اولاد پر ان کے شرک میں مبتلا ہونے کا  
سبب بن گئی، جس کی مختلف صورتیں ہوئی ہیں، کبھی تو عقیدہ ہی فاسد ہوتا ہے، یوں کہ جیسے  
ہیں کہ وہ شایکی ولی یا بزرگ نے وہاں کبھی یہ بتا دیا کہ ہم کو کسی زندہ یا مرنے والے  
کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور ان کے نام کی نذر دنیا ز کر کے لیتے ہیں یا بچہ کو لے جاتے ہیں  
کے سامنے اس کا قصاص کر دیتے ہیں اور کبھی بچہ کا نام رکھنے میں مشرک یا دانا غریب  
کر دیتے ہیں، عبد اللہ، عبد العزیز یا عبد العزیز یا عبد العزیز یا عبد العزیز یا عبد العزیز یا عبد العزیز  
سے لے کر کبھی بچہ کی نذر اللہ تعالیٰ کے بجائے ان بتوں یا ان بتوں کا پیدا کیا ہوا بت ہے  
یہ سب مشرک یا عقائد و اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلہ میں شرک کے بجائے ناکاری  
کی مختلف صورتیں ہیں۔

تیسری آیت کے آخر میں ان لوگوں کی ہے راہی اور کج روی کو واضح کرنے کیلئے  
فرمایا فَخَشِنَیْ اِلَیْہِمْ اَمْثَلًا ذَمًّا لِّیُّرَیْہِمْ ۚ یعنی پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جس کو ان لوگوں  
نے اختیار کیا۔

آیات مذکورہ کی اس تفسیر سے بات واضح ہو گئی کہ اس آیت کے پہلے منظر میں حضرت  
آدم و حوا کا ذکر کے اولاد آدم کو ان کے استہزاء اور شرک گزاری کی تعلیم دی گئی ہے، اور آخری  
منظر میں بعد کی آنے والی اولاد آدم کی گواہی اور گواہی کا بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھلائے  
شکر گزاری کے شرک کو اختیار کر لیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شرک اختیار کرنے والوں کے معاملہ کا تعلق حضرت آدم و حوا  
سے متعلق نہیں جس کے سبب حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت کو کوئی شبہ ہو، بلکہ اس کا تعلق  
بعد کی آنے والی نسلوں کے عمل سے ہے، اور یہ تفسیر جو ہم نے اختیار کی ہے تفسیر دیگر  
میں بدولت ابن المنذر و ابن ابی عاصم مفسر القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے۔  
قریبی اور حاکم کی روایات میں ہو یا کتب حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا اور شیطان  
کے فریب دینے کا ذکر ہے اس کو ہم نے اسرائیلی روایات زیادہ سے زیادہ قابل اعتبار سمجھا ہے  
لیکن بہت سے محدثین نے اس کی توثیق نہیں کی ہے، مذکورہ تفسیر پر اگر اس قصہ کی روایت کر  
سجیح بھی بنی لیجائے تو ہمیں آیت کی تفسیر میں کوئی اشکال و شبہ باقی نہیں رہتا۔









ہم سے اس جگہ بھی معنی - اور اسے کہ اس جگہ کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ آپ کا یہ کاروں ،  
خدا کا ارادے کے گناہ و قصور کو معاف کر دیا کریں

امام تفسیر ابن کثیر بطبری نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل ایں سے آیت کا مطلب پوچھا ، جبریل ایں نے اللہ تعالیٰ سے  
دریافت کرنے کے بعد یہ بتایا کہ اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ  
پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کر دیں اور جو آپ کو کلمہ دے آپ اس پر غصہ نہ کریں اور  
جو آپ سے قطع تعلیق کرے آپ اس سے بھی بدلا کریں

اس جگہ ابن مردودہ نے روایت مدعی بن عبادہ سے نقل کیا ہے کہ غزوہ بدر میں جب  
آنحضرت کے چار حضرت حمزہؓ کو شہید کیا گیا اور زنیؓ بے دردی سے ان کے اعضاء کاٹ کر  
دش کی بے رحمی کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش کو اس ہیئت میں دیکھ کر فرمایا  
کہ میں لوگوں نے حمزہؓ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے میں ان کے سر کاڑھوں کے ساتھ ہلکا ہلکا  
کر کے چھڑوں گا ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو بتایا گیا کہ آپ کا یہ مقام نہیں  
آپ کے شایان شان ہے کہ وہ غزوہ بدر میں سے کام لیں ۔

اس قصور کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد بن حنبلہ نے روایت کی  
روایت سے نقل کی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکرم اخلاق کی تعلیم دی  
وہ وہی تھی کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو ، جو تم سے قطع تعلیق کر دے تم اس  
سے بدلا کرو ، جو تم سے قطع کر دے تم اس کو بخشش دیا کرو ۔

ابو یوسف نے روایت علی مرتضیٰ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان  
سے فرمایا کہ میں تم کو انہیں واقفین کے اخلاق سے بہرہ نفع دیتا ہوں ، وہ یہ ہے  
کہ جو شخص تم کو محروم کرے تم اس پر غصہ نہ کرو ، جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو ، جو تم  
سے قطع تعلیق کرے تم اس سے بھی بدلا کرو ۔

لفظ عفو کے پہلے اور دوسرے معنی ہیں اگرچہ فرق یہ لیکن ماحصل دونوں کا  
ایک ہی ہے کہ لوگوں کے اعمال و اخلاق میں سرسری ملاحظہ فرما کر براداری کو قبول فرمایا  
کرے ، بظاہر بخشش اور بخشش میں نہ رہیں ، اور ان سے اخلاقی مہربانی کا معاملہ  
دیکھ کر اعدا کی خطاوں اور قصور سے دیگر فراموش ، ظلم کا انتقام نہ لیں ، چنانچہ رسول اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و اخلاق ہمیشہ اس سانچے میں چلے رہے ، جس کا پورا تقاضا یہ اس  
وقت ہوا جب کوئی شخص آپ کے جان دشمن آپ کے قصص میں آئے تو آپ نے سب کو

آؤ اور کہے کہ فرماؤ کہ تمہارے مظالم کا بدلہ لونا تو کیا ہم نہیں کھینچے معاملت پر ملامت  
بھی نہیں کرتے ۔

دوسرا بعد اس ہدایت نامہ کا قائلہ ہالغزنی ہے ، لغزنی بمعنی صرف ہر اچھے  
اور مستحسن کام کو کہتے ہیں ، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ کے ساتھ برائی اللہ تعالیٰ سے پیش  
آئیں آپ ہی سے انتقام لیں ، بلکہ معاف کریں کہ اگر کسی نے آپ کو تکلیف کا کام کی یا کسی  
کرتے رہیں ، گو یا بدی کا بدلہ ہی لیں ، ظلم کا بدلہ نہ ہو ۔ انصاف ہی سے نہیں بلکہ احسان  
سے دینا ۔

چوتھا بعد از آخری غنی الجہلیات ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جاہلوں سے آپ  
کنارہ کش ہو جائیں ، مطلب یہ ہے کہ ظلم کا انتقام چھوڑ آپ ان کے ساتھ نہ کرنا بلکہ  
کا معاملہ کریں اور زہی کے ساتھ ان کو حق بات بتائیں کہ نسبت سے جاہل اپنے میں ہوتے  
ہیں جو اس شرطاً نہ معاملت سے متاثر نہیں ہوتے ، اس کے باوجود وہ حالت اذیت سے ہمیش  
آتے ہیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ آپ کا معاملہ یہ چلنا چاہئے کہ ان کے دکھناں اور جلاظ  
کلمہ سے متاثر ہو کر انہیں بھی سوت گفتگو دکر ان سے کنارہ کش ہو جائیں ۔

پام تفسیر ابن کثیر نے فرمایا کہ کنارہ کش ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ان کی کراڑی کاجوڑ  
برائی سے دھریں ، یہ معنی نہیں کہ ان کو ہدایت کرنا چھوڑ دیں کہ یہ بدظن رسالت و نبوت  
کے شایان شان نہیں ۔

پچھٹا چھٹی میں اس جگہ ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ  
حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے فائد میں عینہ ابن مسیح نے آپ کو اندازے میں پیش کر  
کر کہا کہ یہاں ہوا ، صحبت عربی قیس ان اہل علم حضرات میں سے تھے جو حضرت فاروقی  
دارالام کی مجلس مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے ، عینہ نے اپنے پیشتر عربی قیس سے کہا  
کہ تم امیر المؤمنین کے مقرر ہو سرتے ہو ان سے ملاقات کا کوئی وقت لے لو ، غرض  
قیس نے فاروقی کو اطلاع دی اور فراموش کی کہ میرا چچا عینہ آپ سے ملنا چاہتا ہے ، آپ  
نے اجازت دے دی

گھر عینہ نے فاروقی اعظم کی مجلس میں پہنچ کر نہایت نیر مہذب اور نعلی گفتگو کی کہ  
آپ ہیں جہاں ہوا صحیح دیتے ہیں ، نہ ہمارے ساتھ انصاف کرتے ہیں ، فاروقی ظلم کو اس  
پر غصہ کیا تو عربی قیس نے عرض کی کہ امیر المؤمنین ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے غنی الغنوة  
قائل ہالغزنی وغیرہ غنی الجہلیات ، اور یہ شخص بھی جاہلین میں سے ہے ، یہ آیت





مطلوبہ ہے جو قابل استعانت نہیں۔

ابو جہز ہجرت و مکہ لائے تھے ہیں ان میں سے قرآن مجید ایک نسخہ موجود ہے جس نے ساری دنیا کو اپنا بکرا بنی ایک چھوٹی سی شہرت کا نیش لائے گا مکمل پہنچنے والا درماری دنیا باد کو پوری کشتیوں کے اس کا نیش لائے سے عاجز ہو گئی تھی نہایت واضح علامت اس بات کی ہے کہ قرآن کسی بشر کا کام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے مکمل کام ہے

اس سے فرمایا: **هَذَا بَشَرًا مِثْلُكُمْ** یعنی یہ قرآن ہمارا ہے، آپ کی طرف سے بہت سی باتوں اور حجبوں کا مجموعہ ہے، جن میں اولیٰ غور کرنے والا یہ یقین کے بغیر نہیں دیکھ سکتا کہ کلام اللہ تعالیٰ تبارہ کا ہی ہے، کسی مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں، اس کے بعد فرمایا: **وَهُدًى وَبُشْرًا لِلْمُؤْمِنِينَ**، یعنی یہ قرآن دلیل و حق نورسا ہے، یہاں پہلے سے مگر متعدد رنگ پہنچائے والا اور رحمت حق تعالیٰ کا مستحق بنانے والا ہے، ان کو گواہی کے لئے ہے جو اس پر ایمان لائیں۔

دوسری اہمیت میں بتلایا گیا کہ قرآن مجید مومنین کے لئے رحمت ہے مگر اس رحمت سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے قرآن حفظ و آداب میں جن کو خطابِ عام کے ساتھ اس طرح ذکر فرمایا، ﴿وَذَرُوا فِيهَا مَوَاطِنَ لِمَا يَخْرُجُ الْخُزْآنَ وَفِيهَا يُقَرَّبُ شَأْنُ الَّذِي يَبْتَغِي غَايَةً﴾ اعلیٰ صہب قرآن پڑھا جائے تو ہم اس پر کان لگاؤ اور خاصوسر پرہیز۔

اس آیت کے شان نزول میں روایات مختلف ہیں کہ یہ حکم نوحی قرأت کے بارے میں آیا ہے یا خطبہ کے یا مسطحاً قرأت قرآن کے سواء غار یا خطبہ میں ہر بار دوسرے حالات میں، لیکن یہ جو بیرونی کے نزدیک صحیح ہے کہ اس طرح الفاظ قرأت کے عام ہیں اسی طرح اس کا حکم بھی سب حالات کے لئے عام ہے بجز خاص استثنائی مواقع کے۔

اسی لئے مختصر ہے اس گزرتے اس پر استدلال کیا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو قراوت نہیں کرنا چاہئے، اور یہی فقہاء نے مقتدی کو فخر پریشانی کی حمایت کی ہے ان کا نام بھی میضیٰ ہے اس کی دعوت بھی ہے کہ امام کے سکے کے وقت دائرہ فارسی جاتے ہیں اس جیٹ کا موقع نہیں، اس بحث میں علماء نے مستقل کی یہ پھر جیٹ فری بہت تھی جس کا مطالعہ کیا جائے۔

اصل مضمون آیت کا یہ ہے کہ لڑائی گریز کریم جو لوگوں کے لئے رحمت قرار دیا گیا اس کی شرط یہ ہے کہ وہ قرآن کے احکام و احکام کے ساتھ ہیں اور اس پر عمل کریں، اور بلاشبہ قرآن کا یہ ہے کہ جب وہ بڑھا جائے تو سنیے والے اپنے کان اس پر لٹائی اور بوجھ سوشی رہیں۔

کان نکلے میں یہیں داخل ہے کہ اس کو سنیں اور یہیں کہ اس کے احکام پہلے کہنے کی جہد ہو کر رہیں، اسطرح یہ قرطبی، آخر ائمہ میں **أَعْلَمُكُمْ وَفَوْضَلُكُمْ** فرما کر اس طوطا اشارہ کر دے کہ قرآن کا راستہ، پڑھا اس کے مذکورہ آداب میں لایا ہے سو قوف ہے۔

علاوہ ازاں کہ اس وقت  
عاموں کو دیکھنے کے لئے  
پسند نہ آئی ہو کہ  
اس کے بالقابل و غور ظاہر ہے کہ اگر کسی نے اس کی جگہ لڑی  
کر کے قرآن کی ہے نہ کسی کی تو وہ وقت کے بھلے قہر و غضب  
کا شہید ہو گا۔

خاندان کے اندر قرآن کی طرف کان لگانا اور خاموشی رہنا تو عام طور پر مسلمانوں کو معلوم ہے کہ اگر عمل میں کوتاہی کرے گا تو بعض لوگوں کو یہ بھی خبر نہیں ہوئی کہ انہیں اسے کوئی سورت پڑھنی ہے، ان پر لازم ہے کہ وہ قرآن کی تعلیم کو پہنچائیں اور سننے کی طرف دھیان دیکھیں، غلیظ جگر وغیرہ کا بھی شکار نہ بنیں مگر یہ علاوہ اس اہمیت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا خاص طور ہے شکر کے متعلق یہ آیا ہے کہ

وإذا خرج الإمام فليأصموا ولا يكلام **یعنی جب امام خطبہ کے لئے نکل آئے تو نہ**  
**نکالو نہ کلام۔**

اور ایک مدبریت میں یہ بھی ہے کہ اس وقت کوئی شخص دوسرے کو نصیحت کے لئے زبان سے یہ بھی نہ کہے کہ خاموش رہو، دیکھنا ہی سہو کہ ہاتھ سے اشارہ کر دے، غرض وہاں خطبہ میں کسی طرح کا کھلم کھسوٹ، ارد گرد یا غماز وغیرہ جائز نہیں۔

فقہاء نے فرمایا ہے کہ جو حکم خطبہ جمعہ کا ہے وہی عیدین کے خطبہ کا اور نکاح وغیرہ کے خطبہ کا ہے کہ اس وقت کان لگنا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

ابتر غلام احمد خلیفہ کے علاوہ عام حالات میں کوئی شخص بغیر خود خلافت کو رہا ہے تو دوسروں کو خاموش رہہ کر اس پر کان لگاوا چاہیے۔ یہی ہم نہیں، اس میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، بعض حضرات نے اس صورت میں بھی کان لگاتے ہیں اور خاموش رہنے کو واجب اور اس کے خلاف کرنے کو گناہ قرار دیا ہے، اور اس لئے ایسی جگہ جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہیں یا آرام کرتے ہیں کسی کے لئے باآواز بلند قرآن پڑھنے کو جائز نہیں رکھا اور ان شخص ایسے مواقع میں قرآن باآواز بلند پڑھتا ہے اس کو گناہ گنہ قرار دیا ہے۔ خلافت امت اسلامیہ کے لئے یہ ایسا ہی لگتا ہے۔

لیکن بعض دوسرے فقہاء نے یہ تفصیل قرائ ہے کہ کان لنگھا اور مستنصر عربی، ان کچھوں میں واجب ہے جہاں قرآن کو سنانے ہی کے لئے شریعتاً لازم ہو، جیسے نماز، خطبہ وغیرہ







دلت کی لٹن ٹلاؤ میں اور عادی نگار کلاوت میں بعض حضرات نے جو ایسے نیکو کام  
کئے کہ، اسی لئے امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کلاوت کرے والے کو اختیار ہے جس  
اچھے کلاوت کرے، البتہ آواز سے استاد کرتے ہیں چند منظر سب کے نزدیک  
آج کل کے، اول یہ کہ اس میں نام و خود اور دیا، کا نہ پیش نہ ہو، دوسرے اس کی آواز  
دوسرے لوگوں کا حرج یا حقیقت نہ ہو کسی دوسرے شخص کی نگار کلاوت یا کام میں نہ آ  
انسان نہ ہو اور پیش نام و خود اور دیا، کا یا دوسرے لوگوں کے کام یا کام میں نہ  
ہو جو سب کے نزدیک اچھے ہی پرستہ افضل ہے۔

۱

بھی بڑی جواب دہ۔

اور صحیح مسلم میں برائیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب کہ بندہ مسجد میں ہو، اس لئے تم مسجد کی حالت میں خوب دعا کیا کرو کہ اس کے قبول ہونے کی بڑی امید ہے۔

یاد رہے کہ تنہا مسجد کی کوئی عبادت معروف نہیں اس لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک کثرت مسجد سے مراد ہے کہ کثرت سے نوافل پڑھا کریں، بہتیں نفلیں زیادہ ہوں گی مسجد سے زیادہ ہوں گے۔

لیکن اگر کوئی شخص تنہا مسجد ہی کر کے دعا کرے تو اس میں بھی کوئی مشافقت نہیں اور مسجد میں دعا کرنے کی ہدایت نفل نمازوں کے لئے مخصوص ہے فراموش نہ کریں۔

سورۃ انفال ختم ہوئی، اس کی آخری آیت کثرت مسجد ہے صحیح مسلم میں برائیت حضرت ابو ہریرہؓ منقول ہے کہ جب کوئی آدمی کا میٹھا کوئی آیت مسجد پڑھتا ہے اور پھر مسجد ملاوٹ کرتا ہے تو شیطان دوتا ہوا بھانٹتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں افسوس انسان کو مسجد کرنے کا حکم ملا اور اس نے تعمیل کر لی تو اس کا شکار جنت ہوا، اور جب مسجد کا حکم ہوا میں نے نافرمانی کی تو میرا شکار جہنم ہوا۔

## سُورَةُ الْاَنْفَالِ

سُورَةُ الْاَنْفَالِ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا ثَمَانٌ وَتِسْعُونَ آيَةً وَعَشْرٌ مِائَةً

سورۃ انفال مدنی ہے ۸۰ آیات ہیں اور اس کی ہر آیت میں ۱۰ کلمات ہیں اور کلمات ۸۰۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ

پوچھ رہے ہیں تم کہ کیا ہے انفال کا؟ تو کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم اللہ کا اور اس کے رسول کا

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ

اگر ایمان رکھتے ہو۔

### مضامین سورت

سورۃ انفال ہر اس وقت شروع ہوتی ہے جتنی سورت ہے، اس سے پہلی سورت یعنی سورۃ اعراف میں مشرکین اور اہل کتاب کے جہل و عداوت اور کفر و فساد کا تذکرہ اور اس کے ساتھ مباحث کا بیان تھا۔

اس سورت میں زیادہ تر مضامین غزوہ بدر کے موقع پر انھیں لوگوں کے انجام بد، ناکامی اور شکست، اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی اور فتوحات متعلق ہیں جو مسلمانوں کے لئے نصیحت و انعام اور حکارے کے لئے عیب و انتقام تھا۔

اور چونکہ اس انعام کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کا خلوص اور تقویٰ اور ان کا باہمی اتفاق ہے اور یہی اخلاص و اتفاق پیغمبر اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اطاعت کا اس لئے شروع سورت میں تعویذ اور اطاعت حق اور ذکر اللہ اور توکل وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔

## خلاصہ تفسیر

یہ لوگ آپ سے غیبتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ یہ غیبتیں اللہ کی ہیں یعنی وہ اللہ کی ملک ہیں اُن کو بھی حق ہے کہ اُن کے متعلق جو چاہیں بھروسے، اور رسول کی ہیں (یہی مسیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر اُن کو نافذ کرے) جسے حاصل ہے کہ اہل غیبت کے بارے میں تمہاری رائے اور تجویز کا کوئی دخل نہیں بلکہ اُن کا فیصلہ حکم شرعی پر ہوگا، تو تم (دنیا کی حرص مت کرو) آخرت کے طالب رہو اس طرح (کہ) اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کا علاج کرو کہ اگر آپس میں خمد اور بغض نہ رہے، اور اللہ کی اور اُن کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

## معارف و مسائل

یہ آیت غزوۂ بدر میں پیش آئے والے ایک واقعہ سے مشق ہے۔ آیت کی متضام تفسیر سے پہلے وہ واقعہ سامنے رکھا جائے تو تفسیر سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر جو کفر و اسلام کا سب سے پہلا موکر تھا اس میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کچھ اہل غیبت داخلہ کیا تو صحابہ کرام کے درمیان اس کی تفسیر کے متعلق ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو اخصاص و افتخار کے اُن مقام کے نمایاں دشمنی سے بھرپور زندگی بھلی ہوئی تھی اس لئے سب سے پہلی بات آیت میں اس کا فیصلہ فرمایا گیا تاکہ اس مقدس گروہ کے قلوب میں صدق و اخلاص اور اتفاق و ایشاد کے سوا کچھ نہ رہے۔

اس واقعہ کی تفصیل غزوۂ بدر کے نزدیک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی رہائی مستند، ترغیذاً ابن ابیہر، مستدرک، احکام و فروع میں اس طرح منقول ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت سے کسی نے آیت مذکورہ میں لفظ افعال کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت تو ہمارے لیکن اصحاب جدوی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا واقعہ یہ تھا کہ اہل غیبت کی تفسیر کے بارے میں ہمارے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا جس نے ہمارے اتفاق پر بڑا اثر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ اہل غیبت کو ہمارے باخلاق سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کردار کا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ماضی و ہدایت میں اُن کو مسادی طور پر تقسیم فرمایا۔

صورت یہ پیش آتی تھی کہ سب غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور دونوں فریق میں کھسائی کی جگہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی تو اب ہمارے

لشکر کے ہیں جسے ہوتے کچھ لوگوں نے دشمن کا عقاب کیا تاکہ وہ ہر وہاں نہ آسکے کہ لوگ کفار کے چمکے ہوئے اہل غیبت میں کسے ہیں لگے کہ اور کچھ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں جو وہ کسی طرف سے بچھا ہوا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ کر دے۔ جب جنگ ختم ہو گئی اور رات کو پرخش اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو جن لوگوں نے اہل غیبت، جس کا ساتھ دینے کے لئے ہال تو ہم نے بھی کیا ہے اس لئے اس میں ہمارے سوا کسی کا حق نہیں۔ اور جو لوگ دشمن کے عقاب میں تھے تھے انھوں نے کہا کہ تم لوگ ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں ہو، کیونکہ ہم نے ہی دشمن کو پس کیا اور تمہارے لئے یہ موقع فراہم کیا کہ تم نے لنگر پر کمالی غیبت، جس کو لو۔ اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آپ کے گرد و جمع رہے انھوں نے کہا کہ ہم چاہتے تو ہم بھی اہل غیبت، جس کو تمہارے ساتھ شریک ہوتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت جو ہمارا کام ہے اس میں تمہارے ساتھ شریک ہوتے اس لئے ہم بھی اس کے مستحق ہیں۔

صحابہ کرام کی یہ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی جس نے واضح کر دیا کہ یہ مال اللہ کا ہے اس کا کوئی مالک و حقدار نہیں، مگر اُن کے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایشادیت رہائی کے تحت اس مال کو سب شریک و بھاد میں مساوی طور پر تقسیم فرمایا (ان کی تہذیب اور سب کے سب اللہ کے رسول کے اس فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ اور ان کے خلاف شان جو صورت حال باہمی مسابقت کی پیش آگئی تھی اس پر ختم ہو گئے۔

اور سند احمدی میں اس آیت کے شان نزول کا ایک دوسرا واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا بھی منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میرے بھائی مخیر شہید ہو گئے۔ میں نے اُن کے بالائی سر میں کئی سے سید بن العاص کو قتل کر دیا اور اُس کی توار لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ توار مجھے مل جائے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو اہل غیبت میں بھیج کر دو۔ میں حکم ماننے پر مجبور تھا مگر میرا دل اس کا سخت صدر محسوس کرنا تھا نیز بھائی شہید ہوا اور میں نے اُس کے بالائی ایک دشمن کو مارا تو اُن کی توار حاصل کی وہ بھی جسے ملے گی مگر اب نہر قبیل ایشاد کے لئے اہل غیبت میں بھیج کرنے کے لئے آگے بڑھا تو اُسی درد نہیں ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ انفال کی یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے مجھے بلوکر یہ توار مجھے عاریت فرمادی۔ بعض روایات میں ہے بھی ہے کہ حضرت سعدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض بھی کیا تھا کہ یہ توار مجھے دے دی جائے

اگر آپ نے فرمایا کہ یہ میری چیز ہے جو کسی کو دے دوں اور نہ آپ کی ملک ہے اس کو پورے علی غیبت میں بیچ کر دو اس کا فیصلہ جو آپ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کے مطابق ہو گا۔ (اس کو پورے علی غیبت میں بیچ کر دو اس کا فیصلہ جو آپ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کے مطابق ہو گا۔) اس میں کوئی جبر نہیں کہ یہ دونوں واسطے پیش آئے ہوں اور دونوں ہی کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہو۔

### آیت کی پوری تفسیر ہے

اس میں لفظ انفکال نفل کی جگہ ہے جس کے معنی ہیں فسخ و انعام نفل نماز، روزہ اور صدقہ کو بھی نفل اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کے ذمہ لازم و واجب نہیں، کئے والے اپنی خوشی سے کرتے ہیں۔ اصطلاح قرآن و سنت میں لفظ نفل اور انفکال مالی غیبت کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو کما کر بے وقت جہاد حاصل ہو کر ہے جو قرآن کریم میں اس معنی کے لئے تین لفظ استعمال ہوئے ہیں انفکال، غنیمہ، فقیہ۔ لفظ انفکال قرآنی آیت میں مذکور ہے اور لفظ غنیمہ اور اس کی تفصیل اسی صورت کی آیت میں آیت میں آئے والے ہیں اور لفظ فقیہ اور اس کے متعلق تفصیل سورہ شوریٰ بیان ہوئی ہے ﴿وَمَا أَكْفَرُ لَكَ بِمَنْ يَفْضَلُ أَنْ يَكُونَ بِكَ خَلِيفَةً مِنْكَ فِي الْوَلَايَةِ﴾ اور اس کے ساتھ مختلف ہیں فرق معلوم اور مکمل ہونے کی وجہ سے بعض روایات تک لفظ دوسرے کے جگہ ملتا ہے مالی غیبت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ غنیمۃ عموماً اس مال کو کہتے ہیں جو جنگ و جہاد کے ذریعہ غنائم و فتنے سے حاصل ہو۔ اور فقیہ اس مال کو کہتے ہیں جو غیر جنگ و قتال کے کما کر بے غناہ و بھروسہ جہاد جائیں یا بغیر غنیمت سے دے دینا قبول کریں۔ اور نفل اور انفکال کا لفظ اکثر انعام کے لئے بولا جاتا ہے جو ایسے جہاد کسی خاص جہاد کو اس کی کارگزاری کے عمل میں علاوہ حق غنیمت کے بغیر انعام دیا کرے۔ یعنی تفسیر میں جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کئے ہیں اذکر انہیں۔ اور یہی ملتا ہے مالی غیبت کو بھی نفل اور انفکال کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس آیت میں اکثر مفسرین نے یہی معنی مانے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس سے یہی عام معنی نقل کئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ عام اور خاص دونوں معنی کے لئے بولا جاتا ہے اس لئے کوئی اختلاف نہیں۔ اور اس کی پہلی تفسیر صحیح و حقیق وہ ہے جو امام ابو سعید نے اپنی کتاب الاموال میں ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اصل لغت میں نفل کہتے ہیں فسخ و انعام کو اور اس آیت پر امام قتال کا یہ بھی لفظ انعام ہے کہ جہاد و قتال کے ذریعہ جو مال کما کر سے حاصل ہوں ان کو مسلمانوں کے لئے حلال کر دیا گیا۔ ورنہ پہلی آیت میں یہ خود بخود تھا بلکہ مالی غیبت کے لئے قانون یہ تھا کہ وہ کسی کے لئے حلال نہیں تھے تمام مالی غنیمت کو ایک جگہ جمع کر دیا جاتا تھا۔ اور آمان سے غنیمت طور پر ایک ایک دیکھ کر آتی تھی اور اس کو جلا کر غناک کر دی تھی یہی اس جہاد کے مقبول غنائم ہونے کی علامت ہوتی تھی

اور اگر کوئی مالی غنیمت جمع کیا گیا اور آسانی پہنچے اگر اس کو دیا گیا تو یہ علامت اس کی ہوتی تھی کہ یہ جہاد حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں اس لئے اس مالی غنیمت کو بھی مردود اور منسوخ کیا جاتا تھا اور اسے کوئی استعمال نہ کرتا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بخاری و مسلم میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جسے پہنچ کر پہنچا دیا ہوئی ہیں جو جہاد سے پہلے کسی پیغمبر اور ان کی امت کو نہیں ملے۔ انہیں پانچ سو سے ایک ہے کہ ایک چھٹائی فی النہایت و لہذا تم فی النہایت قبول فرمائیے یہی ہے لے اہل غنیمت حلال کر دینے کے سوا کوئی اور جہاد ہے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔

آج کے مذکورہ میں انفکال کا حکم یہ بتا دیا گیا کہ وہ اللہ کے ہیں اور رسول کے۔ معنی اس کے یہی کہ اصل ملکیت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور حضرت حق ان میں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو حکم خداوندی کے مطابق اپنی صلاح و ہدایت پر ان کو تقسیم کرتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ ایک جہاد سے لے کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ، جہاد و سرور ہستی و غیرہ داخل ہیں یہ فرمایا کہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب تک تحسیم فنا نہ کر دے کا وہ قانون نازل نہ ہوا تھا ہر اسی صورت کے پانچویں رکعت میں آئے ہے جو کہ اس میں پورے مالی غنیمت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاح و ہدایت پر جو طرح چاہیں تصرف فرمائیں اور اسے جو تفصیلی احکام آئے ہیں ان میں ہے کہ کوئی مالی غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں عام مسلمانوں کی ضروریات کے لئے مختص کر دیا جائے اور باقی چھ حصے سترہ حصہ جہاد میں ایک خاص قانون کے تحت تقسیم کر دیے جائیں جن کی تفصیل امام ابو سعید نے ذکر کی ہے۔ اس تفصیل بیان نے سورۃ انفکال کی پہلی آیت کو تفسیر فرمایا اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں کوئی خاص شرح نہیں بلکہ اجمال و تفصیل کا فرق ہے سورۃ انفکال کی پہلی آیت میں اجمال ہے اور آیت شوریٰ آیت میں اس کی تفصیل ہے۔ البتہ مالی غنیمت کے احکام سورہ شوریٰ بیان ہوئے ہیں وہ پورا پورا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف ہے آپ اہل مہاجرین و انصار کے ہر طرح کا ہیں مل فرمائیں۔ اس لئے اس حکم احکام بیان کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ﴿وَمَا أَكْفَرُ لَكَ بِمَنْ يَفْضَلُ أَنْ يَكُونَ بِكَ خَلِيفَةً مِنْكَ فِي الْوَلَايَةِ﴾ یعنی جو کہم کو جہاد رسول دے دے اس کو لے لو اور میں کو روک دے اس لئے اس سے باز رہو۔

اس تفصیل سے مسلم ہو کر مالی غنیمت وہ ہے جو جنگ و جہاد کے ذریعہ کما کر سے حاصل ہوئے وہ جو غیر قتال و جہاد کے لہذا آجائے۔ اور لفظ انفکال دونوں کے لئے عام بھی بولا جاتا ہے اور خاص اس احکام کو بھی کہتے ہیں جو کسی قاضی کو امیر جہاد دیا کرے۔

اس سلسلہ میں مذکورہ انعام دینے کی چار صورتیں تھیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد راجع ہیں



## معارف و مسائل

**مومن کی مخصوص صفات** آیات مذکور میں اُن مخصوص صفات کا بیان ہے جو ہر مومن میں ہونا چاہئے۔ اس میں اشارہ ہے کہ ہر مومن اپنی ظاہر اور باطنی کیفیات اور صفات کا جائزہ لیتا رہے اگر یہ صفات اس میں موجود ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اُس نے اس کو مومنین کی صفات عطا فرمادی اور اگر ان میں سے کوئی صفت موجود نہیں ہے یا ہے مگر ضعیف و کمزور ہے تو اُس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے گی کہ اُس کی تکمیل ہو جائے۔

**پہلی صفت خوفِ خدا** پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ اَلَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ اللّٰهَ وَجَعَلَ قُلُوبَهُمْ خُفْيَةً اَلَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ اللّٰهَ وہاں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ کی یاد میں دل چھپاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں رہتی اور بھری ہوئی ہے جس کا ایک خاصا ہیبت و خوف ہے قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں اس کا ذکر کرتے ہوئے اہل محبت کو بشارت دی گئی ہے۔ وَتُحِبُّونَ اللّٰهَ وَتُحِبُّونَ اَلَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ اللّٰهَ وَجَعَلَ قُلُوبَهُمْ خُفْيَةً یعنی خوشخبری دے دیجئے اُن صاحبِ نرم خو لوگوں کو جن کے دل خور جائے ہیں جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے۔ اُن دلوں آجڑوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کے ایک خاص خاصا کا ذکر ہے یعنی ہیبت اور خوف اور دوسری آیت میں ذکر اللہ کی یہ خاصیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ اُس سے دل مطمئن ہو جاتا ہے اَلَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ اللّٰهَ وَتُحِبُّونَ اللّٰهَ وَتُحِبُّونَ اَلَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ اللّٰهَ یہی اللہ کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں جس خوف و ہیبت کا ذکر ہے وہ دل کے سکون و اطمینان کے خلاف نہیں جیسے کسی دہشتہ یا ڈکون کا خوف قلب کے سکون کو بڑا کر دیتا ہے ورنہ اللہ کے ساتھ دل میں پیدا ہونے والا خوف اس سے بالکل مختلف ہے اور اسی لئے یہاں خوفِ استغاثہ نہیں فرمایا وَتُحِبُّونَ اللّٰهَ کے غلطے تعبیر کیا ہے جس کا ترجمہ مطمئن خوف نہیں بلکہ وہ ہیبت ہے جو بڑوں کی کلمات شان کے سبب دل میں پیدا ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس جگہ اللہ کے ذکر اور یاد سے ملا ہے کہ کوئی شخص کسی گناہ کے ارتکاب کا ارادہ کر رہا تھا اس حال میں اُس کو خدا تعالیٰ کی یاد آگئی تو وہ اللہ کے عذاب سے ڈر گیا اور گناہ سے باز آگیا اس صورت میں خوف سے مراد خوفِ مذہب ہی ہوگا۔ (بحرِ معلّم)

**دوسری صفت ایمان میں ترقی** مومن کی دوسری صفت یہ بتلائی کہ جب اُس کے سامنے اللہ کی آیات نمودار کی جاتی ہیں تو اُس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ ایمان بڑھنے کے لیے مومن پر سب عدا و معشیرین و دشمنین کا اتفاق ہے یہ ہیں کہ ایمان کی

قوت و کمیت اور نور ایمان میں ترقی ہو جاتی ہے۔ اور یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اعمالِ صالحہ سے ایمان میں قوت و ادب و شجاعت و سرور پیدا ہو جاتا ہے کہ اہلِ صالحہ اُس کی عادت پس میں جاتے ہیں جس کے پھولنے سے اُس کو تکلیف ہوتی ہے اور گناہ سے اُس کو جتنی نفرت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے پاس نہیں جاتا۔ ایمان کے اسی مقام کو حدیث میں علامتِ ایمان کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے جس کو کسی نے اس طرح تفہیم کیا ہے۔

**وفاحت الحلاوة قلبا** شغلِ قلب فی العبادۃ الاغضاء یعنی جب کسی دل میں عبادتِ ایمان جگہ پکڑ لیتی ہے تو اُس کے ہاتھ پیر اور سب اعضاء عبادت میں راحت و لذت محسوس کرنے لگتے ہیں۔

اس لئے خاصہ کریم کے مضمون کا یہ جو کہ مومن کا دل کی یہ صفت ہونی چاہئے کہ جب اُس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پیش جائیں تو اُس کے ایمان میں جلا و ترقی ہو اور اہلِ صالحہ کی طرف رغبت بڑھے۔ اس سے یہی معلوم ہو گیا کہ جس طبع عام مسلمان قرآن پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں کہ نہ قرآن کے ادب و احترام کا کوئی اہمیت ہے نہ اللہ جل شانہ کی عظمت پر نظر ہے ایسی حدوتِ قمریہ اور اعلیٰ شایع پیدا کرنے والی نہیں جو ثواب سے وہیں غافل نہ ہو۔

**تیسری صفت اللہ پر توکل** تیسری صفت مومن کی یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔ توکل کے معنی اعتماد اور دوسرے ہیں مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام اعمال و افعال میں اُس کا مکمل اعتماد اور دوسرے صرف ذات و اعدائی خالی پر ہو۔ صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنی ضروریات کے لئے اسی اسباب اور طریقہ کو ترک کر کے بٹھ جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسی اسباب و ذرائع کو اس کا ایمان کے لئے کافی نہ سمجھے بلکہ بقدر قدرت و وسعت ادبی اسباب اور تدابیر کو فرما کر اُن کے استعمال کرنے کے بعد معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اور سمجھے کہ اسباب بھی اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اُن کے اسباب کے ثمرات، بھی وہی پیدا کرتے ہیں۔ ہوگا وہی جو وہ چاہے گا۔ ایک حدیث میں فرمایا اَتَجْعَلُو فِی الْمَطْلَبِ وَتَوَكَّلُوا عَلَیْہِ یعنی رزقِ اربابنی معاملات کے حاصل کرنے کے لئے مشروط و حسبِ طلب اور مادی اسباب کے ذریعہ کوشش کرو پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ اپنے دل و دماغ کو صرف مادی کمزوریوں اور اسباب ہی میں نہ الجھا رکھو۔

**چوتھی صفت اقامتِ صلوة** چوتھی صفت مومن کی اقامتِ صلوة بتلائی۔ اس میں یہ بات قابلِ یاد رکھنے کے ہے کہ یہاں نماز پڑھنے کا نہیں بلکہ نماز کی اقامت کا ذکر ہے۔ اقامت کے لفظی معنی کسی چیز کو سیدھا کھڑکے کرنے ہیں۔ مراد اقامتِ صلوة سے

ہے کہ نماز کے پورے آداب و مستراحات اس طرح بھلائے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول و عمل سے سکھائے ہیں۔ آداب و مستراحات میں کوتاہی ہوئی تو اس کو نماز پڑھنا تو کہہ سکتے ہیں مگر انعام ملنے نہیں کہہ سکتے۔ قرآن مجید میں شانائے کو نور اور انوار اور برکات و نیک نیتی ہیں اور وہاں آیات اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ یعنی نماز رکھتی ہے بے حیائی اور برکات سے۔ یہ بھی انعام ملنے والی پر خوف ہے۔ چہ نماز کے آداب میں کوتاہی ہوئی تو گو خوشی کی زد سے اس کی نماز کو گناہ زنی کہا جائے مگر نماز کی برکات میں کوتاہی کی مقدار پر فرق پڑ جائے گا۔ اور یہی صورتوں میں ان برکات سے بھی طور پر غریب ہو جائے گی۔

**پانچویں صفت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا**  
اللہ تعالیٰ نے اس کو رزق دیا ہے وہ اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات و خیرات اور وقت و صلہ کو جس میں لڑکھٹا، صدقہ، انظر و فطرو واجبات شرعی ہیں داخل ہیں اور نفلی صدقات و تبرعات بھی، مہاویں، دوستوں، بزرگوں کی مالی خدمت بھی۔ مردہ مومن کی یہ پانچ صفت بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْيٰسِرُونَ سَخَفًا یعنی ایسے ہی لوگ تھے مومن ہیں جن کا ظہر و باطن یکساں اور زبان اور دل متفق ہیں ورنہ ہم میں یہ صفت نہیں وہ زبان سے تو اَمْسُكُوْا اَنْتُمْ لَقَدْ اَلَلْتُمْ اَفْئِدَتَكُمْ وَاَنْتُمْ لَنْ تَشْكُرُوْا اَمْسُكُوْا کہتے ہیں مگر ان کے دلوں میں نہ تو حیدر رنگ و اخلاص رسول کا۔ ان کے اعمال ان کے اقوال کی تردید کرتے ہیں۔ اس کیفیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مرنے کی ایک حقیقت ہوتی ہے جب وہ حاصل نہ ہو تو حاصل نہیں ہوتا۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اے ابوسعید کیا آپ مومن ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یقیناً ایمان دو قسم کے ہیں۔ جنہا سے سوال کا مطلب اگر ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے کتابوں اور رسولوں پر اور رحمت و درخش اور قیامت اور حساب کتاب پر ایمان رکھتا ہوں تو جواب ہے کہ بیشک میں مومن ہوں۔ اور اگر جنہا سے سوال کا مطلب یہ ہے کہ میں وہ مومن کافی ہوں گا کہ ذکر سورۃ انفال کی آیات میں ہے تو مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں امن میں داخل ہوں یا نہیں۔ سورۃ انفال کی آیات سے وہی آیات مراد ہیں جو یہی آپ نے سنی ہیں۔

آیات مذکورہ میں کچھ مومن کی صفات و علامات بیان فرماتے ہیں بعد ارشاد و مسترحایا اَلْمُؤْمِنُ زُجَّجٌ بِعَتْرِ زَيْتُونٍ وَ عَقِطٍ غَاۗءٍ وَاٰتٰی حَرَمٍ  
اس میں کچھ مومنین کے لئے چیزیں کا وادہ فرمایا۔ ایک درجہات عالیہ و دوسرے

مغفرت و عیسرہ مرقی عمدہ۔

تفسیر کو خط میں ہے کہ اس سے پہلی آیات میں کچھ مومنین کی جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق قلب اور باطن کے ساتھ ہے جیسے ایمان، خوف خدا، توکل علی اللہ دوسرے وہ جن کا تعلق جسمانی اعمال سے ہے جیسے نماز و فطرو۔ تیسرے وہ جن کا تعلق انسان کے مال سے ہے جیسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

ان تینوں قسموں کے باطنی بین انعاموں کا ذکر آیا ہے۔ درجات عالیہ قلبی اور باطنی صفات کے مقابلہ میں اور مغفرت اُن اعمال کے مقابلہ میں جو انسان کے ظاہر بدن سے متعلق ہیں جیسے نماز روزہ و فطرو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نماز گناہوں کا کفایت ہو جاتی ہے اور روزہ کریم اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے باطنی کیا ہے کہ جو کچھ خرچ کیا اس سے بہت بہتر اور بہت زیادہ اس کو آخرت میں ملے گا۔

**کَمَا اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَلَٰنْ قَرِيْبًا مِّنَ**  
جیسے وہاں کہہ رہے ہیں کہ تیرے گھر سے حق کام کے واسطے، اور ایک جماعت۔ اہل

**الْمُؤْمِنِيْنَ لَيَكْرَهُوْنَ ۙ يُجَادِلُوْكَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ**  
ایمان کی دامن : حق۔ وہ جو سے جھگڑتے تھے حق بات میں اس کے قاصر ہو چکے تھے بعد

**اٰتَانَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۙ**  
گولہ آگے جاتے ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے۔

### خلاصہ تفسیر

اہل غیبت کا لوگوں کی مرضی کے موافق تقسیم ہونا بلکہ مناجات اللہ اس کی تقسیم ہونا اگر بعض لوگوں کو طبعاً گراں گزرا ہو مگر صلا کی وجہ سے میں خیر اور جبر ہے۔ اور یہ معاملہ خلاف جمیع کوصالی کثیرہ کو مستحسن ہونے میں ایسا ہی ہے جیسا آپ کے رب نے آپ کے گھر اور بستی سے مصلحت کے ساتھ آپ کو (چوکی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت (اپنی قوموں و لوہار) جنگ کی نکت کی وجہ سے طہانہ اس کو گراں سمجھتی ہیں اور اس مصلحت کے کام، میں (یعنی جہاد اور نہ) کے معاملہ میں) بعد اس کے اس کا ظہور ہو چکا تھا جانتے بچاؤ کے لئے بطور مشورہ کے، آپ سے اس طرح ہجرت رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف بلانے لگے جتنا ہے اور وہ ۱۰۰ موت کو گویا دیکھ رہے ہیں (مگر تو اگر انہما اس کا بھی اچھا ہو اگر اسلام غالب اور اگر مغلوب ہوا)۔



## معارف و مسائل

شروع سویت میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ سورۃ الفتح کے بیشتر ممالک میں غار و مرقین پر غلبہ اور انتقام اور مسلمانوں پر احسان و انعام کے معلق ہیں اور اس کے ضمن میں دونوں فریق کے لئے جہت و نصیحت کے احکام بیان ہو گئے ہیں۔ اور ان معاملات میں سب سے پہلا اور سب سے اہم واقعہ غزوہ بدر کا خاصا میں ہے۔ ساز و سامان اور تعداد و وقت کے باوجود مرقین کو جانی اور مالی نقصانات کا سامنا شکست اور مسلمانوں کو باوجود ہر طرح کی قلت اور بے سامانی کے فتح عظیم نصیب ہوئی۔ اس سرور میں واقعہ بدر کا تفصیل بیان ہے۔ جو آیات مذکورہ سے شروع ہو رہا ہے۔

پہلی آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ بعض مسلمانوں کو بدقسمت موقع پر پہنچا کہ انہوں نے اسلام پانپنا۔  
خدا جبرائیل تعالیٰ نے اپنے خاص فرمان کے ذریعہ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا حکم دیا تو انہوں نے  
کونے والے بھی ساتھ ہوئے۔ اس بات کے بیان کرنے کے لئے قرآن کریم نے جو الفاظ اختیار کئے ہیں  
وہ بھی طرح سے قابل غور ہیں۔

اول یہ کہ کثرت کلمۃ الخیر جاتی و ثواب ہے۔ اس میں لفظ کلمۃ ایک ہی لفظ ہے جو ترجمہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو قرطبہ ہے کہ یہ کہیں ان تفسیر کس چیز کی کس چیز سے ہے۔ حضرات مفسرین نے اس کی مختلف توجہات بیان فرمائی ہیں۔ امام تعبیر و تویان نے اس کی تین تفسیریں دی ہیں اور ان میں زیادہ اقرب تین احتمال ہیں۔

اقول یہ کہ اس تشبیہ سے مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جس طرح غزوہ بدر کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت صحابہ کرام کے کہیں میں کچھ اختلاف رائے ہو گیا تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کب کے حکم کی تعمیل کی اور اس کی رعایت اور اچھے نتائج کا ظہور سامنے آیا۔ اسی طرح اس جہاد کے غرضات میں ہر لوگوں کی طرف سے دلچسپی ہو گی اور اچھے نتائج کا ظہور ہو گا۔ جو برقرار اور ترقی کی طرف منسوب ہے (بحر محمد)۔ اسی کو بیان القرآن میں ترجیح دی ہے پس اگر غلامہ تقسیم سے معلوم ہو چکا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ گوشہ آبیات میں بے خوشی کے لئے آخرت میں درجہات عالیہ کو دفتر اور بدعت روزی کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ان آیات میں اس وعدہ کے معنی ہوئے کہ اگر کسی علم کا گیا کہ آخرت کا وعدہ اچھی آنکھوں کے سامنے نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ نصرت و فتح قرآنہ بدرجہ آنکھوں کے سامنے آچکا ہے اس سے نصرت پہنچو اور نصرتیں کرو کہ جس طرح بے وعدہ دنیا میں پہنچا ہو چکا ہے اسی طرح آخرت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا۔ (تفسیر قرطبی، نوائل الغمام)

تیسرا احتمال وہ ہے جس کو یوحنا نے منتر کی ہے پندہ اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مجھے ان میں سے کسی قول پر ایمان نہیں تھا ایک روز میں اس آیت پر غور کرو گئے کہ جوئے سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی جگہ جا رہا ہوں اور ایک شخص میرے ساتھ ہے میں اس آیت کے متعلق اس سے بحث کر رہا ہوں اور یہ کہہ رہی ہوں کہ مجھے بھی اسی شکل پر پیش نہیں آتی تھی اس آیت کے الفاظ میں پیش آتی ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہی کوئی لفظ محذوف ہے۔ پھر ایک خواب ہی میں میرے دل میں پڑا کہ یہاں لفظ محذوف ہے اس کو خود میں نے بھی پسند کیا اور جس شخص سے بحث کر رہا تھا اس نے بھی پسند کیا۔ یاد ہونے کے بعد اس پر غور کیا تو میرا خیال ختم ہو گیا کیونکہ اس صورت میں لفظ کتنا غریب کے لئے نہیں بلکہ بیان سبب کے لئے استعمال ہوا ہے اور صحت آیت کے یہ ہونے کے غرورہ بدر میں اذلل شاذ کی طرف سے جو خاص نصرت و اعاد آپ کی ہوئی اس کا سبب ہے تاکہ اس پر ایمان آپ کے جو کہ ایک کسی اپنی خواہش اور رائے سے نہیں بلکہ خاص امر الہی اور حکم خداوندی کے تابع کیا۔ اسی کے حکم پر آپ اپنے گھر سے نکلے۔ اور امامت حق کا یقین قیہ رہنا چاہئے اور وہی یہ کہ حق تعالیٰ کی اعاد و نصرت اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔

بہر حال آیت کے اس جزمیہ فیہنہ میں متسل اور صحیح ہیں۔ اس کے بعد اس پر نظر ڈالئے کہ قرآن کریم نے اس جہاد کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فائز رکھنا اور انہیں ایک بیکار بیسبان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکالا۔ اس میں اشارہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال عہدیت و طاہت کی طرف گہک آپ کا فضل و رفیقیت حق تعالیٰ کا فضل پر آپ کے عطاء و جوارح سے صادر ہوتا ہے۔ جیسا ایک حدیث قدسی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عہدیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا نعتب حاصل کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارہ میں بے فریاد ہے کہ میں اس کی آنکھ میں جانا ہوں وہ مجھ کو دیکھتا ہے میرے ذریعہ دیکھتا ہے میں اس کے کان میں جاتا ہوں وہ مجھ کو سنتا ہے میرے ذریعہ سنتا ہے۔ میں اس کے آہ پاؤں میں جاتا ہوں وہ میں کو چمکتا ہے میرے ذریعہ چمکتا ہے جس کی طرف چلتا ہے میرے ذریعہ چلتا ہے۔ غرض اس کا یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی خاص نعمت و امداد اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ میں افضال کا صدور و نقاب اس کے آنکھ کان یا ہاتھ پاؤں سے ہوتا ہے اور حقیقت میں اس کی قدرت حق تعالیٰ شاد کی کارفرما ہوتی ہے۔

رشتہ زدوں کو آگے بڑھنا دوست ممبروں کے غلط کام دوست  
 غلام ہے کہ فتنہ اخوت میں اس طرف اشارہ کر دے کہ اخوت عملی طریقہ وسلم کا  
 بہادری سے نکلنا اور حقیقت حق تعالیٰ کا ٹکانا تھا جو آپ کی ذات سے ظاہر ہوا۔  
 یہاں پہلے ہی قابلِ نظر ہے کہ اخوت رشتہ فیما بین میں اصل شان کا ذکر صفت۔ یہ

کے ساتھ کہ اس طرف اشارہ کریں کہ اس پر ایمان لے کر آئے ہیں اور تمہارے لئے تمہارا  
 سے خدا کیونکہ اس کے ذریعہ منظم و مقبوض مسلمانوں کے لئے فتح باب اور مقدر و عظیم فائدہ کے لئے پہلے  
 عذاب کا مظاہرہ کرنا تھا۔

وہی بینہ بینات کے معنی ہیں آپ کے گھر سے مطلب یہ ہوا کہ تمہارا آپ کو آپ کے وہب نے  
 آپ کے گھر سے۔ چھوڑ دینے کے نزدیک اس گھر سے عوام پر غلبہ کا حکم یا خود سر پر غلبہ ہے جس میں  
 جبریت کے بعد آپ قائم ہوئے۔ کیونکہ قادیان و بصرہ کے دوسرے سال میں پیش کیا ہے۔ اس کے  
 ساتھ شہر باطنی کا احاطہ کر کے تیار کیا یہ ساری کارروائی احتیاط حق اور باطل کا باطل کے لئے  
 عمل میں آئی ہے۔ دوسری حکومتوں کی طرح کسی کی سوس یا بادشاہوں کا غرض اس کا سبب نہیں۔  
 آخرت میں فرمایا کہ **فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَكُنْ لَهُمْ مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ** میں ایک جماعت مسلمانوں  
 کی اس جہاد کو گواہ بنی اور تائید کرتی تھی۔ سب کو کرام کو گواہ کی طرح اور یوں پیش کیا اس کے  
 کچھنے کے لئے نیز آئے وہاں دوسری آیت کو پوری طرح سمجھنے کے لئے فرمودہ بدستور ابتدائی دعا  
 اور اسباب کا پہلے معلوم کرنا مناسب ہے اس لئے پہلے فرمودہ بدر کا ذکر فرمائیے۔

ابن عبقر و ابن عاصم کے بیان کے مطابق واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین طیبہ  
 میں غیر جہادی کہ اوسٹین ایک جہادی قافلہ کے ساتھ ملک شام سے ہالی تھابت کے لئے کمر بستہ تھی  
 طرف تھی کہ وہاں رہے ہیں۔ اور اس تھابت میں کہے کہ ہم قریش ٹریک ہیں۔ ابن عبقر کے بیان کے مطابق  
 کہ کوئی قریشی مرد یا عورت باقی نہ تھا جس کا اس میں حصہ نہ ہو اگر کسی کے پاس صرف ایک شعل  
 (یعنی ساڑھے چار اشہ) سوا بھی تھا تو اس نے اس میں اپنا حصہ ڈال دیا تھا۔ اس قافلہ کے پیچھے  
 مرابہ کے شعلیں لگا کر تھابت کی روایت ہے کہ یہاں سے چھاپاں ہزار دیاں تھے۔ دینا دینا سے کہہ کر ہوا  
 چار اشہ کا چاہئے۔ سونے کے موجود ہمارے ملک کے ملک سے اس کی قیمت ہاتھ روپیہ اور پوسٹ پر  
 کی قیمت پچیس ڈاکہ روپیہ بنتی ہے اور یہ بھی کچھ کے نہیں کہ اب سے جو وہاں پہلے کے چھاپوں  
 ڈاکہ ہیں ہوائے کے چھاپوں کو دے بھی زیادہ کی قیمت رکھتے تھے اس جہادی قافلہ کی حفاظت  
 اور کاروبار کے لئے قریش کے سرداروں اور سردار ساتھ تھے جس سے معلوم ہوا کہ یہ جہادی قافلہ  
 درحقیقت قریش کی ایک جہادی فوج تھی۔

محقق نے روایت ابن عباسؓ و ذریرہ نقل کیا ہے کہ اس قافلہ میں قریش کے چالیس سردار قریشی  
 کے سرداروں میں سے تھے جن میں عمرو بن العاصؓ، عمرو بن نفیلؓ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اور یہ  
 بھی معلوم ہے کہ قریش کی سب سے بڑی طاقت ان کی ہی جماعت اور جہادی مرابہ تھا جس  
 کے قی پر انہیں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو تنگ کر کے کچھوٹے پر مجبور

کر دیا تھا۔ اس وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر شام سے اس قافلہ کی واپسی کی اطلاع  
 ملی تو آپ کی رائے ہوئی کہ اس وقت اس قافلہ کا مقابلہ کر کے قریش کی طاقت کو توڑ دینے کا موقع  
 ہے۔ سب پر کام سے ضرور کیا تو زمانہ رمضان کا تھا پہلے سے کسی جنگ کی تیاری نہ تھی۔ بعض حضرات نے  
 تو چینی اور بہت کا اظہار کیا مگر بعض نے کچھ نہیں دیکھا۔ آپ نے بھی سب پر اس بھاری حرکت  
 کو لازم و ضرور دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس سواریاں موجود ہیں وہ ہمارے ساتھ چلیں۔ اس وقت  
 بہت سے آدمی جہاد میں جاملے تھے وگے اور جو لوگ جاملے چاہتے تھے اور ان کی سواریاں وہاں  
 میں نہیں تھیں انہوں نے اجازت چاہی کہ ہم اپنی سواریاں لے آئیں تو ساتھ چلیں۔ مگر وقت اتنے انتظار  
 کا نہ تھا اس لئے حکم یہ ہوا کہ جن لوگوں کی سواریاں پاس موجود ہیں اور جہاد میں جاملے چاہتے ہیں صرف  
 وہی وہاں چلیں۔ باہر سے سواریاں منگوانے کا وقت نہیں۔ اس لئے ساتھ جاملے کا ارادہ رکھنے والوں  
 میں سے بھی خوشی ہوئی آدمی تیار ہو سکے۔ اور جن حضرات نے اس جہاد میں ساتھ جاملے کا ارادہ  
 ہی نہیں کیا اس کا سبب بھی یہ تھا کہ آپ نے سب کے ذمہ اس جہاد کی شرکت کو واجب نہ قرار  
 دیا تھا اور ان لوگوں کو یہ بھی اطمینان تھا کہ یہ جہادی قافلہ کی کوئی لشکر نہیں جس کے مقابلہ میں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو زیادہ لشکر اور جہاد میں کی ضرورت پڑے۔ اس لئے  
 سواہ کرام کی بہت بڑی تعداد اس جہاد میں شریک نہ ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ تحقیق پر پہنچ کر قیاس ہی سے معصوم کو حکم دیا کہ لشکر کو تیار کریں  
 تو انہوں نے شہر کے اطلاع دی کہ تم سوتیرے حضرات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حوصلہ  
 ہوئے اور فرمایا کہ یہ تعداد اسباب طاہرات کی ہے اس لئے قابل نیک ملحق اور کامیابی کی ہے صحابہ  
 کرام کے ساتھ کس شہر اڈے تھے۔ بہترین آدمی کے لئے ایک اونٹ تھا جس پر وہ ہاری ہاری سوار بیٹھے  
 خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دو حضرت ایک اونٹ کے شریک تھے ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ  
 جب آپ کی باری پڑی پہلے کی آن تو یہ حضرت علیؓ کے کہ آپ سوار وہیں ہم آپ کے بدلے پہلے  
 چلیں گے۔ حضرت امامین کی طرف سے یہ جواب ملا کہ دو تم مجھے سے زیادہ قوی ہو اور میں آخرت کے  
 قرب سے مستغنی ہوں کہ اپنے خراب کا موقع تمہیں دے دوں اس لئے اپنی باری میں آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم بھی پہلے ہی چلتے تھے۔

دوسری طرف کسی شخص نے ملک شام کے مشہور مقام بین زرقہ پر پہنچ کر قیاس کا قافلہ پر تیار  
 کر اس کی خبر پہنچا دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قافلہ کے انتظار میں ہیں ان کا تعاقب  
 کریں گے۔ اوسمانؓ نے اعتیاقی ظاہر امتیاز کیا جب یہ قافلہ مدد و تھامتیں داخل ہوا تو  
 ایک ہوشیار مسند آدمی مشہور ہو کر قیاس قافلہ سوتاہیں لڑتا ہوا دھڑا روپیہ بھرت دے کر

اس پر رنجی کیا کہ وہ قیصر فکار سائنڈی پر سوار ہو کر جلا سے علاوہ کہ کچھ چیزیں نہ غیر، چھاپا دے گا اس نے۔  
 قافلہ کو صحابہ کرام سے غلطہ لائق ہے۔

حضرت بنی فرات نے اس زمانہ کی خاص دسم کے مطابق غلطی کا اعلان کرتے ہوئے بنی فرات کے لئے ایک کان کاٹ دینے اور اپنے کپڑے لٹکے چھپے سے چھڑا ڈالنے اور کہا وہ کو اٹھانے کو لوشی کی پشت پر رکھا۔ یہ حالت اس زمانہ میں غلطی کی گئی تھی جاتی تھی۔ جب وہ اس شان سے کہیں داخل ہوا تو پورے کو میں ٹھیل گئی اور قریب تر قریض حفاظت کے لئے تیار ہو گئے جو کہ اس وقت کے لئے عمل کئے تھے خود رنگے اور جو کسی دوسرے مزدور تھے انہوں نے کسی کو اپنا کام تمام نہ کرنا چاہا کہ 2 تیار کیا۔ اور صرف تین روز میں یہ لشکر جو رے ساز و سامان کے ساتھ تیار ہو گیا۔

ان میں سے جو لوگ اس جنگ میں شرکت سے بچا گیا تھا اس کو یہ لوگ مشرقتی افروں سے دیکھتے اور مسلمانوں کا ہتھیار سمجھتے اس لئے ایسے لوگوں کو خصوصیت سے جہاں کے واسطے نکلتے پرہیز کیا۔ جو لوگ علانیہ طور پر مسلمان تھے اور ایسے ہی لوگ جو اپنے اعضاء کے ہر تہیہ کر کے تھے بلکہ کہیں میں تھے تھے ان کو اور بڑا ظم کے خانقاہ میں جس پر بھی یہ گمان تھا کہ یہ مسلمانوں سے بددلی رکھتے تھے ان کو بھی اس جہاں کے لئے نکلتے پرہیز کیا۔ ان میں سے جو لوگوں میں انصاف علیٰ حد و ملکہ کے پورا حضرت عباسؑ اور ابو طالب کے دو بیٹے طالب اور فضل بھی تھے۔

اس طرح اس لشکر میں ایک ہزار جوان دو سو گھوڑے اور چھ سو زیدیں اور ترائے گائے دلی  
ویشلی افسان کے طبع ذہین کے کردار کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ہر منزل پر دس اونٹن ان لوگوں  
کے کمانے کے لئے ذبح ہوتے تھے۔

دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک تجارتی قافلہ کے انداز سے دعوت الہی کی تباہی کو کے بارہ رمضان کو شعبان کے دن مدینہ طیبہ سے نکلے اور کئی منزلے کے گزرنے کے بعد در کے پہنچ کر آپ اپنے دو غصوں کو اپنے پیچھا کر کے ابوہشام کے قافلہ کی تباہی۔ (مطہری)

خبروں نے یہ خبر پہنچی کہ ابوہشام کا قافلہ آصفیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی طرح کر رہا ہے۔  
برائے کے گناہ کے ساتھ یہ خبر آیا اور جس کی مخالفت اور مسلمانوں کے قافلہ کے لئے کو کمر سے  
بہرہ و ہوا جانوں کا لشکر جنگ کے لئے کو اپنے (دین و دنیا)

ظاہر ہے کہ اس غیرت حالات کا نقشہ پلٹ واپس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے  
 بیٹے محارب کو لکھ کر مشورہ فرمایا کہ اس آنے والے لشکر سے جنگ کرنا ہے یا نہیں، حضرت ابوالباب  
 بخاری اور بعض دوسرے حضرات نے عرض کیا کہ ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور ہم  
 اس قصے کے ہیں۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ فرمے ہوئے اور نبیل حکم کے لئے اپنے آپ کو

پیش کیا جو فاروق اعظمؓ کو دیکھ کر بڑے غصے سے اٹھ کر فرمایا: "میں نے تم کو یہاں لایا تھا کہ تم میری خدمت میں رہو، مگر تم نے میری خدمت سے انکار کیا۔ اب تم میری خدمت سے ہٹ جاؤ۔" (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۰۰)

یہاں سے کہہ دو کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملے ہے آپ اس کو جاری کریں کہ آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم آپ کو وہ جواب ملے گی جو بنی اسرائیل نے صلی علیہ السلام کو دیا تھا: **هَبْ اَنْتَ وَ اَبْنَاؤُكَ فَمَا تَلَاؤُنَا هَلْ نَقُتُّكَ فَمَنْ يَنْصُرُكَ يَنْصُرْكَ** یعنی جیسے آپ لوہے کی کاپ لاؤں ہم تو یہاں ہیں، میں نے تم سے یہ نصرت کی جس نے آپ کو روکی ہوئی ہے کے ساتھ جو ہے اگر آپ ہیں، مگر جب تک یہ کہ تمام کفار ہم پر حملہ نہ کرے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، اس کے لئے یہ طریقہ اس کے۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمادے ہوئے لوگوں کو کہ تم میں سے ہر گز ایک شخص نے حضرت انصار کو کلمہ پڑھا تو اس کی عمر پانچ سو سال کی ہو جائے گی اور اس کی اولاد بھی پانچ سو سال تک رہے گی۔

یا رسول اللہ! تم آپ پر ایمان لائے اور اس کی شہادت دی کہ جو کچھ کہہ رہے تھے ہیں سب حق ہے اور ہم نے آپ سے عہد و پیمان کئے ہیں کہ جو حال میں آپ کی اطاعت کریں گے اس لئے آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ کا حکم یا حکم جو جاری فرمائے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو پوری حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سندھ میں لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ دریا میں کھس جائیں گے، ہم میں سے ایک کو دھکی کر آپ سے الگ کر دے گا۔ ہمیں اس میں کوئی گرازی نہیں کہ آپ کی ہی ہیں دشمن سے بغاؤں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے کام سے ایسے حالات کا شکار نہ کرے گا جس سے کہ آپ کو کھنڈہ، شمشیر، بندوق، جوں، انشہ کے نام پر مہیاں جائیں گے۔

[illegible]

و افقری تفصیل ہنسنے کے بعد ان آیات مذکورہ بعد کو دیکھئے پہلی آیت میں جو ارشاد فرمایا  
 وَ اِنَّ كُرْسِيَّائِيْنَ اَلْمَوْءِيْنِيْنَ لَكُنْهٖ حُجُوْتٌ مِّنْ اِيْكَ اَجَاعَتِ مَسَالُوْنُكِيْ اِسْ جہادو كہ جہادى كہ  
 دہى حقى اس سے اشارہ اس حال کی طرف ہے جو صابر گرام سے مشورہ لینے کے وقت بعض صابر گرام  
 کی طرف سے ظاہر ہوا کہ انھوں نے جہاد سے ہمت ہٹا کر اٹھ کر گیا۔  
 اور اس واقعہ کا بیان دوسری آیت میں ہے بِمَآئِذٍ لَّكَ مِنَ الْخَفِیِّ بَعْدَ مَا مَسَّیْ حَافِیَا  
 یُسَافِرُوْنَ اِلَی الْغُتُوْبِ وَ هُمْ یُظَلُّوْنَ مِّنْ رَّوْغِ اَسْبَ سے حق کے معاملوں میں ہمارا دلدادہ اور  
 کہنے ہیں اے گرام کی حکومت کی طرف کھینچا جا رہا ہے جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔  
 صابر گرام نے اگرچہ کوئی مدد مل گئی تھی مگر مشورہ کے جواب میں اپنے نصف اور ہمتی  
 کا اظہار کیا مگر مددوں کے ساتھ میں سے ایسی رائے کا اظہار بھی ملنے کے مقام ہنسنے کے اعتبار سے اللہ  
 تعالیٰ کے نزدیک ناپسند تھا اس لئے ہاراضی کے الفاظ سے اس کو بیان فرمایا گیا۔

وَ اِذْ یُعِذُّكُمُ اللّٰهُ اِحْدٰی الْقُلُوْبِیْنِ اَنھَا لَکُمْ وَ تُوَدُّوْنَ اَنْ  
 اور جس وقت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ سے ایک کا کہہ رہا ہے اچھا لگی اور تم چاہتے تھے کہ  
 غَیْرَ ذٰلِکَ الشُّوْکَۃُ تَکُوْنَ لَکُمْ وَ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یَّعِیْنَ الْحَقَّ بِکَلِمَیْہِ  
 مسوئین کا کہنے کے وہ تم کو اسے اور ان کا چاہتا تھا کہ ایک کہہ دے کہ اپنے کلاموں سے  
 وَ یَقْطَعُ دَابِرَ الْکَافِرِیْنَ ۝ یُحِیْ الْحَقَّ وَ یُبْطِلُ الْبَاطِلَ وَ  
 اور کٹ دے کافروں کی ۔ تاکہ اس کے کا کہہ اور چھوڑ کر دے جو کٹ اور  
 لَوْ کَرِهَ الْغَیْثُ ۝ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاَسْتَجَابَ لَکُمْ اِنِّیْ  
 اگرچہ غایب ہوں مگر یہ ۔ جب تم نے تمہارا کہنا اپنے بہتے کو وہ تمہاری تھوڑی تھوڑی کر رہا  
 فَمَیْذُکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِیْنَ ۝ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا  
 مدد کو ان کا تھوڑی تھوڑی ہزار ہائی ہونے کا کہہ دے ۔ اور جو قوی اللہ نے خدا  
 بَشَرٰی وَ تَظُنُّنَّ بِہٖ قُلُوْبُکُمْ ۝ وَ مَا النُّصْرَ الْاَوْیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ  
 کوئی غری اور تمہاری ہوتا ہے اس سے تمہارے دل اور مدد میں مگر اللہ کی طرف سے  
 اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ ۝  
 چنانکہ اللہ خود کو دے حکمت والا ۔

## خلاصہ تفسیر

اور تم لوگ اس وقت کو یاد کر دو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے اُن دو باتوں (یعنی تمہاری قافلہ ہنگام  
 میں سے ایک جماعت) کو یاد کر رہے تھے کہ وہ دو جماعت (تھوڑے) تھوڑے تھے (یعنی غلبہ ہو  
 ہو جائے گی) ۔ یہ وہ مسلمانوں سے جو مسلمانوں میں غلبہ ہو رہی تھی اور تم اس سے  
 میں تھے کہ تمہاری جماعت (یعنی تمہاری قافلہ ہنگام) سے تھوڑے تھے اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ اپنے حکم  
 سے حق کا حق ہو کر اس کو غلبہ دے کہ ثابت کر دے اور یہ منظور تھا کہ ان کا حق کی بنیاد کو قطع  
 کر دے مگر حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (یعنی ثابت کر دے کہ یہ یہ غلبہ ہوئے  
 والے حکم اس کو کھنڈ کر دے) ۔ اس وقت کو یاد کر دو جب کہ تم اپنے آپ سے (یعنی غلبہ ہوئے  
 مسلمان جنگ کی قلت اور دشمن کی کثرت) دیکھ کر ہارنا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری فوجوں کی  
 (اور وعدہ فرمایا) کہ تم کو ایک ہزار فوجوں سے مددوں کا جو مسلمانوں کے آگے تھے اور اللہ تعالیٰ نے  
 اور صرف اس (حکمت) کے لئے کہ تم کو تم کو غلبہ پانے کی (بشارت) ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو تسکین  
 آجائے (یعنی انسان کی تسلی طبی طور پر اسباب، مسائل سے پہلی جیسے نہ ہو جس طرح کہ دنیا کا اور واقع  
 میں تو نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والے ہیں۔

## معارف و مسائل

آیات مذکورہ میں غزوہ بدر کا واقعہ اور اس میں جو حق تعالیٰ کی طرف سے نصرت و مدد کے  
 مخصوص اضمات مسلمانوں پر مبذول ہوئے ان کا بیان ہے۔  
 پہلے اور دوسری آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مساب  
 گرام کو یہ اطلاع ملی کہ قریشین کو ایک عظیم لشکر نے تمہاری قافلہ کی حفاظت کے لئے مگر سے حمل چکا  
 سے تو اب مسلمانوں کے سامنے دو چار ہیں جس ایک تمہاری قافلہ میں کو روایت میں یہ بتا دے کہ تمہارے  
 کیا گیا ہے اور دوسری یہ مسلح فوج جو کہ تمہاری حق میں کو تمہارے نام سے تمہارے کیا گیا ہے۔ اس آیت  
 میں یہ بتایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بواسطہ آپ کے سب مسلمانوں  
 سے وعدہ فرمایا تھا کہ ان دونوں جہاد میں سے کسی ایک جماعت پر تمہارا مکمل فوج ہو جائے گا، کہ  
 اس کے متعلق جو تمہارا ہوئے کہ کہہ گئے۔  
 اب یہ ظاہر ہے کہ تمہاری قافلہ یہ قبضہ کہاں اور یہ فوج کہاں اور مسلح فوج پر جس اور خطرات سے  
 پر۔ اس لئے اس بہیم وعدہ کو سن کر بہت سے صابر گرام کی تمہارا اور تمہارا ہمتی یہ ہوئی کہ وہ جماعت میں پر





لہجے میں عین جیسا کہ انہوں نے کہا تھا، میں نے انہیں یہ سب کچھ سنایا۔ آپ کو کسی بھی قدر اونگھ آئی کہ گرو جی جی  
 ہائے ہوئے، میرا دل جو کر فرمایا، اسے جو کہ خوشخبری سنو، یہ جیسا کہ علیہ السلام علیہ کے قریب کھڑے ہی  
 اور یہ کہ آپ ساری باتیں سے باہر سے آیت پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے، شہیدِ عالمِ جمعہ حضرت مولانا  
 انصاریؒ جی نے مزید یہ کہ ان کی جماعت دار ہونے کی اور غیر جمہوریت کی بات کی۔ جیسا کہ وہاں سے  
 جہاں کہ آپ نے باہر نکل کر مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کرتے فرمایا کہ یہ ابھی کی قتل کا سہ ہے۔  
 فلاں کی یہ فلاں کی یہ، اور ہر شخص اس طرح واقعات پیش کرتے، انہیں یہ معلوم ہوا  
 اور یہی بات خود بد میں نکلیں اور پریشانی اور دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام سب سے کرام  
 خاص فرم کر اپنے مسند فرمائی، اس طرح جو کہ خود میں سے اس طرح کا واقعہ ہوا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کیا ہے کہ جنگ کی حالت میں پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس واقعہ بیان کی نشانی ہوتی ہے۔ اور نماز میں بندہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ (ابن کثیر)







مجاہد اذہا من اس طرف پیوہ را کہ خلافت لشکر کا کوئی آدمی باقی نہ رہا جس کی آنکھوں میں اورچہوں میں نہ وصول اور نہ گزریاں نہ پہنچی ہوں میں کا اثر یہ ہوا کہ یہ رست میں جھگڑنے لگی اور مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا اور بیٹھے ملک ان کے ساتھ شریک قتال تھے۔ (تفسیر، روح)  
 ہاؤز کہ لوگ خلافت فوج کے قتل ہو گئے تو گرفتار کر گئے گئے اپنی جگہ گئے اور مسلمان  
 بہڑوں کے ہاتھ آگیا۔

پاگل ایسی اور نامیدی کے عالم میں یہ فتح معکم مسلمانوں کو حاصل ہوئی یہاں جنگ سے  
 واپس آکر آپس میں گفتگو میں شروع ہوئی صحابہ کرام اپنے اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان  
 کرتے گئے اس پر بہت تازی ہوئی فَكُنْ لَهُمْ نَصْرًا مِنْ رَبِّكَ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا  
 حَرَامِی دیکھی کہ اپنی سعی و عمل پر تازہ گرد ہو چکے ہر آدمی وہ صرف تمہاری محنت و کوشش کا نتیجہ  
 نہیں بلکہ فاضل حق تعالیٰ کی نصرت و امداد کا ثمرہ تھا جو دشمن تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ان کو  
 درحقیقت تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوا۔ وَمَا زَيَّنْتَ لِفِئْتِ  
 وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا حَرَامِی دیکھی کہ اپنی سعی و عمل پر تازہ گرد ہو چکے ہر آدمی وہ صرف تمہاری محنت و کوشش کا نتیجہ  
 نہیں بلکہ فاضل حق تعالیٰ کی نصرت و امداد کا ثمرہ تھا جو دشمن تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ان کو  
 درحقیقت تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔

عادیعت اذہا دست گفت حق کا دما برکارا دادو سبھی  
 فوجی جہانے تو مسلمانوں کے لئے جہاد کی فتح و کامیابی سے قیادہ حقینی ہے جہاد حقینی جس نے  
 ان کے ذہن کو اسباب سے بچھڑ کر سب اسباب سے وابستہ کر دیا اور اس کے ذریعہ اس  
 فوجی کی خرابی سے بچا لیا جس کے نشہ میں مونا فاج اقوام مبتلا ہو جایا کرتی ہیں۔ اور اس کے  
 بعد یہ متلاک فتح و شکست جہاد کے حکم کے تاب ہیں۔ اور ہماری فتح و نصرت ان لوگوں کے ساتھ  
 ہوتی ہے جو امانت گزار ہوں۔ وَاتَّبِعُوا الْفَوْزَ بِمِثْلِ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ یعنی یہ فتح عظیم جس نے  
 اس لئے دی کہ تم نہیں کو ان کی محنت کا بدلہ وصول دے دے۔ بلام کہ نقلی معنی امتحان کے ہیں اور  
 اللہ تعالیٰ کا امتحان بھی مصیبت و مشقت میں مبتلا کر کے ہوتا ہے اور کہیں راحت و دولت دے کر  
 بلام کہ جس میں امتحان کو کہا گیا ہے جو راحت، دولت اور فتح و نصرت دے کر کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ  
 اس کو ہملا انجام بھیج کر شکر گزار ہوتے ہیں یا اس کو اپنی ذاتی قابلیت کا اذہا کہ فوج و ذہن مبتلا  
 ہو جاتے اور اپنے عمل کو بدل کر دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی داد و دہا میں کسی کے فز و ناک کی کوئی

مجاہد نہیں ہے بقول مجاہد اذہا  
 فہم و ظاہر تفسیر کہ ان نیست راہ جزو شکست ہی تفسیر فضل مشاہ  
 پونجی کثرت میں اس کے باقی میں اس فتح کا ایک اور فائدہ بھی یہ بتایا گیا کہ اذہا کہ  
 لَفَتْهُ مَعْشَرٌ كَثِيرٌ مِنَ الْكُفْرَانِ یعنی یہ فتح و نصرت اس لئے بھی مسلمانوں کو دی گئی کہ اس  
 کے ذریعہ کافروں کی تعداد کو کام اور ناکارہ بنا دیا جائے۔ جس سے وہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد  
 ہمارے ساتھ نہیں اور کوئی غیر غیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے کامیاب نہیں ہو سکتی۔

پانچویں آیت میں شکست خوردہ قریش کا ذکر و خطاب اور ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو  
 قریش لشکر کے مسلمانوں کے مقابلہ پر کرے تھے کے وقت پیش آیا تھا  
 وہ کہ جب قریشی گناہ کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے طیار ہو گیا تو مکہ سے نکلے سے پہلے  
 لشکر کے سردار ابوہل و فہ نے بیت اللہ کا پردہ پر کر ڈیا تھا میں باقی تھیں، اور عجیب بات یہ ہے کہ  
 اس دعار میں انہوں نے اپنی فتح کی دعا کر کے کہ جہانے عام افکار میں اس طرح دعار لگی  
 یا اللہ وہ دونوں لشکروں میں سے جو اعلیٰ و افضل ہے اور دونوں جو اعلیٰ میں سے

جو زیادہ جاہلیت پرست اور دونوں پادشوں میں سے جو زیادہ کریم و شریفین ہے اور دونوں  
 میں سے جو دین افضل ہے اس کو فتح دیجئے۔ (ماہرین)  
 یہ بے وقوف قریش کچھ سب تھے کہ مقابلہ مسلمانوں کے ہم ہی اعلیٰ و افضل اور زیادہ جاہلیت پر  
 ہیں اس لئے یہ دعا ہمارے حق میں ہے اور اس دعا کے ذریعہ وہ یہ چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف  
 سے حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ اور جب فتح ہو جائے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے  
 حق پر ہونے کا فیصلہ ہو گا۔

گراں کہ یہ خبر دیکھی کہ اس دعا میں درحقیقت وہ اپنے لئے بددعا اور مسلمانوں کے لئے  
 دعا کر رہے ہیں۔ انجام جنگ سامنے آئے کہ بعد قرآن کوم نے ان کو بتلایا اِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ  
 فَاتَّبِعُوا حَرَامِی یعنی اگر تم خدا تعالیٰ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ سامنے آچکا کہ حق کو فتح اور باطل کو شکست  
 ہو گئی۔ وَاتَّبِعُوا الْفَوْزَ بِمِثْلِ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ اور اگر تم اب بھی اپنے کفر و عناد سے باز آ گئے تو  
 یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ وَاتَّبِعُوا حَرَامِی اور اگر تم پھر اپنی سفسرات اور جنگ کی طرف  
 رستہ پر قدم میں مسلمانوں کی امداد کی طرف ٹوٹیں گے۔ وَاتَّبِعُوا حَرَامِی اور اگر تم پھر اپنی سفسرات اور جنگ کی طرف  
 یعنی تمہاری جماعت اور جماعت کی زیادہ ہوئے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے مقابلہ میں تمہیں کو کام نہ دے گا  
 وَاتَّبِعُوا حَرَامِی یعنی کوئی جماعت تمہیں کو کام دے سکتی ہے جب کہ قادر مطلق اللہ  
 تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔



و دنیا کی مجلسوں میں تیار فرمائی گئی ہے۔

شاہجہاں کی بات میں مرثیہ کی ہر شکست و ذلت کا واقعہ بیان فرماتے کے بعد اشارہ دیا کہ اذیت کا باعث خدا کا وعدہ و امانت یعنی ہر طرح کی قوت و سامان کے اور ہر طرح کی شکست کا اصلی سبب اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت تھی۔ اس میں اس لوگوں کے لئے ایک تلخ بات یہ ہے جو زمین و آسمان کے خالق و مالک کی قدرت کا علم اور اس قوت سے قطع نظر کر کے صرف دنیوی قوتوں پر بھروسہ کر کے یہاں اللہ تعالیٰ کی قافلوں کے باوجود اس کی اسرار و نصرت کی غلط آغوشوں سے اپنے نفس کو غریب دیتے ہیں۔

آیات مذکورہ میں اسی مسئلہ کا دوسرا رخ مسلمانوں کو خطاب کر کے بیان فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو باوجود وقت و تدارک اور یہ سامان کے یہ فتح منظم صرف اللہ ہی شانہ کی نصرت و امداد سے حاصل ہوئی اور یہ نصرت و امداد نتیجہ ہے ان کی اطاعت حق کا اس اطاعت رضامندی سے قائم رہنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا رَسُولَهُ** یعنی اے ایمان والو! اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کرو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔ پھر اسی مضمون کی تفسیر میں آیت کے لئے فرمایا **وَلَا تَقُولُوا عَدُوٌّ كَرِهْنَاهُ قَدْ أَفْلَحَ** یعنی قرآن اور حکم حق میں جتنے کے باوجود مخالفت سے دوگردانی نہ کرو۔

میں جیسے سے مراد حق بات کا منانا ہے اور سنتے کے چاروں بات ایک یہ کہ کوئی کوازع صرف کانوں سے سن لی گرد اس کو سمجھے کی کوشش نہ کیا اور اس پر اعتقاد و امانت دیکھا اور نہ عمل کیا۔ دوسرے یہ کہ کانوں سے سنا بھی اور حکم بھی مگر نہیں پر اعتقاد کیا نہ عمل۔ تیسرے یہ کہ شناسائی اور سمجھا بھی اور اعتقاد و امانت بھی کیا مگر عمل نہیں کیا جو سنتے یہ کہ شناسائی بھی اور امانت بھی کی یا اور عمل بھی۔

یہ ظاہر ہے کہ سنتے کا اصل مقصد ہی دین و دنیا کو چھوڑنے و رہی رہی سے حاصل ہونا ہے جو مومنین و مومنات کا مقام ہے اور ابتدائی بیہودہ و وحشی میں سنتا باطن اور سامان کے جس کو ایک حقیقت سے منسلک بھی کر سکتے ہیں مگر اگلی آیات میں بتایا ہے۔ اور تیسرا وہ جس میں حق کا ساتھ سمجھا اعتقاد کرنا ہو جو وہ مگر عمل نہیں۔ اس میں اگرچہ سنتے کا اصل مقصد ہی رہنا مگر اعتقاد بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس لئے وہ بھی دیکھا گیا ہے۔ یہ درجہ بتانا مسلمانوں کا ہے۔ اور دوسرا درجہ جس میں صرف سنتا اور سمجھتا ہے نہ عمل یہ مومنین کا درجہ ہے کہ قرآن کو سنتے بھی ہیں جیسے جیسے ہیں اور ظاہر میں امتکار و عمل کا دلیلی بھی ہے مگر حقیقت میں عقیدہ اور عمل سے خالی ہیں اور پہلو و دم مگر مشرکین و کفار کا ہے جنہوں نے نہ حق اور قرآن کی آیات کانوں سے

قرآن میں مگر بھی سمجھتا و فہم کر کے اس طرف دیکھ رہی تھیں دیا۔

آیت مذکورہ میں مسلمانوں کو خطاب ہے کہ تم لوگ حق بات کو سن لو جیسے ہی پر بھی سنا کیلئے اعتقاد رکھنا اور حق کی طرف سے جو وعدہ کر آئے اس پر عمل ہی پورا کرو اطاعت سے دوگردانی نہ کرو تاکہ سنتے کا اصل مقصد مکمل ہو جائے۔

دوسری آیت میں اسی مضمون کی تفسیر میں آیت کے لئے اشارہ فرمایا **وَلَا تَقُولُوا عَدُوٌّ كَرِهْنَاهُ قَدْ أَفْلَحَ** یعنی تم نہ کہو کہ ہم نے مسلمانوں کو دشمنیت کا حکم دیا ہے۔ اس لوگوں سے مراد عام کفار ہیں جو سنتے کا دلیلی کرتے ہیں اعتقاد نہیں کرتے۔ اور منافقین بھی ہیں جو سنتے کے ساتھ سمجھتے اور اعتقاد رکھتے کہ یہی سنتی ہیں مگر حقیقت ہے کہ وہ فوہ و فک اور جملہ کج سے یہ دلیلی عہد میں اس لئے ان کا منشاء سنتے کے حکم میں ہے مسلمانوں کو ان لوگوں کے مشابہ ہونے سے منع فرمایا گیا۔

تیسری آیت میں ان لوگوں کی شدید مذمت ہے جو حق بات کو غور و تدبر کے ساتھ نہیں سنتے اور اس کو قبول نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم نے جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ **وَالْأَنْفَالُ وَالْآيَاتُ** یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام و آیتوں کی نفی کرتے ہیں۔

لفظ ذوقیت دلیلی کے معنی ہے اصل حقیقت کے اعتبار سے ہر چیز پر چلنے والے کو راہ دیکھا جاتا ہے مگر حرف و دھارہ میں صرف چارہ جانوروں کو راہ دیکھتے ہیں۔ مومن آیت کے یہ ہر کسب سے بدتر ہیں چنانچہ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو حق کو سنتے سے پہلے اور اس کے قبول کرنے سے گریز میں آلا ہر کسب سے گریز میں اگرچہ حق جو قہور میں اشاروں سے اپنے دل کی بات کہہ لیتا ہے اور دوسروں کی بات سمجھ لیتا ہے یہ لوگ پہلے گئے ہونے کے ساتھ ہی عقل بھی ہیں اور بظاہر پہلے جو ہم کو کچھ عقل سے بھی خالی ہوں اس کے بجائے سمجھانے کا کوئی واسطہ نہیں۔

اس آیت میں حق قرآن نے یہ واضح کر دیا کہ انسان کو جو احسن تقویم میں پیدا کیا گیا اور انسانی حقوقات اور تمدن کا کائنات بنا لیا گیا ہے سب اعلیٰ صرف اطاعت حق میں مضمر اور ضمیر پر محسوس انسان نے حق بات کے سنتے سمجھتے اور ماننے سے اجازت کیا تو یہ سارے اعلیٰات اس سے حسبِ وجہ ملے ہیں اور وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

تیسرا درجہ ایمان پر ہے کہ انسان اپنی اصل مخالفت کے اعتبار سے سب جانوروں سے افضل و اعلیٰ ہے اور فطرت سے کم درجہ رکھتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے ہی عقل و اطاعت حق میں جہد و محنت کرے تو فطرتوں سے بھی اعلیٰ و شرف ہو جائے اور اگر اس نے اطاعت حق سے دوگردانی کی تو پھر وہ اسفل مافیلوں میں شامل ہے اور جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے۔



ہوئے بتلا گیا مجھے دوسری آیت میں **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ يُوسُفُ بْنُ مَرْيَمَ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِصَاحِبِهِ**۔  
 کی گنگنوں سے بھی نیا در قریب ہوئے گا کیسا ہے۔  
 مطلب یہ ہے کہ انسان کا قلب ہر وقت حق تعالیٰ کے خاص نصیب میں ہے جب وہ کسی منہ  
 کی برائیوں سے حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے قلب اور گناہوں کے درمیان آڈا کر دیتے ہیں اور  
 جب کسی کی برائی متقدم ہوتی ہے تو اس کے دل اور نیک کاموں کے درمیان آڈا کر دی جاتی ہے  
 اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں **اللَّهُمَّ شَرِّ لِي عَدُوًّا وَكَارِئًا كَرِيهًا** سے  
**مُخْلِطًا مُشْطَلَبًا** کہتے ہیں یعنی اسے دونوں کے پختے والے پیرتے دل کو اپنے  
 دین پر ثابت اور قائم رکھئے۔

حاصل اس کا یہی وہی ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں وہ نہ لگاؤ اور نہ وقت  
 کو غنیمت جان کر غور کرے اور نہ معلوم نہیں کہ کچھ دلی نیکی کا یہ جزو اور امگ باقی رہتی ہے یا نہیں۔

**وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُغِيْبُ بَيْنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبَيْنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّ فِتْنَةَ اللَّهِ عَظِيمَةٌ**  
 اور کہنے والے اس حدیث کو بھی یاد رکھئے کہ **فِتْنٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَظِيمٌ** اور  
**اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ** **وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَزَلَّ اللَّهُ فِتْنَتَهُ**  
 ہیں وہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ اور اگر وہ بھی وقت نہ شر ہے  
**مُتَضَمِّنُونَ فِي الْأَرْضِ مُخْلِطُونَ أَنْ يَبْسُطَ كُفْرُكَ الشَّاسِ**  
 مطلب یہ ہے کہ میں ڈرتے ہوں کہ ایک میں تم کو رک  
**فَأُولَئِكَ وَآلَهُمْ فِي النَّارِ** اور اگر وہ بھی وقت نہ شر ہے  
**تَشْكُرُونَ** **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْزَنُوا** **وَالَّذِينَ آمَنُوا**  
 شکر کرو۔ اے ایمان والو! غم نہ کرو اور رسول سے  
**وَتَحْزَنُوا أَسْعِدْكُمْ وَآلَهُمْ تَعْمُونَ** **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَسْعِدْكُمْ**  
 اور محنت نہ کرو آپس کی اصلاح میں اور یہ کہ اللہ کے پاس ہر کام ہے  
**وَأُولَئِكَ فِي النَّارِ** **وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَ أَجْرٍ عَظِيمٍ**  
 اور اوروں کو بھی نصیب ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس ہر کام ہے۔

### خلاصہ تفسیر

اور اس طرح تم پر اپنی اصلاح کے متعلق غاف و غافل ہے اس طرح یہ بھی طاعت واجبہ

داخل ہے کہ عذر و وجہ دوسروں کی اصلاح میں ملتی اور بالہ و ف وہی میں انکار الیہ یا بالسنہ ترک  
 انحراف بالعتب و القہر جو کہ آخری وجہ ہے گوشش کو دوزخ و رحمت عاقبت ان منکرات کا وہاں  
 جیسا کہ ہمیں منکرات پر واقع ہوگا ایسا ہی کسی دوزخ میں ان عاقبت کرنے والوں پر بھی واقع ہوگا جب  
 یہ بات ہے تو تم اپنے والد کے ہونے کو جو خاص اس ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں میں  
 شریک ہوئے ہیں و لکن گناہوں کو جو کہ تمہارے لئے نہ عاقبت کی ہے وہی اس میں شریک ہیں  
 گئے اور اس سے پہلے ہی ہے کہ عاقبت مت کرو اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت مزا دینے والے  
 ہیں (ان کی مزا سے خوف کے عاقبت سے بچو) اور اس غرض سے کہ تم کو اپنے لئے عاقبت  
 منکر کا شوق ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو اور خاص کر اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم ایک وقت میں  
 اپنی قبل ہجرت خدمت میں آ گئے تھے اور وقت کے اعتبار سے بھی (سر زمین و ملک) میں کوئی فساد  
 کئے تھے تھے (اور غایت صفت حال سے) اس انداز میں رہتے تھے کہ تم کو (عاقبت) لوگ قوی  
 کھوٹ لائیں سو (ایسی حالت میں) اللہ تعالیٰ نے تم کو (مدینہ میں) طمان سے) رہنے کو مجر دی اور  
 تم اپنی نصرت سے قوت دی (مسلان سے بھی اور دوسروں کو قیادہ کرنے سے بھی جس سے قوت  
 اور استعصاف اور غوث اختلاف سب ناک ہو گیا) اور (مردم ہی نہیں کہ تمہاری معیت ہی کو  
 دور کر دیا جو کہ اعلیٰ درجہ کی توغیبا بھی حاضری کی طرح ہونے کو غلبہ سے کہ کثرت نعمات سے ہم کو  
 انیس نفیس پیریز عطا فرمایا تاکہ تم (ان نعمتوں کا) شکر کرو (اور بلا شکر ہے کہ طاعت کرو)  
 اسے ایمان والو! ہم نالافت اور معیت سے اس لئے عاقبت کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے تم پر  
 کچھ حقوق ہیں جن کا تم تمہاری ہی طرف ملتا ہے اور معیت سے اس حقوق میں غلٹ نہ پڑا ہے  
 جس سے واقع میں تمہارے ہی فتن میں غلٹ پڑا ہے جب یہ بات ہے تو تم اللہ اور رسول کے  
 حقوق میں غلٹ مت کرو اور (باعتبار انجام کے) اس معصوم کو اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ تم اپنی  
 قابل طاعت چیزوں میں اگر وہ تمہارے ہی منافع میں ہو اعمال پر مرتب ہوئے ہیں) غلٹ مت ڈالو اور  
 تم کو (اس کا مضر ہونا) جانتے ہو اور (اکثر وقت مال و مالور کی محبت میں طاعت ہو جاتی ہے  
 اس لئے تم کو ان گناہوں کا پابند ہے کہ تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے سوال اور تمہاری اولاد ایک  
 امتحان کی چیز ہے کہ دیکھیں گے ان کی محبت کو ترجیح دیتا ہے اور ان اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دیتا  
 ہے سو تم ان کی محبت کو ترجیح مت دینا) اور اگر ان کے منافع کی طرف نظر جائے تو تم (اس بات  
 کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس لوگوں کے لئے جو اللہ کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں)  
 بڑا بڑا اجر (موجود) ہے (کہ اس کے سامنے یہ فانی ملتیں معنی یکہ ہیں)۔











بھی باقی ہے جس سے ابو ربیع نے غلبہ مانع ہوئے گویا اس مانع کے ہوتے ہوئے بھی کوئی غلبہ مانع کسی عارضی مصلحت سے مانع ہو جائے جیسا تلف و دیکھ کا قریب قیامت میں ہونا صدیوں میں وارد ہے۔

## معارف و مسائل

پہلی آیت میں اس کا ذکر تھا کہ انسان کے لئے مال اور اولاد ایک ختمہ ہیں آزمائش کی چیز ہے کیونکہ ان چیزوں کی محبت میں مغلوب ہو کر انسان عموماً خدا تعالیٰ اور آخرت سے غافل ہو جاتا ہے حالانکہ اس عظیم نعمت کا عقل کا تخمینہ تھا کہ وہ انشائی کے اس اصل کی وجہ سے اس کی طرف اور زیادہ جھکا۔

مذکورہ آیت میں سے پہلی آیت انہی مضمون کی تکمیل ہے اس میں فرمایا ہے کہ جو شخص عقل کو طبیعت پر غالب رکھ کر اس آزمائش میں ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و محبت کو سب چیزوں پر مقدم رکھے جس کو ترک و فریخت کی اصطلاح میں فقہی کہا جاتا ہے تو اس کو اس کے صلہ میں ہمیں چیزیں عطا ہوتی ہیں فرقان، کفارۃ، سبکات، مغفرت۔

فرقان اور فرق دونوں مصداق ایک ہی معنی کے ہیں۔ عوارض میں فرقان اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جو دو چیزوں میں واضح طور پر فرق اور فصل کر دے۔ اسی لئے فیصلہ کو فرقان کہتے ہیں۔ کہہ کر وہ حق اور باقی میں فرق واضح کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کو بھی فرقان کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ اپنی حق کو حق اور باقی کے خلاف گرفتار کر دینا واصل کا فرق واضح ہو جاتا ہے فرقان اس میں اسی معنی کے لئے خزفہ بدر کو ہم الفرقان کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اس آیت میں تقویٰ اختیار کرنے والوں کو فرقان عطا ہونے کا ذکر مفسرین صحابہ کے نزدیک ہی مفسرین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت اور مخالفت ان کے ساتھ ہوتی ہے کوئی دشمن ان کو گرفتار نہیں کر سکتا اور عام مقاصد میں کامیابی ان کی رقیق ہوتی ہے۔

ہر کو ترسید و خفی و خوف سے غریب ترسید از دے جس و انس دہر کہ وید تفسیر جماعتی میں ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پچھلے واقعہ میں حضرت یونسؑ سے بڑا چنے اہل و عیال کی مخالفت کی خاطر فرسوخ ہو گئی تھی وہ اس لئے بھی غلامی کی بہن عیال کی مخالفت کا بھی تیج راستہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کو اپنا شعار بنالیا تو سب مال و اولاد اللہ تعالیٰ کی پناہ اور مخالفت میں آجاتے اور بعض محنت مفسرین نے فرمایا کہ فرقان سے مراد اس آیت میں وہ عقل و بصیرت ہے جس کے ذریعہ حق و باطل،

کہہ کر کون سے میں اختیار کرنا سہل ہو جائے تو کسی پر جسے کو تقویٰ اختیار کرنے والوں کو اس قتال ایسی بصیرت اور فراست عطا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے برے میں فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ دوسری چیز تقویٰ کے صلہ میں عطا ہوتی ہے وہ کفار و منافقین سے یعنی جو ظالمین اور

ظالمین اس سے برتر ہوتی ہیں دنیا میں ان کا کفارہ اور بدل کر دیا جائے یعنی اس کو اپنے اعمال صالحہ کی فلاح پر جاتی ہے تو اس کی سبب فقر و غریبی پر غالب آجاتے ہیں۔ تیسری چیز جو تقویٰ کے صلہ میں ملتی ہے وہ آخرت کی سعادت اور سب گناہوں اور خطیئوں کی معافی ہے۔

آفریت میں اشارہ فرمایا اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احسان والہاں والے ہیں۔ اس میں اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ حق کی جزا تو عمل کے پیمانہ پر ہوتی ہے یہاں بھی تقویٰ کی جو جزا و پاداش ہے یہاں بھی اس کے وہ جزا اور بدلہ کے طور پر ہے مگر اللہ تعالیٰ بڑے فضل و احسان والہ ہیں ان کی داد و بخش کسی پیمانہ کے ساتھ متعین نہیں اور ان کے احسان و انعام کا کوئی انداز نہیں لگا سکتا اس لئے تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے ان میں چیزوں کے علاوہ بھی بہت بڑی امیریں رکھنا چاہئے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے ایک خاص انعام و احسان کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر تکمیل پوری کیا ہے۔ یہاں بڑا ہے۔ کہ قبل از ہجرت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے رخ میں تھے، وہ آپؐ نے قید باطل کرنے کے مشورے کر دیے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کمال کے حوالہ کو فکال میں ڈال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلحت و نفعیت مدینہ طیبہ پہنچا دیا۔

جس کا واقعہ فہرستہ میں کثیر اور قطعی میں ہدایت محمدی احسان و انعام احمد دین مجرب و ذخیرہ علی کیا گیا ہے کہ جب مدینہ طیبہ سے آنے والے انصار کا مسلمان ہو جانا مکہ میں مشہور ہو تو قریش مکہ کو یہ فکر و فکر ہوئی کہ ان کو اس تک ان کا معاملہ صرف مکہ میں دلائل و دلائل ہر طرف کی قوت ہمارے ہاتھ میں ہے اور اب جب کہ یہ مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا اور یہاں سے صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو اب ان کا ایک مرکز مدینہ طیبہ قائم ہو گیا جہاں یہ ہر طرح کی قوت ہمارے خلاف جمع کر سکتے ہیں اور ہم پر ہر ہند اور ہو سکتے ہیں۔ اور ان کو یہ بھی احساس ہو گیا کہ اب تک تو مکہ صحابہ کرام کی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ہیں اب یہ بھی قوی امکان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں چلے جائیں اس لئے وہ سوا مکہ کے مشورہ کے لئے دارالندوہ میں ایک خاص مجلس طلب کی۔ دارالندوہ مسجد حرام کے متصل کسی ایک مکان تھا جس کو ان لوگوں نے قوی مسائل میں مشورہ اور مجلس کر کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور اندازہ اسلام میں اس کو مسجد حرام میں داخل کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو وہ باب عزیزات ہی وہ جگہ تھی جس کو دارالندوہ کہا جاتا تھا۔

حسب عادت اس اہم مشورہ کے لئے قریشی مردوں کا اجتماع دارالندوہ میں ہوا جس میں ابوجہل نفیس حارث، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف، ابوحنین وغیرہ قریش کے تمام نمایاں اشخاص شامل ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کے مقابلہ کی ضرورت پر غور فرمایا۔

ابھی مشورہ کی مجلس شروع ہی ہوئی تھی کہ ابلیس نہیں ایک سرسبزہ مرنی تیغ کی صورت میں دارالندوہ کے دروازہ پر آگیا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کون ہو، یہ کیوں آئے ہو۔ بتایا کہ میں غدر کا باعث ہوں مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگ ایک اہم مشورہ کر رہے ہیں تو قوی ہمدردی کے پیش نظر میں بھی حاضر ہو گیا کہ ممکن ہے میں کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔

پیش کش کر اس کو اندر بلا لیا گیا اور مشورہ شروع ہوا تو پہلی کی روایت کے مطابق ابوجہزی ابن ہشام نے یہ مشورہ پیش کیا کہ ان کو بھی سختی سے لے لیا جائے۔ واکم کو آہنی زنجیروں میں قید کر کے مکان کا دروازہ بند کر دیا جائے اور چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ خدا کا ارادہ وہ آپ اپنی موت جھکا لے۔ یہ سن کر شیخ نجدی ابلیس نہیں نے کہا کہ یہ راستہ صحیح نہیں، کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو سارا پیچھے کا نہیں بلکہ اس کی شہرت دور دور پہنچ جائے گی اور ان کے سامنے دودر رفتار کے خدا کا کارنامہ انھما سے سامنے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ لوگ جمع ہو کر تم پر حملہ کر دیں اور اپنے قیدی کو تم سے چڑھالیں۔ سب طرف سے آواز دیں انھیں کہ شیخ نجدی کی بات صحیح ہے اس کے بعد ابوالاسود نے یہ راستہ پیش کیا کہ ان کو نوکر سے نکال دیا جائے یہاں پر جو کام چاہیں کرتے رہیں، چار ماہ بعد ان کے فساد سے بے گمان ہو جائے گا۔ اور ہمیں کچھ جنگ و جدال کرنا پڑے گا۔

شیخ نجدی یہ سن کر بھرپور لاکر یہ راستہ بھی صحیح نہیں، کیا انھیں معلوم نہیں کہ وہ کبھی شہر کا کام آوی ہیں لوگ ان کا کام سن کر منتوں اور زخموں سے بھر جائے ہیں، اگر ان کو اس طرح آنا دیا جائے تو بہت جلد اپنی طاقتور جماعت بنا لیں گے اور تم پر حملہ کر کے شکست دے دیں گے۔ اب جو جہنم بولا کہ جو کہنے کا کام ہے تم میں سے کسی نے نہیں کیا۔ میری ہمتیں ایک بات آئی ہے وہ یہ کہ ہم عرب کے سب قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کا ایک نو جوان لے لیں اور ہر ایک کو عمدہ کام کرنے والی عتار دے دیں۔ سب لوگ یکساں ہوں ہر حملہ کر کے قتل کر دیں۔ ہم ان کے فساد سے تو اس طرح ہلکت مائل کر لیں۔ اب رہائے کے قبیلہ بنو عبد مناف کا مطالبہ ہوا کہ قتل کا سبب ہم پر عائد ہو گا سو اسی صورت میں جب گرفتار کسی ایک نے نہیں بلکہ ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص لے لیا ہے تو انھما میں جان کے بدلے جان لینے کا مطالبہ تو ہوتا ہی نہیں رہ سکتا۔ صرف تو یہاں یہ دیت کے ان کا مطالبہ رہ جائے گا وہ سب قبیلوں سے جمع کر کے ان کو دے دیں گے اور یہ نکر ہو جائیں گے۔

شیخ نجدی ابلیس نہیں نے پیش کر کہا کہ میں راتے ہیں، اور اس کے سوا کوئی چیز کا درگ نہیں، پوری مجلس نے اس کے حق میں رائے سے وہی اور آگ ہی رات میں اپنا یہ ناپاک عزم پورا کرنے کا مشیر کر دی گیا۔

مگر انھما علیہم السلام کی میں طاقت کو یہ جان کیا ہو سکتے تھے۔ اس طرف جبریل امین نے ان کے دارالندوہ کی ساری کیفیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کیا کہ یہ تدبیر پتلی کراچ رات میں آپ اپنے بستر سے پر آرام نہ کریں اور بچا کر اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکر سے ہجرت کرنے کی اجازت دے رہی ہے۔

اور مشورہ کے مطابق شام ہی سے قریشی نو جوانوں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آگ کی بات وہ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر سے پر آرام کریں اور یہ بھیجی مسادی کو اگرچہ چلا ہوا ہے میں آپ کی جان کا سارا ہے جو کس آپ کا کچھ نہ بچا سکے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لئے اپنے کھپ کو پیش کر دیا اور آپ کے بستر پر لیٹ گئے۔ مگر اب شعلہ یہ دیکھ چلی تھی کہ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم اس محاصرہ سے کیسے بچیں۔ اس مشکل کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہن کے ذریعہ حل کیا وہ کہ باہر امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھنچی میں اپنی بھڑک باز غصہ لے گئے اور محاصرہ کرنے والے جو کھپ کے بارہ میں گنگو کر رہے تھے اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فداوں اور فکروں کو آپ کی طرف سے بھیج دیا کہ کسی نے آپ کو دیکھا تو آپ ان میں سے ہر ایک کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے کھٹے بٹے گئے۔ آپ کے تصریف نے جانے کے بعد کسی آنے دار نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کیوں گھریے ہو تو انھوں نے بڑھا کر کھڑا ہو کر صلی اللہ علیہ وسلم کے انھما میں اس نے کہا کہ تم کس تمام خیال میں ہو دو تو پہلی سے سخن کر جا بھی چکے ہیں اور تم میں سے ہر ایک کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے سروں پر ہاتھ رکھا تو اس کی تصدیق ہوئی کہ ہر ایک کے سر پر شعلہ پڑی ہوئی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے بستر پر بیٹھ ہوئے تھے مگر محاصرہ کرنے والوں نے ان کے کمر میں دھنسنے سے پہلے لاکر یہ خود صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اس لئے قتل پر اہتمام نہیں کیا۔ جمع جنگ محاصرہ کرنے کے بعد یہ لوگ غائب و غایب ہو کر واپس ہو گئے۔ یہ رات اور اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص لشکر میں سے ہے۔ قریشی سرداروں کے مشورہ میں جو یوں دیکھا اب حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشق پیش کی گئی تھیں ان یوں کو قرآن کریم کی اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ **وَقَدْ يَمْكُنُونَ بِالنَّارِ** جہنم کے



یہ لوگ خود تو عبادت کے قابل نہ تھے اور جو مسلمان عبادت غرہ و طواف کے لئے مسجد میں حاضر ہوتا تھا ان کو روکنے لگے تو اب ان کا استحقاق عذاب باطل مکمل ہو گیا چنانچہ فتح مکہ کے فدیہ میں ہر مذہب شامل کیا گیا۔

مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکنے کا واقعہ غزوہ بدر میں پیش آیا تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ حوے کے قہصے سے تشریف لے گئے اور دشمنین کو مارنے آپ کو کمر ہوا داخل ہونے سے روک دیا اور آپ کو اور سب صحابہ کرام کو اپنے احرام کھڑے اور دھاپس جاملے ہو کر کیا یہ واقعہ شش بہری کا ہے اس کے دو سال بعد مشرکین میں مکہ کو سرخ ہو گیا، اس طرح ان پر مسلمانوں کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔

ان پر بھی اس کی تفسیر کا دار اس پر ہے کہ منافق عذاب آپ کا مکہ میں ہونا قرار دیا جاتے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں وجود مانع عذاب ہے جب تک آپ دنیا میں تشریف فرما ہیں آپ کی قوم پر عذاب نہیں آسکتا۔ اور وہ اس کی ظاہر ہے کہ آپ کا مکہ میں دوسرا انبیاء کی طرح نہیں کہ وہ خاص خاص مقامات یا قبائل کی طرف مبعوث ہوتے تھے جب وہاں سے نکل کر کسی دوسرے خطہ میں پہنچ گئے تو ان کی قوم پر عذاب آتا تھا۔ بخلاف سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی نبوت و رسالت سارے عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے قائم اور شامل ہے پوری دنیا آپ کا مقام بشت اور وارث وراثت ہے اس لئے جب تک آپ دنیا کی کسی جگہ میں موجود ہیں آپ کی قوم پر عذاب نہیں آسکتا۔

اس تفسیر پر مطلب یہ ہو گا کہ اہل مکہ کے افعال کا تقاضا تو یہی تھا کہ ان پر جہنم برساتے جائیں مگر وہ چریں اس عذاب سے مانع ہوئیں، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف فرما ہونا دوسرا اہل مکہ کا استغفار کرنا کیونکہ یہ لوگ مشرک و کافر ہونے کے باوجود اپنے طواف و فروع میں غفلت و غفارت کا مظاہرہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب بھی کرتے تھے۔ ان کا یہ استغفار مکرر و مشرک کے ساتھ تو آخرت میں نافع نہ ہو مگر دنیا میں اس کا بھی یہ نفع اُن کو مل گیا کہ دنیا میں عذاب سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے حق کو مانع نہیں کرتے، مگر وہ مشرکین اگر کوئی نیک عمل کرتے ہیں تو اس کا بدلہ ان کو اس دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جو یہ ارشاد فرمایا کہ یہ سب کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دوسے جگہ پر رکھ سکا تو کوہ صوم میں عبادت کرنے سے روکنے میں اس کا مطلب اس صورت میں ہے ہو گا کہ دنیا میں عذاب نہ ہونے سے یہ لوگ مغرور اور مطمئن نہ ہوں ان کو ہم بھی نہیں بامہر پر عذاب نہیں ہو گا۔ اگر دنیا میں نہ ہوا تو آخرت کے عذاب سے ان کی کسی طرح نجات نہیں۔ اس تفسیر پر اللہ تعالیٰ نے عذاب سے عذاب ان کو آخرت مراد ہو گا۔

آج تک ذکر سے چند الفاظ حاصل ہوئے۔ قول یہ کہ جس جہتی میں لوگ استغفار کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ ان پر عذاب نازل نہیں کرتے۔

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے آپ کی امت پر غزوہ اسلام ہونا یا عذاب عذاب نہیں آئے گا اور مراد اس سے یہ ہے کہ عذاب عام جس سے پوری قوم تباہ ہوجائے ایسا عذاب نہیں آئے گا جبکہ قوم فوج، قوم غزوہ، قوم شہید و فروع کے ساتھ پیش آئے گا کہ ان کا نام و نشان صاف ہو گیا۔ افراد و افراد کوئی عذاب آجائے وہ اس کے منافی نہیں جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں شرف اور شرف کا عذاب آئے گا۔ جنت کے معنی زمین میں اگر جہاد اور شریعت کے معنی صورت ہے جو کہ بدر بنامو و فوج و افراد کو ان کی شکل میں میری ہوجائے اس کی مراد یہی ہے کہ زمین میں افراد امت پر ایسے عذاب بھی نہیں آئے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں پناہ قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ نمونہ اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے کیونکہ دوسرا امت کا کوئی دینی یا دنیوی کام بر قوت ہے نہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے لئے ایسی فضول اور بے ضرورت باتوں کو پسند فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دوسرے میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لئے یہ امت قیامت تک عذاب عام سے محفوظ رہے گی۔

وَمَا لَهُمْ آلَا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَقْسِدُونَ عَنْ الْحُدُودِ

اور ان کی کیا بات ہے کہ عذاب دیکھتے ان پر عذاب اور وہ تو دیکھتے ہیں مسجد حرام سے

وَمَا كَانُوا أُولَئِكَ إِلَّا الْغَافِلُونَ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

اور وہ اس کے غفلت والے ہیں، اس کے غفلت والے ہیں اور یہ جو بڑے گمراہ ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں

وَمَا كَانُوا صَلَائِهِمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَافَرًا وَ

اس کی جگہ نہیں۔ اور ان کی عبادت بھی کسی کے واسطے نہ تھی بلکہ صرف ان کی

تَصَدِيقَهُ قَدْ وَكَّلْنَا الْعَذَابَ بِمَا كَانُوا يَفْرُونَ

تائید ان کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے تھے اور ان کی



## معارف و مسائل

پچھلے آیتوں میں یہ بتلایا گیا تھا کہ مشرکین کو اپنے کفر و انکار کی وجہ سے اگرچہ اس کے سخت جہنم کے آگاہی ملے گی لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم میں موجود ہوتا مطلب عام آنے سے مانع ہے اور ہجرت کے بعد ان خطا مسلمین کی وجہ سے ایسا مطلب نہیں آتا جو کہیں وہ کر سکتے ہیں۔

مذکورہ آیتوں میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مبعوث مسلمین کی دعایت سے اگر دنیا میں ان کا مذہب بھی گیا تو ان لوگوں کو یہ ذمہ نہ پائے کہ یہ مطلب کے تحت نہیں بلکہ ان کا اشتقاقی مطلب مکمل ہو جائے اور مابعد کفر و انکار کے اور بھی ان کے اپنے جہان میں جہنم کی وجہ سے ان پر مذہب اتھنا پائے۔ ان دونوں آیتوں میں ان کے عین جسم شہرہ کرنے ہیں۔

اول یہ کہ یہ لوگ خود کو مسجد حرام میں عبادت گزار کیے قابل ہی نہیں اور جو مسلمان وہاں عبادت نماز طواف وغیرہ ادا کرتا پائے ان کو کھانے سے روک دیتے ہیں۔ اس میں واقعہ مدینہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبادت کرنے کے لئے کو حکم دیا گیا تھا اور مشرکین کو مسجد کے دروازے پر روک دیا گیا تھا۔ دوسرا یہ کہ یہ لوگ اگرچہ یہ دعوت لیں لیکن اور کچھ ہیں کہ تم مسجد حرام کے متول ہیں جس کو چاہیں اس میں آئیں اور اجازت دیں جو کچھ چاہیں دیں۔

ان کا یہ خیال دو نقطہ نہیں کاغذ تھا اول یہ کہ اپنے آپ کو مسجد حرام کا متولی سمجھنا کہ کسی کو مسجد کا متولی نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ متولی کے حق ہے کہ جس کو چاہے مسجد میں آئے سے روک دے جب کہ مسجد خالصہ ہے جس میں کھانے سے روکے گا کسی کو حق نہیں بجز ان ہی خاص مسلمانوں کے جن میں مسجد کے متولی یا دوسرے نمازیوں کی تکلیف کا اہلیت ہو۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی مسجدوں کو پناہ چھوڑنے چھوڑیں سے اور پناہ آگ آگ آگ سے اور اپنی مسجدوں سے چھوڑنے چھوڑیں سے اور وہ کہتے ہیں جس سے پناہ کا خطرہ ہے اور پناہ سے پناہ کا بھی خطرہ ہے اور پناہ کی ایذا بھی اور ایسی جھگڑوں سے مسجد کے متولی بھی بچاؤ نمازیوں کی ایذا بھی۔

اس حدیث کی رو سے متولی مسجد کے لئے یہ حق ہے کہ اپنے چھوڑے ہوئے یا ان کو مسجد میں آئے سے اور پناہ بھی بچاؤ مسجد میں داخلے سے لیکن اگر کسی مسلمان کو مسجد سے روکے گا کسی متولی مسجد کو حق نہیں۔

قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں صرف پہلی بات بیان کرنے پرکتفا کیا کہ ان لوگوں کو مسجد حرام کا متولی کیسے مانا جائے۔ جب کہ اصل یہ ہے کہ کسی کے متولی صرف متقی مسلمان ہی ہو سکتے ہیں۔ اس سے مسلم ہو کر کہ مسجد کا متولی مسلمان دیکھ کر ہر گز برا نہ پائے اور بعض حضرات مصرعہ نے ان الفاظ کی کسی حد تک تفسیر کی طرف توجہ فرما کر یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی کے متولی صرف متقی ہرگز ہو سکتے ہیں۔

اس تفسیر کے مطابق آیت سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو لوگ غیر متقی و مست کے عقد میں کرنے کے باوجود اللہ عزوجل کا دعویٰ کریں وہ چھوڑنے ہی اور دینے کوئی لفظ نہیں وہ دوسرے میں ہیں۔ تیسرا یہ کہ ان لوگوں کا یہ بتلایا کہ کفر و شرک کی گنجائش ہی ان کے افعال و اعمال تو عام انسانی سطح سے بھی گزرتے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے سے قبل کا نام نہ رکھتے ہیں وہ بجز اس کے نہیں کہ اس میں کہ جس سے شیطان بچائیں کہ بھڑکے سے تائیل اور یہ ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھی متقی ہر گز ان افعال کو عبادت و نماز کی کوئی قسم انسانی فعل نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے اگر آیت میں ارشاد فرمایا کہ لَنْ يَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ يَنْتَظِرُونَ تِلْكَ الْحُلُوفَ عِنْدَ حِمَاہِمْ کُفْرًا وَاہِمْ کُفْرًا ہاں یہ ہے کہ اب اللہ عطا چکھو۔ مذہب سے اس جگہ مذہب اکثریت بھی ملا ہو سکتا ہے اور مذہب دینا بھی جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کے انھوں نے پرنازل ہوا۔

اس کے بعد یہ جیسی آیت میں کفار کو کے ایک اور واقعہ کا بیان ہے جس میں انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف قوت جمع کرنے کے لئے اپنی علیحدگی کیا اور پھر اس کو دین حق اور مسلمانوں کے شانے کے لئے شریع کیا۔ اگر انھوں نے یہ لوگ وہاں بھی آئے سے کیا اور مقصد حاصل ہونے کے بجائے خود ذلیل و خوار ہوئے۔

واقعہ اس کا یہاں یہ کہ انھوں نے منافق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ غزوہ بدر کے شکست زدہ و ذمہ خودہ اپنے کچے کھانے کو جب وہاں سے واپس آئے پچھلے قرین لوگوں کے پاس بیٹھے اس جہاد میں مارے گئے تھے وہ قافلہ کے امیر اور مسلمانوں کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ جنگ تمھارے تجارتی قافلہ کی حالت کے لئے لڑی تھی جس کے نتیجہ میں یہ تمام جانی اور مالی نقصانات اٹھائے ہوئے۔ اس لئے ہم پائے ہیں کہ اس مشترک تجارتی کمپنی سے ہماری کچھ مدد کیجئے تاکہ ہم آئندہ مسلمانوں سے اپنا انتقام لینے سکیں۔ ان لوگوں نے اس کو منظور کر کے ایک بڑی رقم دے دی کہ انھوں نے غزوہ بدر کا انتقام لینے کے لئے غزوہ اُحد میں خرچ کیا اور اس میں بھی اپنا تمام کار مطلوب ہوئے اور شکست کے خم کے ساتھ ان نتائج کرنے کی صورت حریف ہوئی۔

قرآن کریم نے اس آیت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہوئے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے



انہی کی خبر سے دی۔ ارشاد فرمایا، وہ لوگ برا فرمایا، اپنے مالوں کو اس کام کے لئے خرچ کرنا چاہتے ہیں کہ تو ان کو اللہ کے دین سے روک دیں۔ سو اس کا نام، بھلا کر کے اپنا مال بھی خرچ کر دیا۔ ان کے اور پیران کوئی خرچ کرنے پر صبر نہ ہوگی اور ان کا نام کا مطلب ہو جائیگا۔ چنانچہ غور و فکر میں شکیک بھی صورت ہوئی کہ کتنے شدہ اپنا بھی خرچ کر ڈالو۔ اور ہر مطلب جو ہے تو شکست کے فم کے ساتھ مال ضائع ہوئے بلکہ حسرت و ندامت ہوئی۔

اور انہی فیوضِ معنی میں نے اسی آیت کے معنی کو خود غزوۂ بدر کے اخراجات پر محمول فرمایا ہے کہ غزوۂ بدر میں ایک ہزار جاؤں کا چاروں شکریہ مسلمانوں کے مقابلہ پر کیا تھا ان کے کھانے پینے وغیرہ کے کل اخراجات مکہ کے بادشاہ حیرادوں نے اپنے ذمے لے لئے تھے میں انہیں جملہ قبر بمشیمہ و قبر شام تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک ہزار آدمیوں کے آٹے کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات بڑی رقم خرچ ہوئی۔ تو ان لوگوں کو اپنی شکست کے ساتھ اپنے اموال منائج ہونے پر بھی غصہ نہ صرف نہ خواست پیش آئی۔ (مظہری)

آفریت میں آفریت کے اعتبار سے ان لوگوں کے انتہام جدا بیان ہے وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَا يَسْمَعُونَ لَكَ حُكْمًا ۚ يَمْسَحُ لَكَ كَفْرُهُمْ يَوْمَ تَأْتِي السُّحُبُ بِكُلْهَدٍ ۚ يَخْرُجُ فِيهَا كَافِرٌ تَارِيفًا ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْكَ كِبَاؤُكَ وَلَسْتَ مَصْكُومًا ۚ

مذکورہ آیتوں میں وہی حق سے روکنے کے لئے اہل غیبا کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں آج کے وہ کام بھی داخل ہیں جو لوگوں کا اسلام سے روکنے اور اپنے باطن کی طرف رجوع دینے پر انہیں روک دینے کے لئے ضروری ہیں اور صدقہ فرائض کے مزان سے غیبا کرنے ہیں۔ یہی علاج وہ گمراہ لوگ ہیں اس میں داخل ہیں جو اسلام کے اجماعی عقائد میں شہادت و اہتمام پیدا کر کے ان کے خلاف لوگوں کو دعوت دینے کے لئے اپنے اموال غیبا کرتے ہیں کیونکہ مخالف اپنے دین کی مخالفت فرماتے ہیں اور یہی سے خارج ہیں شاہد بھی جو جانا ہے کہ یہ لوگ بڑے بڑے اموال غیبا کرنے کے باوجود اپنے مقصد میں ناکام رہتے ہیں۔

میتھیو سوری ایکٹ میں واقعات مذکورہ کے کچھ نتائج کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے جو  
اموال کھاتے اسلام کے خلاف استعمال کئے اور پھر ان کو حسرت و غمات ہوئی اور ذلیل و خوار ہوئے  
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 قاری کر دی۔ لفظ غیث اور طبیب دو متقابل لفظ ہیں۔ لفظ غیث تا پاک و آئندہ اور وہم کے لئے  
 بولا جاتا ہے اور طبیب اس کے بالمتقابل ایک صاف ستورے اور مٹال کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس جہان  
 دہلی مٹھوں سے گھا کے اموال غیث اور مسلمانوں کے اموال طبیب میں ملارہے ہیں۔ اس صورت میں

مطلب یہ ہے کہ کفار نے جو الٰہی عقیم غریب کے مال میں بیعت اور چاک تھے اس کا پڑا نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ان میں بھی گیا اور جانور بھی گئی اس کے بالفاظ مسلمانوں نے بہت متحور مال غریب کیلنگر وہ مال چاک اور سلطان تھا۔ جن کے فروغ کرنے والے کامیاب ہوئے اور مزید الٰہی عنایت بھی ان کے اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

وَتَجْعَلُ الْيُسْرَىٰ يُسْرًا يُخْرِجُكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّكَ تَتَمَنَّى خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ

یمن اللہ تعالیٰ جی کر دیتا ہے ایک نبیؐ کو دور سے عیسٰی کے ساتھ ہرگز سب کو جمع کرے گا کہ خدایا میں نے تم سے دعا کی ہے کہ

مطلب ہے کہ جس طرح دنیا میں مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے کہ ہر گھاس کو کھینچتا ہے اور نئی سائنس کے تجربات میں ساری دنیا کا نظام ہی باہمی کشش پر قائم ہے اسی طرح احقران اخلاق میں بھی کشش ہے۔ ایک بڑا عمل دوسرے کے عمل کو راہنما کرتا ہے اور اچھے نامور کے عمل کو کھینچتا ہے۔ اہل غیبت دوسرے اہل غیبت کو کھینچتا ہے اور یہ پھر اہل غیبت کا تار غیبت پیدا کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اہل غیبت اکثریت میں جتنے اہل غیبت ہیں سب کو انہم میں رقع قرار دے کر، اور یہ اہل غیبت بڑے نمبرہ میں پڑھا جائے گی۔

اور بہت سے حضرت مفسرین نے اس جگہ غیبت اور طیب کی ملا عام قرار دی ہے۔ یہی پاک اور نیک ایک ایک سے مومن اور نیک سے کافر ملا دیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ حاجات نیکو کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ نیک و ناپاک کو اپنی مومن و کافر میں امتیاز ہو جائے۔ مومنین جنت میں اور کھاروسب ایک جگہ جہنم میں بھیج کر دیے جائیں۔

اڑتوئی کی گت میں ٹکڑے کے لئے پھر ایک مردانہ خطاب ہے جس میں مرقیہ بھی ہے اور ترقی بھی۔ ترقی وہ اس کی ہے کہ گردہ ان تمام افسانہ شیعہ کے بعد اب بھی قیوم کر لیں اور ایمان لے آئیں تو پہلے سب گناہ مٹا کر دیئے جائیں گے اور ترقی ہے کہ گردہ اب بھی باز دے کر توں کر لیں ان کے لئے انحراف کو کوئی تیا قانون بنانا سوچنا نہیں پڑتا۔ پہلے زمانہ کے قانونوں کے لئے قانون جاری ہو چکا ہے وہی ان پر بھی جاری ہوگا کہ دنیا میں جگہ در بار ہوئے اور آخرت میں جگہ بھی ملتی ہوگی۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَكُمْ

اور لڑنے دیواریں سے یہاں تک کہ وہ یہی فساد اور بوجھتے حکم سے اللہ کا

فَإِنْ أَنتَهُوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَإِنْ تَوَلَّوْا

پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ ان کے کام کو دیکھتا ہے۔ اور اگر وہ نہ آجائیں

قَالُوا لَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةٌ مِنَ السَّمَاءِ كَالْمِائِدَةِ عَلَى إِبْرَاهِيمَ لَكُنَّا مِنَ الْمَلَأَىٰ ۚ

اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر آسمان سے ایسی مائدہ نہ آئے تو ہم مائتوں میں سے ہوں گے۔

### خلاصہ تفسیر

اور (پھر ان کے اس کافر رہنے کی صورت میں اسے مسلمانوں نے ان (کفار عرب سے اس حد تک لڑا کہ ان میں شاد عقیدہ یعنی مشرک) نہ رہے اور اللہ کا دین (الصلوٰۃ) اللہ ہی کا اور اللہ کے دین کا خلاصہ اللہ ہی کے لئے ہوتا ہوا موقوف ہے قبول اسلام پر تو حاصل ہے ہر ایک مشرک پر اگر اسلام اختیار کریں۔ خلاصہ یہ کہ اگر اسلام نہ لیں تو ان سے (جو جب تک اسلام نہ لیں) کیونکہ کفار عرب سے جزیہ نہیں لیا جاتا، پھر اگر (کفر سے) باز نہ آتے تو ان کے ظاہری اسلام قبول کرو دل کا حال مسلمانوں کو نہ ہو کہ وہ اس سے ایمان نہ لائیں کہ کفری، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں اور آپ محمدؐ میں سے تم کو کیا، اور اگر (اسلام سے) روگردانی کریں تو اللہ کا نام لے کر ان کے مقابل سے دست ہٹاؤ، لیکن دیکھو کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقابل میں، تمہارا دین ہے وہ بہت اچھا دین ہے اور بہت اچھا دواگر رہے (سودہ تمہاری حفاظت اور نصرت کے لیے)۔

### معارف و مسائل

یہ سورۃ انفال کی انتالیسوی آیت ہے اس میں دو لفظ قابل غور ہیں ایک لفظ فتنۃ دوسرا دین۔ یہ دونوں لفظ عربی لغت کے اعتبار سے کئی معنی کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔

آیت تفسیر صحابہ و تابعین سے اس جگہ دو معنی منقول ہیں۔ ایک یہ کہ فتنۃ سے مراد کفر و شرک اور دین سے مراد دین اسلام لیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہی تفسیر منقول ہے۔ اس تفسیر پر معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ مسلمانوں کو کفار سے قتال اس وقت تک جاری رکھنا چاہئے جب تک کہ کفر و شرک کو اس کی جگہ اسلام نہ آئے اسلام کے سما کوئی دین و مذہب باقی نہ رہے۔ اس صورت میں یہ حکم صرف اہل مکہ اور اہل عرب کے لئے مخصوص ہوگا۔ کیونکہ جزیۃ العرب اسلام کا گھر ہے اس میں اسلام کے سما کوئی دوسرا دین رہے تو دین اسلام کے لئے خطرہ ہے۔ باقی ساری دنیا میں دوسرے دین و مذاہب کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات اور روایات حدیث اس پر شاہد ہیں۔

اور دوسری تفسیر پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ فتنۃ سے مراد اس جگہ وہ ایذا اور غلبہ و مصیبت ہے جس کا مسلک کافر کے خلاف سے مسلمانوں پر پیش ہلائی جائے

جب تک وہ مکہ میں تھے تو ہر وقت ان کے زعم میں پھنسے ہوئے طرح طرح کی ایذائیں تھیں رہے پھر جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو ایک ایک مسلمان کا مقابلہ کر کے قتل و غارتگری کرتے رہے مدینہ میں پہنچنے کے بعد بھی پورے دین پر محض ان صورت میں ان کا غلبہ و غصب ظاہر ہوتا رہا۔ اور اس کے باوجود ان دنوں کے معنی قہر و غلبہ کے ہیں اس صورت میں تفسیر آیت کی یہ ہوگی کہ

مسلمانوں کو کفار سے اس وقت تک قتال کرنے دینا چاہئے جب تک کہ مسلمان ان کے غلام سے محفوظ نہ ہوں یا دین اسلام کا ظلم نہ ہو جائے کہ وہ خیروں کے مطالب سے مسلمانوں کی مخالفت کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک واقعہ سے بھی اس تفسیر کی تائید ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب امیر کے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے مقابلہ میں حجاج بن یوسف نے فوج کشی کی اور دونوں طرف مسلمانوں کی خواہش مسلمانوں کے مقابلہ پر چل رہی تھیں تو بعض حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ اس وقت میں بلا میں مسلمان مبتلا ہیں آپ دیکھ رہے ہیں حالہ کہ آپ عربین غلبہ دینی اللہ کے سامنے اس لئے ہیں جو کسی طرح ایسے فتنوں کو برداشت کرنے والے دیتے۔ کیا سبب ہے کہ آپ اس فتنہ کو دفع کرنے کے لئے میدان میں نہیں آتے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کا خون بہانا حرام قرار دیا ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ کیا آپ قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھتے قَاتِلُوا كُفْرًا تَتَذَكَّرُونَ یعنی مٹاؤ کفر کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ بیشک میں یہ آیت پڑھتا ہوں اور اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ ہم نے اس آیت کے مطابق کار سے قتال جاری رکھا یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو گیا اور غلبہ دین اسلام کا ہو گیا۔ اور ہم لوگ یہ چاہتے ہو کہ اب ہم قتال کر کے فتنہ پھر پیدا کر دو اور غلبہ فرمائے گا اور دین حق کے خوف کا ہو جائے۔ مقابلہ یہ تھا کہ جہاد کو اس حکم فتنہ کو ختم کر دو اور غلبہ دین کے مقابلہ میں خدا وہ تم کو کچھ اور ہار دیتے رہے یہاں تک کہ یہ فتنہ فرو ہو گیا۔ مسلمانوں کی باہمی فساد بھی کو اس پر قیاس کیا جیسے نہیں بلکہ مسلمانوں کے باہمی فساد کے وقت تو حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم کی چاہات یہ ہیں کہ اس میں بیٹھا ہے والا کفار ہونے والے سے بہتر ہے۔

خلاصہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ مسلمانوں پر اعداء اسلام کے خوف جہاد و قتال اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ مسلمانوں پر ان کے مقابلہ کا فتنہ ختم نہ ہو جائے اور اسلام کو سب آہل ان پر غلبہ حاصل نہ ہو جائے۔ اور یہ ضرورت صرف قرب قیامت میں ہوگی اس لئے جہاد کا حکم قیامت تک جاری نمودا رہے۔

اعلاء اسلام کے خلاف جہاد و قتال کے نتیجہ میں دو صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مسلمانوں پر ظلم و جور سے باز آجائیں خواہ اس طرح کہ اسلامی عبادت میں داخل ہو کر جہان بن جائیں

یا اس طرح کہ آپ مذہب پر دیتے ہوئے مسلمانوں پر ظلم و ستم سے باز آجائیں اور طاعت کا سامنا کر لیں،  
دوسرے یہ کہ وہ ان دونوں صورتوں میں سے کسی کو قبول نہ کریں اور مقابلہ کر لیں وہیں اسی  
آیت میں ان دونوں صورتوں کے احکام مذکور ہیں۔ ایذا و فحشا،  
قَبَالِی اَلْمُتَّخِذُوْا قَبَالَی اَللّٰہُ یَسْتَاہِیْہِمْ اِنْ کَرُوْا بِاَزَآئِہِمْ نَوَاصِرَہِمْ اِنَّہُمْ  
یَعْتَمِدُوْنَ عَلَیْہِ سِوَاہِ  
اٹھ کر خوب دیکھتے ہیں۔

اُنہیں کے مقابلہ میں انکی ساتھ ساتھ فحشا و زانیہ کے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ اپنا کھائیں تو ان کے خلاف  
جہاد کو بند کر دیا جائے۔ اس صورت میں مسلمانوں کو یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ مرکز قتال کے بعد کھانا کھان  
سے علیحہ کا سامنا ہو جائے لا انہار بیت تھیں کہ ہمیں کوئی جنگی چال اور دھوکہ نہ ہو۔ اس  
صورت میں جنگ بند کر دیا مسلمانوں کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب ان الفاظ سے دیا گیا  
کہ مسلمان تو قہا ہری اٹھ کر پابندی یاروں کا دیکھنے والا اور ان کے فتنی مرکز لا جانے والا صرف  
اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے جب وہ مسلمان ہونے کا انہار کریں یا سامنا مع کریں تو مسلمان اس پر  
جبرور ہیں کہ جہاد و قتال بند نہ کریں۔ مگر یہ سامنا کر انہوں نے پہلے سے چل سے اسلام یا علی کو قبول کیا ہے  
یا اس میں دھوکہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے جانتے ہیں اگر وہ ایسا کریں گے تو اس کا دوسرا  
انتقام ہو جائے گا۔ مسلمانوں کو ان خیالات اور خطرات پر اپنے معاملات کی بنیاد نہیں رکھنا چاہئے۔  
اگر انہار یا اسلام یا سامنا مع کے بعد ان پر ہتھ ڈالا گیا تو جہاد کرنے والے بڑے بہادری سے  
جہاد کو سمجھ جتا ہی وہ مسلم کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے اس کا حکم دیا  
گیا ہے کہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ کھانا کھانے والا نہ ہو اور اگر وہ کھانا کھانے والا  
کو قبول کر لیں اور خدا کا نام کریں اور کو آواز کریں اور جب وہ ایسا کریں تو ان کے خون اور مال  
سب محفوظ ہو جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قانون کے ماتحت کسی جرم کی پاداش میں ان کو کو سزا  
دی جاتے۔ اور ان کے دلوں کا صواب عقیدہ رہے گا کہ وہ پہلے سے اس بھلے اور مفلک اسلام  
کو قبول کر رہے ہیں یا خفاقت سے۔

دوسری ایک حدیث جو جو ہر آدمی کے لئے بہت سے صحابہ کرام کی روایت سے نقل کی ہے یہ ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی معاشرہ پر عین اس شخص پر جس نے اسلامی حکومت کی  
اطاعت و نافرمانی کا سامنا کر لیا ہو کوئی ظلم کرے یا اس کو نقصان پہنچائے یا اُس سے کوئی ایسا  
کام لے جو اُس کی طاعت سے ناگزیر ہے یا اُس کی کوئی چیز اُس کی دل و جان مندی کے حاصل کرے  
تو میں قیامت کے دن اس مسلمان کے خلاف مہاجد کی حمایت کروں گا۔  
قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور روایات حدیث نے بظاہر مسلمانوں کو ایک سیاسی خطروں، مہینا

کر دیا کر شے سے بڑا دشمن اسلام جب ان کی زندگی اُنکے لئے اور عرض جان بچانے کے لئے کھانا سامنا کر لیا  
تو مسلمانوں پر لازم کر دیا کہ وہ اپنا ہتھ دھک لیں اس طرح تو وہ کسی قسم میں قابو نہیں پا سکتے۔  
مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے فتنی مرکز کو اپنے ذمے لے کر جہاد و اخلاقیات سے کر دیا کہ اُن کی طور پر مسلمانوں کو  
میلان جنگ میں ایسا اہلکار نہیں بنیں گے۔ البتہ مسلح کی حالت میں سیکڑوں منافقین پیدا ہوئے جو  
نے دھوکہ دینے کے لئے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور بظاہر غرور و زور بھی ادا کرنے لگے۔ ان میں سے  
بعض کو ظلم تو ان کا تو اس میں مقصد تھا کہ مسلمانوں سے کچھ فائدہ حاصل کریں اور دشمنی کرنے کے  
باعض وہ ان کے انتقام سے محفوظ رہیں۔ اور بعض وہ ہیں جسے جو سیاسی مقصد کے مسلمانوں کے ہاں  
مسلح کرنے اور منافقین سے سازش کرنے کے لئے ایسا کر رہے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے قانون نے  
ان سب کے بارے میں مسلمانوں کو بھی ہدایت دی کہ وہ ان کے ساتھ مسلمانوں کا سامنا نہ کریں جب  
تک خود ان کی طرف سے اسلام دشمنی اور عداوت کی ظلمت و اندی نہ ثابت نہ ہو جائے۔

قرآن کی یہ تعلیم تو اس صورت میں تھی جب کہ دشمنان اسلام اپنی دشمنی سے باز نہ جانے کا اقرار  
اور سامنا کر لیں۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اپنی عداوت اور فساد پر قائم رہیں اُس کے متعلق حکم اس کے بعد کی آیت  
میں ادا فرمایا کہ اِنَّہُمْ لَیَکُوْنُوْنَ اَعْدَاؤُکُمْ اِنَّہُمْ کَفَرُوْا اِنَّہُمْ یَعْمَلُوْنَ الشُّعُوْرَ یعنی اگر وہ بدلت  
دلائل تو تم پہ کھینک کر اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار بن جائے اور وہ بہت اچھا خلیفہ اور بہت اچھا مددگار ہے  
اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ اپنے ظلم و جبر اور کفر و مشرک سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں کے  
ذمہ یہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ ان سے قتال جاری رکھیں۔ اور جہاد و قتال پر کڑے مشرک  
اور بہت سے افسر اور ساز و سامان پر عداوت موقوف ہے اور مسلمانوں کو عام طور پر یہ چیزیں کم  
حاصل تھیں اس لئے یہ ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں کو مکمل قتال ہماری سلام ہو یا وہ اپنی قلبی قصد اور  
قلب سامان کی وجہ سے یہ عرصہ کرتے گلیں کہ کم مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اس کا  
حلال اس طرح کیا گیا کہ مسلمانوں کو بتایا گیا کہ اگر یہ قتل و قتل اور سامان ان تو ان کے ہاں مسلمانوں  
سے ناگزیر ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی شہین نصرت و حمایت کہاں سے لائیں گے۔ مسلمانوں کو حاصل ہے  
ہیں کہ وہ ہر میدان میں اپنے ساتھ مشاہدہ کرتے رہیں، اور فرمایا کہ ان کو قتل و قتل و قتل و قتل  
دنیا میں ہر طرف کی دشمنی سے حاصل کریں یہ ہے مگر عداوت اور اس مددگار کی قوت و طاقت اور  
علم و تجربہ پر ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت و قوت اور علم و تجربہ زیادہ  
کیا ہر بھی سارے جہان کو حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سب سے بہتر حاجی اور مددگار ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ ۖ فَإِنَّ لِلَّذِي ظَنِمْتُمْ

وَالَّذِي ظَنِمْتُمْ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَالَّذِينَ ظَنِمُوا

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى عَبْدِهِ نَارُ الْقُرْآنِ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ فَخُذُوا حَتَّىٰ يَخْرُجَ الْغَنَمُ ۚ وَفِي ذَلِكَ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ

## معارف و مسائل

اس آیت میں مالی غنیمت کے احکام اور اس کی تقسیم کا قانون مذکور ہے۔ اس سے پہلے چند ضروری اہم نکات تشریح میں لیجئے۔

غنائم غنیمت لغت میں اس مال کے لئے بولا جاتا ہے جو دشمن سے حاصل کیا جائے۔ اصطلاحاً غنیمت میں غیر مسلموں سے جو مال جنگ و قتال اور قہر و قہر کے ذریعہ حاصل ہو اس کو غنیمت کہتے ہیں اور جو صلح و ریزہ نامی سے حاصل ہو جیسے جزیہ و خراج وغیرہ اس کو فقیہی کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں انھیں دونوں لغتوں سے ان دونوں قسموں کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ سورۃ انفال میں مالی غنیمت کے احکام کا ذکر ہے جو جنگ و قتال کے وقت غیر مسلموں سے حاصل ہو۔

یہاں سب سے پہلے ایک بات پیش نظر رہنا چاہئے وہ یہ کہ اسلامی تاریخ کی نظر سے مطالبی تمام کائنات کی اصل ملکیت صرف اس ذات حق تعالیٰ کی ہے جس نے انھیں پیدا کیا ہے انسان کی طرف کسی چیز کی ملکیت کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے ذریعہ کسی شخص کی ملکیت قرار دی ہو۔ جیسے سورۃ بقرہ میں ہے کہ جو زمین اور ارضاء و فواہد و کثرت یتروا انکا تعلق انکھ و قوما عیدت آئی یثا انکھما فلیکھما ملککون۔ یعنی کہا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ جو زمین کو ہم نے اپنے انھوں سے بایا پھر لوگ ان کے ملک بن گئے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی ملکیت ذات حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو ملک بنا دیا۔

جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرتی ہے یہی کفر و مشرک میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پہلے حق تعالیٰ ان کی اصلاح کے لئے اپنے رسول اور کتابیں بھیجتے ہیں جو بدعت اس افعال الہیہ سے بھی متاثر نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو ان کے مقابلہ میں پہاڑ و قتال کا حکم دے دیتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہوتا ہے کہ ان باغیوں کے جان و مال سب مباح کر دیئے گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے دینے ہوئے اموال سے نفع اٹھانے کا حق نہیں رہا۔ لیکن ان کے اموال میں ہر کار مضبوط ہو گئے۔ انھیں ضبط شدہ اموال کا دوسرا نام مالی غنیمت ہے۔ جو کفار کی ملکیت سے حق کفر اسی حق تعالیٰ کی ملکیت میں رہ گئے۔

ان ضابطہ اموال کے لئے زمانہ قدیم سے حق تعالیٰ کا قانون یہ رہا ہے کہ ان سے کسی کو فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ ایسے اموال کو جمع کر کے کسی مکمل جگہ میں رکھ دیا جاتا اور یہاں سے ایک ایسی ایگریکولچر کو بطور حق تعالیٰ سے عطا ہوتی تھی۔ یہی علامت ہوتی تھی اس پہاڑ کے قیوں ہونے کی۔

غنائم و اموال اصلی اللہ تعالیٰ کے ملک کو جو ہر خصوصیات حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہیں ان میں ایک



فرایمے ہیں کوئی کام نہیں۔ وہ شاہینِ نبوت کے لائی نہیں۔

مالِ غنیمت کے پانچوں حصہ میں سے چھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو بھی قرآن کی اس آیت نے حصہ دیا ہے اس لئے اس پر متنبہ کیا گیا کہ حصہ لوگوں کی حکمت سے مشتق ہو کر نہیں آیا بلکہ واسطہ اللہ تعالیٰ شاذ کی طرف سے ہے۔ جیسا کہ اسی ذکر کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت کناری کی بلکے سے نکل کر بلا واسطہ حق تعالیٰ کی عاصِ حکمت پر مشتمل ہے کہ طرف سے بطور انعام تقسیم ہوتا ہے۔ اس لئے اس آیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ رسولِ صل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربی کو حصہ مالِ غنیمت کے جس سے دیا گیا ہے وہ لوگوں کے مساوات کا نہیں بلکہ بڑا راست حق تعالیٰ کی طرف سے فضل و انعام ہے۔ مروجہ آیت میں فرمایا گیا جتنے میں سے سب مالِ اصل میں خاص حکیت اللہ تعالیٰ کی ہے باقی کے ذرائع کے مطابق مذکورہ معارف میں خرچ کیا جائے گا۔

اس لئے اس شخص کے اصلی معارف پانچ روئے دسوں۔ ذوی القربی، یتیم، مسکین، مسافر، پھر ان میں استحقاق کے دو حصہ ہیں۔ قرآن کریم کی رعایت دیکھئے کہ ان دو حصہ استحقاق کا فرق کس پارک اور طبعیت انداز سے ظاہر فرمایا گیا ہے کہ ان پانچ میں سے پہلے دو پر حرمِ کام کیا گیا ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ** اور باقی تین قسموں کو بے حرمِ کام کے باہر معطوف بنا کر ذکر کیا گیا۔ حرفِ کام عربی زبان میں کسی خصوصیت کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً **وَالَّذِينَ آمَنُوا** حرفِ لام انخاص حکیت کے بیان کے لئے ہے کہ اصل مالک سب چیزوں کا اللہ تعالیٰ ہے اور غلط فہمیوں میں استحقاق کی خصوصیت کا بیان مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس غنیمت کے شریف کرنے اور تقسیم کرنے کا حق دسوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے کہ حاصل امامِ مہدی کی تحقیق اور تفسیر ظہری کی تفسیر کے مطابق ہے کہ اگرچہ اس جگہ جس کے معارف میں پانچ ناموں کا ذکر ہے لیکن درحقیقت اس میں پورا تصوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ اپنی صوابیہ کے مطابق ان پانچ قسموں میں جس غنیمت کو شریف فرمایا جیسا کہ سورۃ انفال کی پہلی آیت میں پورے مالِ غنیمت کا حکم ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صوابیہ کے مطابق جہاں چاہیں صرف فرمائیں جی کو چاہیں دیں۔ **آيَةُ وَاللَّهُ شَاقُّ الشَّكِّ** غنیمت نے کل مالِ غنیمت کے پانچ حصے کے کے چاد کو جاہلیانِ حق قرار دے دیا مگر پانچوں حصہ بدستور اسی حکم میں رہا کہ اس کا شرف کنارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابیہ پر چھوڑا گیا صورتِ امتیازات کا اعزاز ہوا کہ اس پانچوں حصے کے پہلے حصہ صدارت بیان کر دیتے تھے کہ یہ ان میں دائر ہے گا۔ مگر جوہر رائے اپنی تحقیق کے نزدیک آپ کے واسطہ نام نہیں خاکہ اس شخص کے پانچ حصے ہا برکین اور مشرور آیت پانچوں قسموں میں بار تقسیم کرکے بکثرت

انسانِ مذہبی تھا کہ جس غنیمت کو زمین پانچ قسموں کے اندر سب کو یا بعض کو اپنی صوابیہ کے مطابق مٹا فرمائیں۔

اس کی سب سے بڑی واضح دلیل خود اس آیت کے الفاظ اور ان میں بیان کی ہوئی مصارف کی تفسیر میں کہ یہ سب نہیں ہوا مالک مالک بلکہ باہم مشرک بھی ہو سکتی ہیں مثلاً جو شخص ذوی القربی میں داخل ہے وہ یتیم بھی ہو سکتا ہے مسکین اور مسافر بھی۔ اسی طرح مسکین اور مسافر یتیم بھی ہو سکتے ہیں ذوی القربی میں جو مسکین ہے وہ مسافر کی فہرست میں بھی آسکتا ہے اگر ان سب قسموں میں مالک مالک ہوا تقسیم کرنا مقصود ہوتا تو زمین ایسی ہونا چاہئے تھیں کہ ایک قسم کا آدمی دوسری قسم میں داخل نہ ہو۔ ورنہ ہر ہر نام کا ایک جگہ جو ذوی القربی میں سے ہے اور وہ یتیم بھی ہے مسکین بھی مسافر بھی تو اس کو ہر حیثیت سے ایک ایک حصہ ملنا چاہئے دیکھ جائیں جیسا کہ تقسیم فرائض و میراث کا پہلی قاعدہ ہے کہ ایک شخص کو یتیم کے ساتھ نہایت قسم کی قرابتیں حاصل ہیں تو ہر قرابت کا حصہ اس کو مالک دیا ہے اور آیت میں اس کا کوئی قائل نہیں کہ ایک شخص کو چار حصے دیتے جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پابندی قائم کرنا نہیں ہے کہ ان سب قسموں کو ضروری دیں اور ہر دیں بلکہ مقصود ہے کہ جس غنیمت کا مال ان پانچ قسموں میں سے جس قسم پر جتنا فرق کرنا آپ کی رائے میں مناسب ہو گنا دے دیں اگرچہ ظہری۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اس شخص میں سے ایک خادم کا سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور گھر کے کاموں میں اپنی خدمت و مشقت اور کردی کا سبب بھی بیان کیا۔ قرصوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قدر فرما کر ان کو دیتے سے انکار کر دیا کہ میرے سامنے تمہاری ضرورت سے زیادہ اہلِ صوابیہ کام کی ضرورت ہے جو آسمانی فقر و افلاس میں مبتلا ہیں ان کو چھوڑ کر میں نہیں دے سکتا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اس سے واضح ہو گیا کہ ہر ایک قسم کا مالک جن غنیمت خدا درہ ذوی القربی کے حق میں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے کون مقدم ہوتا۔ بلکہ یہ سب بیانِ مصارف ہے بیانِ استحقاق نہیں۔

**تقسیمِ خمس بعد وفات**

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

طریقہ کا کہ گنا گناہ آپ کے منصبِ نبوت و رسالت کی بنا پر ایسا ہی چاہیے کہ آپ کو خصوصی طور پر یہ حق دیا گیا تھا کہ پورے مالِ غنیمت میں آپ اپنے لئے کوئی چیز انتخاب کر کے لیں جس کی وجہ سے بعض غنیمتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اشیاء کی بھی تھیں اور جس غنیمت میں سے آپ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا انتظام فرماتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ حصہ ضرور خود ہو گیا کیونکہ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں



### فائدہ

اس میں دو قسم کا انصاف ہے۔ کہ فقراء ذوی القربیٰ کا حق غنیمت میں دوسرے معارف یعنی غنیمت، مسکن، مزارعہ مقدم ہے۔ کیونکہ فقراء ذوی القربیٰ کی امداد دیکھ و صدقات سے نہیں ہو سکتی دوسرے معارف دیکھ و صدقات سے بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کا سرچا بی البیاد و یقیناً ان کے انصاف ذوی القربیٰ کو اس میں سے دیا جائے گا یا نہیں۔ اس میں امام اعظم ابوحنیفہ کا فرمان ہے کہ فرائض و صلوات علیہ وسلم بھی جو ذوی القربیٰ کو ملنا چاہئے تھے تو اس کی دو باتیں تھیں ایک ان کی عاقبتی اور فقراء دوسرے عاقبتی ہیں اور صلوات علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و امداد۔ دوسرا سب تو وفای نبوی کے ساتھ ختم ہو گیا صرف پہلا سبب بقراءت جندی رہ گیا اس کی بنا پر تاقیامت پر امام و امیر ان کو دوسروں سے مقدم رکھے گا (ہاں۔ جصاص) امام شافعیؒ سے بھی یہی قول نکلا ہے (قرطبی)

اور بعض فقہاء کے نزدیک ہم ذوی القربیٰ کی غنیمت قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صلوات کے لئے والی ہے جس میں انصاف اور فقراء سب شریک ہیں البتہ امیر و رکن اپنی صلاحیت کے مطابق ان کو حصہ دے گا۔ (محقق)

اور اصل چیز اس معاملہ میں غلظہ و راشیہ کا سوال ہے کہ انھوں نے اخذت صلوات علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا کیا صاحب ہدایہ نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

ان اختلاف الارویۃ الرشیدین ہماروں غلظہ و راشیہ نے آغزیت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد غنیمت کو صرف تین قسموں میں تقسیم فرمایا ہے غنیمت، مسکن، مزارعہ۔

البتہ حضرت فاروقؓ نے ثابت ہے کہ فقراء ذوی القربیٰ کو غنیمت سے دیا کرتے تھے (انہی ابو الدرداء) اور ظاہر ہے کہ یہ شخصیں صرف فاروقی اعظمؓ کی نہیں دوسرے غلظہ کا بھی یہی عمل ہو گا۔

اور میں روایت سے یہ ثابت ہے کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اپنے آخری زمانہ خلافت تک ذوی القربیٰ کا حق نکالتے تھے اور حضرت علیؓ کی عمر عندہ کہ اس کا حصول بنا کر ذوی القربیٰ میں تقسیم کرانے تھے (کافی مدعی کتاب الخراج فی بیوت) تو یہ اس کے متافی نہیں ہے کہ وہ تقسیم فقراء ذوی القربیٰ کے لئے مخصوص ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ذوی القربیٰ کی غنیمت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس طرح فرمادی کہ جو ائمہ تو آپ کا اپنا قبیلہ ہیں مگر بنو المطلب کو بھی ان کے ساتھ اس نے شامل

فرمایا عمار کہ لوگ بھی جاہلیہ و اسلام میں بھی جو غنیمت لگ جیتی ہوئے یہاں تک کہ قریش مکہ نے جب فرائض و صلوات پر غنیمت کیا کیا اور ان کو شریعت میں طلب میں بند کر دیا تو بنو المطلب کو اگرچہ قریش نے امداد میں داخل نہیں کیا تھا مگر لوگ اپنی زمانہ سے یہ معاملہ میں شریک ہوئے (محقق)

غزوہ بدر کے دن کو کہ آپؐ مذکورہ میں بدر کے دن کو یوم القربان فرمایا ہے وہ اس کی ہے کہ سب سے پہلے ذوی القربیٰ اور ظاہر ہے کہ بنو المطلب کی داغ بیل تھی اور

کفار کی جڑ تک شکست اس دن میں ہوئے کہ بنا کر کھتر و اسلام کا ظاہری فیصلہ بھی اس دن ہو گیا۔

اِنَّكُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهَمَّ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى وَالْكَرْبِ

یہ وقت تھے دورے کشادہ اور وہ پہلے کشادہ رہا اور فاضل

اَسْغَلَ وَشَكَّرَ وَكَوْثَرَ اَعْدَاؤُهُمْ لَخْتِلَافِهِمْ فِي الْبَيْعَةِ وَلِاَنَّ

یہاں کیا جاتا ہے، اور اگرچہ ان میں سے دورے گزرتے تھے وہاں تک کہ ساری

لِيَقْضِيَ اللَّهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ

باز کر دیا جاتا تھا ایک کام کو جو حق ہو چکا تھا، تاکہ وہ جس کو مرنے کی حالت

بَيْعَةٍ وَخِيَانَةٍ مِنْ حَيٍّ عَنْ بَيْعَةٍ وَرَانَ اللَّهُ لِيَمِيعَ عَلَيْهِمْ

کے بعد اور جو سے جس کو بیعت ہے قیام جسد کے بعد، اور چاہے اللہ سے وہاں ملے گا۔

لَا يُؤْفِكُهُمُ اللَّهُ فِي مَتْلَمِكَ قَلِيلًا وَلَوْ اَرَاكُمْ كَثِيرًا

ہم چاہتے دیکھ کر کہو کہ تو کبھی غلاب میں ہوئے، اور اگر تو کہتے دیکھ کر

لَتَغْلِبَنَّ وَلَنَكْتَنَزِعَنَّ فِي الْاَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ رَأَيْتُكُمْ

زمین و ملک میں کہہ دو مجھ کو ازلے کام میں بھی اللہ نے پایا، اس کو سب سے

يَذَاكِبُ الصُّدُورُ ۝ وَاذْكُرْ لَكُمْ هُمُ الَّذِي اتَّقَىٰ

جرات ہے دل میں، اور یہ تم کو دکھائے وہ دن کے وقت تمہاری

اَعْيُنُكُمْ قَلِيلًا وَيَقْلَلُكُمْ فِي الْاَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ رَأَيْتُكُمْ

آنکھوں میں غلبہ، اور تم کو دکھائے کہ ان کی آنکھوں میں تاکہ کرانے اللہ ایک کام کو تمہاری

مَفْعُولًا وَلَئِي اللَّهُ شَرْجُحُ الْاَمْرِ ۝

جو چاہتا، اور اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام۔



## خلاصہ تفسیر

یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان کے اندر والے کنارہ پر پہنچے اور وہ لوگ امین کنارہ اس میدان کے اندر والے کنارہ پر تھے (اور والے سے مراد مدینہ سے نزدیک کا موضع اور اگر والے سے مراد مدینہ سے دور کا موضع، اور وہ قافلہ قریش کا قافلہ سے پہلے کی طرف کو (بچا ہوا) تھا یعنی سہمہ کے کنارے کا رہے جارہا تھا حاصل یہ کہ فوراً جو اس سالانہ مجمع ہوا تھا کہ دونوں آپس میں آئے سلسلے تھے کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش میں آئے اور قافلہ رشتہ دہائی تھا جس کی وجہ سے لشکر کنارہ کو اس کی حمایت کا خیال نہ لکھیں کہ اس سے اور خوش میں زیادتی ہو فرض وہ ایسا شدید وقت تھا کہ بھی خدا تعالیٰ نے تم پر اصول بھی نازل کی جیسا اوپر اشارت ہوا ہے **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَسَیْکَ** اور اے خداوند مصلحت یہ ہوئی کہ اوقاتِ خالیہ ہو گیا اور (گرا پہلے سے حسب معمول و عادت تم اور وہ (طوائف کے لئے) کوئی بات نہ رہا تھے (کہ فلاں وقت طریں گے) تو (مستحقا حال پر جو وہ کا یہ تھا کہ) فردا اس قدر گہوارے میں تمہیں امتحان ہوگا یعنی خود اور صرف مسلمانوں میں باہم کر دے کہ مسلمانوں کے کوئی کچھ کہنا کی کچھ کہنا اور خود وہ کنارے ساتھ امتحان ہوتا جس کی وجہ اس طرف کی بے سرو سامانی اور اس طرف مسلمانوں کا رعب بہر حال دونوں طرف اس جنگ کی فوج دکان نہیں اس میں جو فرائض ہوتے وہ ظہر میں آتے تھے میں کا بیان نہ کیا ہے بلکہ (اللہ تعالیٰ نے ایسا سالانہ کر دیا کہ اس کی فوج نہیں آئی بلکہ وہ طوائف تھیں کئی) تاکہ جو ہند کو کرنا مقصود تھا اس کی تکمیل کر دے یعنی تاکہ اس کا نشان ظاہر ہو جائے اور جس کو ربیب (بین گراہ) ہوتا ہے وہ نشان آتے ہیں بڑا ہوا اور جس کو زندہ یعنی حیات یافتہ ہوتا ہے وہ (بھی) نشان آتے ہیں زندہ ہو مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا طوائف ہوتا تاکہ ایک خاص طریق سے اسلام کا حق پڑنا ظاہر ہو جائے کہ اس وقت مدد و کم سامانی پر مسلمان غائب آتے ہو کر قافروں عادت ہے جس سے صلح ہو کر اسلام حق ہے پس اس سے حجت الہیہ تمام ہو گئی اس کے بعد جو گراہ ہو گا وہ وضوح حق کے بعد ہو گا جس میں ظالم کا پورا استغنا ہو گیا اور ضروری گناہ نشہ ہی نہ رہی اسی طرح جس کو حیاتیت ہوتا ہو گا وہ حق کو قبول کر لے گا خواہ مسک کا یہ ہو کہ حق واضح ہو جائے اور بلا مشغہ اللہ تعالیٰ خوب سنتے والے خوب جانتے والے ہیں (کہ اس موضوع کے بعد ان اور کتب سے کون کون کرتا ہے اور کون ایمان لائے اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کتب کے خوب میں آپ کو لوگ حکم دیکھائے (چنانچہ آپ نے صحابہ کو اس خواب کی خبر کی کہ دل کو اب قوی ہو گئے) اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دیکھا دیتے (اور آپ صحابہ سے فرما دیتے)

تو اے صحابہ! تمہاری جنسیں (یا جانیں) اور اس امر (قتال) میں تمہیں باہم نزاع (اور اختلاف) ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے (اس کو) جمعی اور اختلاف سے تمہیں بچالیا بیشک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے (اس کو) معلوم تھا کہ اس طرح ضعت پیدا ہو گا اس طرح قوت اس لئے ایسی تدبیر کی (اور صرف خواب ہی میں آپ کو کہ دیکھنے پر انگار تھیں کیا بکھیریم حکمت کے لئے بیادری میں مقابلہ کے وقت مسلمانوں کی نظر میں بھی حکم کار کو دکھائی دینے جیسا کہ انکس بھی ہوا ہو کہ مانع کے مطابق بھی خفا میں دیکھتے ہیں) اسی وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں جبکہ تم مقابل ہوئے ان لوگوں کو کھائی نظر میں کر کے دکھا رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہ میں تم کو کر کے دکھا رہے تھے تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے (جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے لیصلحت من خلقت) اور سب مقصد خدا ہی کی طرف رجوع کے جائیں گے (وہ ایک اور حق یعنی گراہ اور ہند کو مزا و جسر دے گا)۔

## معارف و مسائل

غزوہ بدر کو رسول کا وہ پہلا معرکہ تھا جس نے ظاہری اور باطنی طور پر بھی اسلام کی بڑی اور حمایت کا ثبوت دیا اس لئے قرآن کریم نے اس کی تفصیلات بیان کرنے کا خاص اہتمام فرمایا کتاب مذکورہ میں اسی کا بیان ہے۔ جس کے ذکر میں بہت سی حکمتیں اور صلوٰتوں کے علاوہ ایک خاص اصول اس کا اظہار ہے کہ جس معرکہ میں ظاہری اور باطنی طور پر مسلمانوں کے فتح پانے کا کوئی پہلا خدا اور مشرکین کے شکست کا کوئی احتمال نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی فیض قوت نے سارے ساز و سامان اور ظاہری اسباب کی کا پیٹ دی۔ اسی واقعہ کی وضاحت کے لئے ان آیات میں غزوہ بدر کے حوالہ جنگ کا پورا نقشہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے ان آیات کی تشریح سے پہلے چند الفاظ و احکام کی تشریح دیکھ لیں۔

**عَلَّٰمٌ غُیُوبٍ** کے معنی ایک جانب کے آتے ہیں اور لفظ **غُیُوبٍ** اللہ سے رہا ہے جس کے معنی ہیں مشرکین نہ آتے وقت کے مقابلہ میں اس بیان کو بھی دینا اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عالم اخبرت کی نسبت انسان کی طرف قریب تر ہے۔ اور لفظ **غُیُوبٍ** افعلی سے بدلے افعلی کے معنی ہیں بعد تر۔

بیان نبوی آیت میں طاقت اور اس کے مقابلہ میں حیات کا ذکر آیا ہے۔ ان دونوں افکاروں سے موت و حیات کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ معنوی موت و حیات یا طاقت و نہایت مراد ہے۔ معنوی حیات اسلام و ایمان ہے اور موت مشرک و کفر۔ قرآن کریم نے کئی جگہ یہ الفاظ اس معنی میں

استعمال کئے۔ ایک جگہ ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِذُوا بِاللَّهِ وَاسْتَغِيثُوا بِرَبِّكُمْ وَأَعْلُوا كَلِمَاتِكُمْ**۔  
**تَحِيَّتِكُمْ** میں سے ایمان والوں کو ہمہ افراتہ و سول کا جب تم کو وہ ایسی چیز کی طرف دیکھیں جس میں  
 قصاری حیات ہے۔ مروجیات سے وہ حقیقی حیات اور دائمی راحت ہے ایمان و اسلام کے مصداق  
 ملتی ہے۔ اب آیات کی تفسیر یہ ہوتی کہ۔

یہاں ہر ایک میں غریبہ ہونے کے معاذ جنگ کا نقشہ یہ بکھیرا ہے کہ مسلمان جَعَلُوا دُعَا  
 کے پاس سے اور کفار جَعَلُوا دُعَا کُفْرُہُ کے پاس مسلمانوں کا مقام اس میدان کے اس کنارہ پر متجاوز  
 حد سے قریب تھا اور کفار میدان کے دوسرے کنارے پر بیٹھے جو حد سے بید تھا۔ اور اب مسلمان کا  
 غمراہی کا طریقہ جس کی وجہ سے یہ ہمارے کھڑا کیا تھا وہ بھی کہ آئے والے لشکر کفار سے قریب اور  
 مسلمانوں کی دوسرے باہر تینوں کے فاصلہ پر متوجہ کے کنارے سے ہوا تھا۔ اس نقشہ جنگ  
 کے پہلوں سے مشدد یہ بتانا ہے کہ جنگی اعتبار سے مسلمان باطل پر متوجہ قطعاً جغرافیہ سے جہاں سے  
 دشمن پر قابو پائے گا بلکہ اپنی جان بچانے کا بھی کوئی امکان ظاہری اعتبار سے نہ تھا۔ کیونکہ اس میدان  
 کی وہ جانب جو حد سے قریب تھی ایک دینی تھی جس میں چنانچہ بھی ڈیر تھا۔ پہرانی کی کوئی  
 جگہ ان کے پاس نہ تھی۔ اور دوسرے میدان والی جانب جس پر کفار نے اپنا پہلو ڈالا تھا وہ صاف  
 زمین تھی اور پانی بھی وہاں سے قریب تھا۔

اور اس میدان کے دونوں کناروں کا پتہ دے کر یہی بتا دیا کہ دونوں لشکر باطل آسمان  
 سامنے تھے کہ کسی کی طاقت یا مضبوطی سے دوسرے سے غنی نہ ہو سکتا۔ نیز یہ بھی بتا دیا کہ اگر کسی کے  
 لشکر کو یہ بھی اطمینان حاصل تھا کہ ہمارا خونریزی کا قتلہ مسلمانوں کی دوسرے محل چکا ہے اب اگر ہمیں  
 ضرورت پڑے تو وہ بھی ہماری امداد کر سکتے ہیں۔ اس کے باطن میں مسلمان اپنی جگہ کے اعتبار سے  
 بھی تحلیف و پادشائی میں تھے اور کہیں سے ٹک نہ لگے گا بھی کوئی امکان نہ تھا۔ اور یہ بات پہلے  
 سے نہیں اور ہر گز بے آری کو مسلم ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کی کئی تعدادیں سو تیرہ تھی اور  
 کئی ہزار کے تعداد ایک ہزار۔ مسلمانوں کے پاس وہ سواروں کی تعداد کافی تھی اور دھمکی۔ کسی  
 کے باطن میں لشکر کفار میں سب چیزوں سے آراستہ تھا۔

مسلمان اس جہاد میں کسی مسلح لشکر سے جنگ کی طیار کی گئی تھی۔ بظاہر طور پر ایک  
 غمراہی کا قتلہ کا راستہ دیکھنے اور دشمن کی قوت کو پسپا کرنے کے خیال سے صرف تین سو تیرہ مسلمان  
 بے سالانہ کے عالم میں مثل کھڑے ہوئے تھے اچانک غیر ارادی طور پر ایک ہزار عساکروں کے مسلح لشکر  
 سے مقابلہ ہو گیا۔

قرآن کی اس آیت نے ہماری نگاہوں کی نظر میں یہ واقعہ گہرا جب ایک اتفاق حادث کی صورت میں

بلا وارہ و پیش آیا۔ لیکن وہاں جسے اتفاقات غیر انتہائی صورت سے پیش آیا کر کے جس کی  
 سطح اور صورت اگر ہم عرض اتفاقات کی ہوتی ہے لیکن ظاہر کائنات کی نظر میں وہ سب کے سب  
 ایک محکم نظام کی گئی ہوتی کہ ان میں کوئی چیز بے ربط یا بے ربط نہیں ہوتی۔ جب وہ  
 بڑا نظام سامنے آجائے اس وقت انسان کی پزیر گاہ سب کے سب کہ اس اتفاقی واقعہ میں کیا گیا  
 حکمیں دستور تھیں۔

غزوہ بدر کی کے واقعہ کو لے لیئے اس کی اتفاقی اور غیر انتہائی صورت سے ظاہر ہونے میں یہ  
 مصداق ملتی کہ **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا آلَ مُحَمَّدٍ لَمْ يُخَالِفُوا يَوْمَ بدر**۔ اور اب مسلمان کا  
 یہی مقام پہنچوں پر خود ہوا تھا وہاں باہمی فکروں اور دلوں کے ذریعہ برائی جاتی تو حالت کا تقاضا تھا کہ یہ  
 جنگ ہوتی ہی نہیں بلکہ اس میں اختلاف پڑتا تو غزوہ اس طرح کے خود مسلمانوں کی رائے اپنی قلت  
 و کمزوری اور مقابل کی کثرت و قوت کو دیکھ کر غنیمت ہو جاتی یا اس طرح کے دونوں فریق اہل کفر و  
 اہل اسلام متوجہ و مدد پر میدان میں نہ پڑتے۔ مسلمان قرآنی قلت و کمزوری کو دیکھ کر اقدام کی ہمت  
 نہ کرتے اور کفار ہر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کا وہب جایا ہوا تھا وہ کثرت و قوت کے باوجود مقابلہ پر  
 آئے نہ گھبرا سکتے۔

اس لئے قدرت کے محکم نظام نے دونوں طرف ایسے ملاقات پیدا کر دیئے کہ زیادہ سوچنے  
 سمجھنے کا موقع ہی نہ ملے۔ دونوں کو تو اطمینان کے ظاہر کی گھبراہٹ ہوئی تو ٹپکنے ایک جوت گ  
 صورت میں سامنے آکر بے سوچے سمجھے پہلے پر کادہ کر دیا مسلمانوں کو اس خیال سے کہ ہمارے مقابلہ  
 کوئی جنگی مسلح لشکر نہیں۔ ایک معمولی جماعتی قافلہ ہے۔ گو ظہم و دیر کو مشغول ہے تھا کہ دونوں میں باہم  
 جنگ ہو جائے تاکہ اس جنگ کے نتیجے میں تاریخ اسلام کے ظہور میں آئے والے ہیں وہ سامنے  
 آیا ہیں۔ اسی لئے فرمایا **وَلَقَدْ كُنَّا مِنْ فِطْنِهِمْ فَمَا أَصْبَرُوا**۔ یعنی ان حالات کے باوجود جنگ  
 اس لئے ہو گئی کہ اس کا اثر تعالیٰ کو جو کام کرنا ہے اس کی تکمیل کو روک لے۔ اور وہ یہ تھا کہ ایک ہزار  
 ہزاروں کے مسلح ہمسایہ لشکر کے مقابلہ میں تین سو تیرہ سے مراد مسلمان قافلہ وہ مسلمانوں کی ایک ٹپکنی  
 اور وہ بھی قافلہ جنگ کے اعتبار سے بے موقع جب اس پر آئے تھے کہ یہ تو یہ ہزار ہا ہزار ہا ہزار  
 جانتے ہیں اور یہ ٹپکنی ہی جماعت فتنہ ہوتی ہے جو مکمل آنکھوں اس کا مشاہدہ ہے کہ اس جماعت  
 کی پہلے پر کوئی بڑی قدرت اور طاقت کا کام کر رہی تھی جس سے یہ ایک ہزار کا لشکر غمراہ تھا۔ اور  
 یہی غمراہ ہے کہ اس کی تائید اسلام کی وجہ سے اور اس کی غمراہی کو کر دیے تھے۔ جس سے حق و  
 باطل اور کفر سے کوئی کاپڑا امتیاز ہر گھمراہ انسان کے سامنے آ گیا۔ اسی لئے آخر آیت میں ارشاد  
 فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِذُوا بِاللَّهِ وَاسْتَغِيثُوا بِرَبِّكُمْ وَأَعْلُوا كَلِمَاتِكُمْ**۔ یعنی آخر ہر مسلمان



وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَانُوا  
اور نہ ہو جاؤ ان جیسے نکلے اپنے گروں سے اللہ سے بے اعتدال کے زمانے کو  
وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۰﴾  
اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قائل ہیں آپ کے کرتے ہیں۔

## خلاصہ تفسیر

اسے ایمان والو جب تم کو (کفار کی کسی) جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہو گیا ہے تو ان کو آپ کا ہاتھ رکھو ایک یہ کہ ثابت قدم رہو (جاگو نہ سو) اور (دوسرے یہ کہ) اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو کہ اگر اللہ سے قلب میں قوت ہوتی ہے (اسی طرح کہ تم (مقابلہ میں) کامیاب ہو) کیونکہ ثابت قدم اور ثابت قلب جیسے چیزیں ہوں تو کامیابی (قلب سے) آتی (دوسرے یہ کہ) تمام امور مشعل سے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا معاملہ کیا کرو کہ کوئی کارروائی خلاف شرع نہ ہو) اور (پوچھئے یہ کہ اپنے امام سے اور ہدایت میں) خلاف مسرت کرو ورنہ ایمان ناقص ہے) تم ہمت نہ ہوجاؤ گے (کیونکہ قوی منش ہوجاؤ گی) ایک کو دوسرے پر دلفق نہ ہو جا اور ایسا آدمی کیا کر سکا ہے) اور تمہاری ہوا اکثر جاتے گی (ہوا تیزی سے ہلکتی ہے کیونکہ دوسروں کو اس ناقصاتی کی اطلاع ہونے سے یہ ہراسی ہے) اترو پاؤ گے یہ کہ اگر کوئی امر نگواہی کا پیش آئے تو اس پر مبرکد ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہر گز دلفق کے ساتھ ہیں (اور دوسرے) اپنی وجہ نصرت ہے) اور (پوچھئے یہ کہ نیت خاص رکھو قہر اور ناشائستگی میں) ان کا کفر لوگوں کے ساتھ نہ ہو گا (وہ ایسی ناقصہ ہدایت میں) اپنے گروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان و سالارہ دکھاتے ہوئے تھے اور اس فرد کے ساتھ یہ بھی نیت تھی کہ لوگوں کو اللہ کے رستہ زینی لیں) یہ دیکھتے تھے کہ لوگوں مسلمانوں کو دگ دینے چلے تھے جس کا اثر تمام شہر پر پڑی وہی سے بلند ہوتا اور اللہ تعالیٰ (ان لوگوں کو پوری مسترد سے کاچتا ہے) وہ ان کے اعمال کو اپنے دہم کے اعمال میں لئے ہوئے ہے۔

## معارف و مسائل

جنگ جہاد میں کامیابی کے لئے قرآنی ہدایات پہلی دو آیتوں میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان جنگ اور مقابلہ دشمن کے لئے ایک خصوصی ہدایت عطا فرمائی ہے جو ان کے لئے دنیا میں کامیابی اور

قتل شدہ کا اور آخرت کی نعمات و فلاح کا سب سے اہم اور قوی آئی کی تمام جنگوں میں مسلمانوں کی فوق العادہ کامیابیوں اور فتوحات کا راز اس میں مضمر ہے۔ اور وہ چند چیزیں ہیں۔  
اول قیامت۔ یعنی ثابت رہنا اور جہاد جس میں ثابت قلب اور ثابت قدم دونوں داخل ہیں کیونکہ جب تک کسی شخص کا دل مضبوط اور ثابت نہ ہو جس کا قدم اور اعضا ثابت نہیں رہ سکتے اور یہ چیز ایسی ہے جس کو ہر مومن کا فرما ہونا اور جہاد میں اس کا ہر قدم اپنی جنگوں میں اس کا ہر قدم کرتا ہے۔ کیونکہ اپنی قہر سے ملتی نہیں کہ میدان جنگ کا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ کامیاب ہتھیار ثابت قلب و قدم ہی ہے دوسرے سارے ہتھیار اس کے بغیر بیکار ہیں۔

دوسرے ذکر اللہ یہ وہ خصوص اور موزی ہتھیار ہے جس سے مومن کے مواہم دنیا داخل ہے پوری دنیا جنگ کے لئے بہترین اسلحہ اور سب سے تیار سامان مہیا کرنے اور فوج کے ثابت قدم رکھنے کی کوہی و تحریک کرتی ہے۔ مگر مسلمانوں کے اس روحانی اور موزی ہتھیار سے بے خبر اور نا آشنا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر میدان میں جہاد مسلمانوں کا مقابلہ ان ہلکات کے مقابلہ میں قہر سے پہلے مخالف کی چوری طاقت اور اسلحہ اور سامان کو بیکار کر دیا۔ ذکر اللہ کی اپنی ذاتی اور موزی برکات تو اپنی جگہ ہیں ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ قیامت قدم کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں۔ اللہ کی ہدایت اور اس پر اعتماد و یکتائی کی طاقت ہے جو ایک انسان ضعیف کو پہاڑوں سے ٹکرا جانے پر آمادہ کر دیتی ہے اور کسی ہی مصیبت اور پریشانی پر اللہ کی یاد سب کو ہوا میں اُڑا دیتی ہے اور انسان کے قلب کو مضبوط اور قدم کو ثابت رکھتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رکھئے کہ جنگ و قتال کا وقت عادتاً ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس میں کسی کو کسی کو یاد نہیں کرتا اپنی گھر بلی ہوتی ہے۔ اسی لئے جاہلیہ عرب کے شہر مدینہ جنگ میں بھی اپنے محبوب کو یاد کرنے پر فراموش کرتے ہیں کہ بڑی قوت قلب اور محبت کی پہلی کی دلیل ہے ایک جاہلی شاعر نے کہا ہے۔ ذکر اللہ و اللہ تعالیٰ سے خطر پیش نہ۔ یعنی میں نے تجھے اس وقت بھی یاد کیا جب کہ تیرے ہمارے درمیان لگک رہے تھے۔  
قرآن کریم نے اس پر شہر موقع میں مسلمانوں کو ذکر اللہ کی تلقین فرمائی اور وہی کشیدہ کی تاکیدی کے ساتھ۔

یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ قرآن میں ذکر اللہ کے سوا کسی عبادت کو کثرت سے کرنے کا حکم نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر نہیں۔ سبب یہ ہے کہ ذکر اللہ ایک ایسی آسان عبادت ہے کہ اس میں مدد ملتی ہر وقت و مکان ہوتا ہے نہ محنت نہ کسی دوسرے کام میں اس سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس پر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ذکر اللہ کے لئے

کئی مسافر اور پندیر، وضو، طہارت، لباس اور قسبہ وغیرہ کی بھی نہیں ہوا۔ ہر حال میں باوجود سبب وضو، قسبہ، پہننے، پہلے کر سکتا ہے اور اس پر اگر نام جزی کی اس تحقیق کا اضافہ کر دیا جائے۔ ہر شخص نے جس صیغہ میں بھی ہے کہ ذکر اللہ صحت زبان و دل سے ذکر کرنے کی کو نہیں کہتے بلکہ ہر جا کو کام جو اللہ تعالیٰ اور دوسری کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں دیکر کیا جائے وہ بھی ذکر اللہ ہے۔ قرآن عظیم پر ذکر اللہ کا سبب اور عام ذکر اللہ ہر جگہ ہے کہ سوچنے پر ہے بھی انسان کو ذکر کر سکتے ہیں۔ جیسے بعض روایات میں ہے۔ قوم العالم عبادۃ یعنی عالم کی تہذیب ہی عبادت میں داخل ہے کیونکہ عالم اپنے علم کے متعلق پرمکرتا ہو اس کے لئے یہ لازم ہے کہ اس کا سوا اور جاننا سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کے دائرہ میں ہو۔

میدان جنگ میں ذکر اللہ کی کثرت کا ذکر کرم بظاہر ہر جا میں ہے لے ایک کام کا اضافہ نظر آتا ہے جو مادہ مشقت و محنت کو چاہتا ہے۔ لیکن ذکر اللہ کی عظیم خصوصیت ہے کہ وہ محنت نہیں لیتا بلکہ ایک فرض و وقت اور لذت بخش ہے اور انسان کے کام میں اور صوبہ و دیگر ہوتا ہے۔ یوں ہی محنت و مشقت کے کام کہنے والوں کی عبادت ہوتی ہے کہ کوئی فکر یا محنت لگاتا کہتے ہیں۔ مگر کرم نے مسلمانوں کو اس کا نام اللہ دے دیا ہر طرف فلاح و مکتوبی پہنچی ہے۔ اسی لئے آخریت میں فرمایا **لَا تُفْلِحُوا** یعنی اگر تم نے نجات اور ذکر اللہ کے دوسرے یاد کرنے اور ان کو میدان جنگ میں استعمال کیا تو فلاح و کامیابی تمہاری ہے۔

میدان جنگ کا ذکر ایک قورہ ہے جو عام طور پر لڑنے کے انداز میں کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ پر نظر اور اعتماد و توکل اور دل سے اس کی یاد رکھنا ذکر اللہ سب کو شامل ہے۔ چھاتیوں یا آب میں ایک تھری پر کئی تھین لکھی ہوئی وہ ہے **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا لازم پڑو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اعادہ و نصرت اس کی اطاعت ہی کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے مصیبت اور آزمائش تو اللہ کی راضی اور ہر فضل سے عفو کے سبب ہوتے ہیں۔ اس طرح میدان جنگ کے لئے قرآنی ہدایت نامہ کی تین روایات ہر قسم میں ثابت، ذکر اللہ، اطاعت۔ اس کے بعد فرمایا **وَلَا تُفْلِحُوا** یعنی نہ جیتو نہ ہارو نہ بچو نہ بچو۔ اس میں مضمر ہو چکا ہے کہ تمہارے لئے یہ ہے کہ تمہاری ہدایت ہے۔ اور وہ مضمر ہو چکا ہے کہ تمہاری ہدایت ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو دعا **اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ** یعنی جس میں نزاع اور کشاکش نہ ہو وہ تمہاری ہدایت ہے اور تمہاری ہدایت ہو کر اور ہزاروں اس میں باہمی نزاع کے ذریعہ بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ تم ذاتی طور پر گزرو اور ہزاروں ہو جاؤ گے۔ دوسرے یہ کہ تمہاری ہدایت ہو اگر تمہارے دشمن کی نظر میں تمہارے جو جائے گا وہی نکال

اور کھانے سے دوسروں کی نظریں حیر ہو جائے تو ہر جگہ اس پر یہ بھی خود اپنی قوت پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے کہ اس میں گزوری اور بد زبانی کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہمی اعتماد و اعتماد کی صورت میں ہر ایک انسان کے ساتھ پوری جماعت کی طاقت لگی ہوئی ہوتی ہے اس لئے ایک آدمی اپنے اندر بقدر اپنی جماعت کے قوت محسوس کرتا ہے اور جب باہمی اعتماد و اعتماد را تو اس کی کبلی قوت رہ گئی وہ ظاہر ہے جنگ و قتال کے میدان میں کوئی چیز نہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحَقِّ مَا بَيَّنَّنَا** یعنی صبر کا لازم پڑو۔ سیاحتی حکم سے اس معلوم ہوتا ہے کہ یہ نزاع اور جنگوں سے بچنے کا کامیاب نسخہ بتلایا گیا ہے اور یہاں اس کا یہ ہے کہ کوئی جماعت کتنی ہی خود اقبال اور خود اقتدار ہو مگر اگر انسانی کی طبیعت خصوصیات ضرورتاً ہمارے ہیں، نیز کسی مشد کے لئے سنی و کوشش میں اپنی اصل و تجربہ کی راہوں کا اختلاف بھی جائز ہے۔ اس لئے دوسروں کے ساتھ چلنے اور ان کو ساتھ رکھنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آدمی خلاف طبع امور پر صبر کرے اور نظر انداز کرے کہ عادی ہو اور اپنی رائے پر اٹھتا جاؤ اور امر اور نہی کو قبول نہ کیا جائے تو چاہیے۔ اسی صحت کا دور نامہ تحریر ہے۔ آج کل یہ تو ہر شخص جانتا اور کہتا ہے کہ آپس کا نزاع بہت بڑی چیز ہے۔ اسی صحت کا دور نامہ تحریر ہے۔ آج کل یہ تو ہر شخص جانتا اور کہتا ہے کہ اگر تمہارے اپنی بات خواتم اور ملنے کی فکر میں نہ چڑھے۔ یہ بیت کم و گوں میں پایا جاتا ہے اسی لئے اعتماد و اتقان کے سارے وعظ و پند یہ صبر ہو کر وہ جلتے ہیں۔ آدمی کو دوسرے سے اپنی بات منوانے پر تو قدرت نہیں ہوتی مگر خود دوسرے کی بات مان لیتا اور اگر اس کی عقل و دماغ کا تقاضا ہے کہ اس کو دے دے تو کم از کم نزاع سے بچنے کے لئے سکوت کر لیتا تو ہر حال اعتبار میں ہے اس لئے قرآن کرم نے نزاع سے بچنے کی ہدایت کے ساتھ صبر کی تلقین بھی ہر طرف دہلت کو کر دی تاکہ نزاع سے بچنے میں عمل دنیا میں آسان ہو جائے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ قرآن کرم نے اس جگہ **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحَقِّ مَا بَيَّنَّنَا** یعنی باہمی کشاکش کو روکا ہے رائے کے اختلاف یا اس کے اعتبار سے منع نہیں کیا۔ اختلاف رائے جو واقعتاً و حقیقت کے ساتھ ہو وہ بھی نزاع کی صورت اختیار نہیں کیا کرتا۔ نزاع و جدال وہی ہوتا ہے جہاں اختلاف رائے کے ساتھ ساتھ اپنی بات منوانے اور دوسرے کی بات خواتم کا جملہ کام کر رہا ہو۔ اور وہی وہ جہد ہے جس کو قرآن کرم نے **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحَقِّ مَا بَيَّنَّنَا** کے لفظ سے منع کیا ہے اور انہیں صبر کرنے کا ایک عظیم الشان فائدہ بتا کر صبر کی تلقین کر دے اور فرمایا **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحَقِّ مَا بَيَّنَّنَا** یعنی صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی صحت حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر حال میں ان کا رفیق ہوتا ہے اور یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ دوسروں جہاں کی مدد دینے اس کے مقابل میں بھی بچ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ضرورتوں میں انھیں ہدایت کو مستحق کرانے کے لئے مبین  
مسلمان جنگ میں یہ حضور دیا ہے اسے لوگوں سے مقابلہ کرتا نہ کر بلکہ اللہ تعالیٰ سے مالت مانگ  
اور جب باہر طور پر مقابلہ ہوئی جائے تو پھر ضرورتاً کثرت کو لازم پکڑو اور یہ کہ لوگوں جنت کلاؤں  
کے ساتھ میں ہے۔ (مسلم)

بیٹھا لیوسا کیت میں ایک اور ضرورت پہلو پر تہیہ اور اس سے بیزاری کی ہدایت دی گئی ہے  
وہ ہے اپنی قوت و کثرت پر ناز و کام میں انھیں کے بجائے اپنی کئی اور ضرورت پر تہیہ کرنا کیونکہ  
دروں چیزیں ہیں جو بڑی بڑی طاقتور جماعتوں کو پسند اور زبردیا کرتی ہیں۔  
اس آیت میں اشارہ قریش کے مکہ کے حالات کی طرف بھی ہے جو اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت  
کے لئے ہماری تعداد اور سامان کے کراہی قوت و کثرت پر ناز کرتے ہوئے تھے۔ اور جب  
جنگی قافلہ مسلمانوں کی زد سے باہر ہو گیا اس وقت بھی اس لئے واپس نہیں ہوتے کراہی قافلہ  
دہراوری کا مظاہرہ کرنا تھا۔

مستند روایات میں ہے کہ جب ابوسفیان اپنا تجارتی قافلہ کے مسلمانوں کی زد سے بچ  
نکلے تو ابوبکر کے پاس قاصد بھیجا کہ اب تمہارے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں رہی واپس  
آجاؤ اور یہی بہت سے قریش سرداروں کی بھی رائے تھی۔ مگر ابوبکر اپنے کبر و غرور اور  
شہرت پرستی کے جذبہ میں قسم کھا پیشا کہ ہم اس وقت تک واپس نہ دیوں گے جب تک چند  
روز مقام بدر پہنچ کر اپنی فتح کا جشن نہ منائیں۔

جس کے نتیجہ میں وہ اور اس کے بڑے بڑے ساتھی سب وہیں دھیر ہوئے اور ایک ٹلوے  
میں ڈالے گئے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ان کے طریقہ کار سے بیزاری کئے کی ہدایت فرمائی گئی۔

وَأَذِّنْ لِلْحَيْبِ لَكُمْ الشَّيْطَانُ أَهْمًا لَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ

اور میں وقت و نشانہ کھینچنے کے لئے ان کی نظر دینے کے لئے کہ ان کو اور وہ کہیں بھی غلبہ نہ ہوگا تم پر

الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَأَتِ الْقُبُورَ

آج کے دن لوگوں میں سے اور میں تمہارا مدافع ہوں۔ اور جب سامنے پہنچے دونوں فوجیں

تَلَّصَّ عَلَى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَى مَا لَا

تو وہ پیچھا لگا کر پیچھے اور وہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں دیکھتا ہوں جو تم

تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ رَأَى يَقُولُ

نہیں دیکھتے میں دیکھتا ہوں عذاب، اور وہ کا عذاب سخت ہے۔ اب بچنے لگے

الْمُطَهَّرُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَوَاهُمْ وَدَّيْتَهُمْ

مسلمان اور جس کے دل میں بیماری ہے وہ اس کو گمراہ کر دیتا ہے اور جس کے دل میں

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

اور جو کوئی ہمدرد کرے اللہ پر تو اللہ راست ہے حکمت والا۔

### خلاصہ تفسیر

اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جب کہ شیطان نے ان (کفار) کو (دروغ و سوسرا) ان کے  
اعلیٰ و کفریہ حادثہ و غارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خورشید گرگے دکھائے کہ انہوں نے  
ان باتوں کو اچھا سمجھا اور اس سوسرے کے بعد کہ ان کا بالمشافہان سے، کہا کہ تم کو وہ قوت و  
شوکست ہے کہ تمہارے خلاف، لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آئے والا نہیں اور میں جسٹلا  
حالی ہوں (دروغ و دشمنوں سے ڈرو اور وہ اندوہی دشمنوں سے اغوا نہ کرو) پھر جب دونوں  
جہاں میں (کفار و مسلمین) ایک دوسرے کے باغیان ہوئے اور اس نے ملاکر کا نزول دیکھا تو وہ  
انے باؤں جھانک اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں (میں حالی و امی کہ نہیں بتا کیونکہ یہ بیان  
بیزوں کو کہہ دیا ہوں کہ تم کو نظر نہیں آئیں) (مرا دہشتے ہیں) میں تو تمہارے ڈرتا ہوں (انہیں کسی چیز  
سے دنیا ہی میں میری خبر نہ رہے) اور اللہ تعالیٰ تم سے بڑا دینے والے ہیں۔ اور وہ وقت بھی

قابلہ دیکھ کہ جب منافقین (و عیساویوں میں سے) اور جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی  
دیکھ والوں میں سے مسلمانوں کا بے مروتانہ کے ساتھ مقابلہ کفار میں کہاں دیکھ کر ان بچتے تھے  
کہ ان (مسلمان) لوگوں کو ان کے دینے کے بھول میں ڈال دیا ہے کہ اپنے دین کے حق ہونے کے  
بہرے اپنے ظہور میں آجئے۔ اور جب دیتے ہیں اور جو فوجیں اللہ پر ہمدرد کہنے کو ان کے  
غالب ہی آتا ہے کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دروست ہیں (اس لئے اپنے اہل ہمدرد کہنے والے  
کو غالب کر دیتے ہیں) اور ایسا ایسا انھیں مطلوب ہو جائے تو اس میں کچھ مصیبت ہوتی ہے کیونکہ  
و حکمت والے (بھی) میں عرض ظاہری مسلمانوں کے ساتھ برادر نہیں تاہم کوئی اور ہی ہے۔

### معارف و مسائل

سورۃ النحل میں شروع سے غرور و دروغ پائی گئے والے واقعات اور حالات کا اور ان  
سے حاصل ہونے والی تسلیات اور حقائق کا اور مشفقہ احکام کا بیان چل رہا ہے۔

اسی میں ایک واقعہ قریشی مکہ کو شیطان کے فریب سے کرمسلمانوں کے مقابلہ پر ابھارنے اور پھر بین المیادان جنگ میں ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جانے کا ہے جو آیات مذکورہ کے شروح میں مذکور ہے۔

شیطان کا یہ فریب قریش کے دلوں میں روسو ڈالنے کی صورت سے تھا یا الہامی شکل میں اگر وہ دروغ گو ہو۔ اس میں دو قوت احتمال ہیں مگر غلط طور قرآن سے زیادہ تر تائید دوسری ہی صورت کی جاتی ہے کہ بعض الہامی سامنے اگر فریب رہا۔

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو روایت سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے پاس کوہِ صفاؓ کے مقابلہ کے لئے گئے تو ان کے دلوں پر ایک خطوں اس کا سوا تھا کہ جہاں سے وہیں میں قید ہو کر بھی ہمارا دشمن ہے۔ راستہ ہو کہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ پر جاتیں اور یہ دشمن قید ہو کر ہمارے گھر میں اور عورتوں، بچوں پر چاہے مار دے۔ اہم قاضی المسیحین کی کجیاری ہوئی فائدہ پر غیاب ہو کر کس کو فائدہ ہوئے مگر یہ خطوں ان کے لئے زخمی بنا جاتا تھا کہ امامی شیخان عراقی ملک کی صورت میں اس طرح ملتے آیا کہ اس کے لاش میں پھنسا اور اس کے ساتھ ایک دستہ ہمارا دشمن کا ہے۔ عراقی ملک جس علاقہ اور قید کا ڈرامہ ہمارا دشمن سے ملے اور خطوں خدا اس نے آگے بڑھ کر قریشی جوانوں کے لشکر سے خطاب کیا اور وہ جہاں سے قریب بنا ہوتا کیا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ موت اللہ تعالیٰ میں تمام لوگوں میں تم پر کوئی غالب نہ آئے والا نہیں۔ مطلب یہ تھا کہ تمہارے مقابلہ فریق کی قوت کا یہی امتداد ہے اور ہمدردی موت و فکرت کو بھی دیکھ رہا ہوں اس لئے تمہیں یقین دلاؤں کہ تم نے فکر ہو کر آگے بڑھو جس مالک رہو گے کوئی تمہارے مقابلہ پر غالب نہ آئے گا نہیں۔

دوسرے پر اگر چار گنا غصہ ہو تو جس پر دوسرے نے غصہ کیا ہو اسے کہ وہ تمہارے  
 لیے کچھ کر چکا ہو دیکھو گے۔ اس کی یہ خبر داری لیتا ہوں کہ ایسا ہو گا جس میں تمہارا حامی ہوں۔  
 بخش کر مروتی ملک اور اُس کی بڑی شخصیت اور اندر دوسرے سے پہلے سے واقف تھے اُس  
 بہت سن کر ان کے دل چم گئے اور قبیلہ بنی کر کے غلو سے بے فکر ہو کر مسلمانوں کے دستِ اہل  
 کے لئے آگاہ ہو گئے۔

اس دو گوندہ فریب سے شیطان نے ان لوگوں کو اپنے مقتل کی طرف ہانک دیا لٰھُکُمَا اَنْتُمَا کَاوِبٰی  
وَقَدْ نَسِیْتُمْ اَنْ تَعْبُدُوْا ۚ جِبْرِیْلُ مَعَاذُ مَلٰٓئِکَتِہٖمَا وَرُوحِہٖمَا مِنَ النَّارِ ۚ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ اُولٰٓئِکَ  
ہوئے سامنے ہمیں کہ شیطان پہلے باؤں بولے گا۔

غزوہ بدر میں جو کچھ مشرکین نے کی، پیچھے ایک شیطان کی شکر بھی آگیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ

نے اُس کے مقابلہ میں فرشتوں کا لشکر جو چرچل و میکانیک کی قیادت میں بھیجا دیا۔ ۱۸۱۱ء میں ہیر و فریڈ نے براہ راست اپنی فوجیں غصت کیا ہے کہ شیطان نے جو اُس وقت جنگی اہل انسانی ملازمین مالک کی صورت میں اپنے شیطان لشکر کی قیادت کر رہا تھا، جب چیری این اودن کے ساتھ فرشتوں کا لشکر کو کھانا کھانا اُٹھا اُس وقت اُس کا ہاتھ لپک فرشتوں جیسی مارش بن پشام کے ہاتھ میں تھا۔

فرانس نے اپنا ہاتھ بچھڑا کر کھانا چاہا۔ عارضہ نے ٹوکا کہ یہ کیا کرتے ہو تو اُس کے سینہ پر مار کر عارضہ کو گرا دیا اور اپنے شیطان لشکر کو لے کر جھگ پڑا۔ عارضہ نے اُس کو مرنے کیجئے ہوئے کہا کہ کسے عرب کے سردار فرشتوں نے تو یہ کیا تاکہ میں تمھارا مادی اور دنیوی گناہوں اور دین میں یہی جگہ میں میں حرکت کر رہے ہوں۔ تو شیطان نے بالکل مراد جواب دیا۔ یار! بوجھ تو تمھاری آگنی خانا قرآن (الحق انکاف اللہ) میں میں تمھارے عابد ہے ہر ہفتا میں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہیں جو تمھاری آنکھیں نہیں دیکھیں مراو فرشتوں کا لشکر تھا۔ اود کیوں اللہ سے ڈرتا ہوں اس لئے تمھارا ساتھ چھوڑتا ہوں۔

شیطان نے دشمنوں کا لشکر دیکھا تو ان کی قوت سے وہ واقف تھا کہ کچھ لوگ ایسی خبر نہیں اور یہ جو لوگ کہیں اللہ سے ڈرتے ہوں۔ امام تفسیر قتادہ نے کہا کہ اس نے جھوٹ بولا کہ وہ دعوت سے ڈر کر آتا تو نافرمانی کیوں کرتا۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ قرآن میں اپنی جگہ صحت ہے کہ کہہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عذاب شدید کو بے طور جاننا ہے اس نے خدائے کوئی نہیں البتہ زنا و فحشاء بھرا ایمان و اخلاص سے کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔

ابو جہل نے جب مرقا اور اس کے لشکر کی پہچانی سے اپنے لشکر کی ہمت کو ٹوٹنے دیکھا تو ہمت بنائی اور کہا کہ مرقا کے بہاگ جانے سے تم متاثر نہ ہو اس نے تو خفیہ طور پر محمد ابراہیم شیطانی (علم کے ساتھ سازش کر رہی تھی۔ شیطانی کی پسپائی کے بعد ان کا جو بھی رہتا تھا جو بھیجا۔ پھر جب یہ لوگ مکہ واپس آئے اور ان میں سے کسی کی علامات مرقا تک انکے ساتھ ہوئی تو قوس نے سراسر قحط کی کہ چنگ پر دریں چہاری شکست اور سارے نقصان کی ذمہ داری تو میر ہے تو قوس نے میدان جنگ میں پسپا ہو کر بارے جو افواہ کی ہمت توڑ دی۔ اس نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ تھا مگر تمہارے کسی کام میں شریک نہ ہوا۔ میں نے تو تمہاری شکست کی خبر بھی تمہارے کان پہنچنے کے بعد سنی۔

یہ سب روایات امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ شیطان یقین کرے کہ عام عبادت ہے کہ انسان کو بُرائی میں مبتلا کر کے میں موقع پر اُٹک چو جاتا ہے قرآن کریم نے اس کی جلالت و بار بار بیان فرمائی ہے، ایک آیت میں ہے تَمَثَّلُوا لَمْ يُخَفِرْ لَا فَالْاَنفُسَ كَانِ







مکملوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی عاقبت دنیا کو معلوم ہو چکی ہے کہ فرعون کو اس کے سامنے قسم و قسم سمیت دنیا میں مرقع کر دیا اور اسی سے پہلے عابد و فرعون کو قیامت قسم کے طریقوں سے ہلکا کر دیا۔  
 كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَاتَّخَذُ لَهُمْ عَذَابًا قَدِيمًا۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور نشانوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَكَبِيْرٌ اَعْلَمُ  
 وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قوی ہے کوئی قوت و شجاعت والا اپنی قوت کے بل پر اس کے عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی سزا میں ہرئی مست ہے۔

پھر بھی آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے انعام و احسان کے ساتھ اذابی رکھنے کا ایک منہاظر بیان فرمایا ہے۔  
 اَوْفِرْ لِحُلِيِّكَ اللَّهُ لَكَ كَيْفُكَ شَقِيْرٌ اَلَمْ تَكُنْ مِنْ خَلْقِيْ بِمُحَدِّثٍ اَنْتَ بَاكِلُكُمْ يَوْمَ يَأْتِيكُمُ الْمَوْتُ يَوْمَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ  
 یعنی اللہ تعالیٰ تو موت کسی قوم کو حمل فرماتا ہے، اس کو اس وقت تک دیتے نہیں جب تک یہ لوگ غوری اپنے احکامات اور اعمال کو نہ بدل دیں۔

یہاں پہلے بات قابلِ غور یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے عطا و نعمت کئے کوئی منہاظر نہیں بیان فرمایا۔ اس کے لئے کوئی قید و شرط لگانا نہ اس کو کسی کے اچھے عمل پر موقوف نہ کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلی نعمت جو غور و غماز و عود سے اور اس میں قدرت حق جل شانہ کی عجیب مستعدی سے ہزاروں حیرت انگیز نعمتیں دے دیتے رکھی گئی ہیں یہ نعمتیں ظاہر ہے کہ اس وقت عطا ہو رہی ہیں جب کہ ذمہ تھے نہ ہارا کوئی حق تھا نہ

ما نعيم و تقاضا ما نريد لطف تو ناگفتہ ما می شنود  
 اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات و احسانات بندوں کے نیک اعمال کے مشورہ رکھتے تو ہمارا رد و ہی قائم نہ ہوتا۔

حق تعالیٰ کی نعمت و رحمت قرآن کے رب العالمین اور پڑھنے و دیکھنے پڑھنے کے تیسرے میں خود بخود ہے۔ ان اس نعمت و رحمت کے قائم اور باقی رہنے کا ایک منہاظر اس آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دیتے ہیں اس سے اس وقت تک واپس نہیں لیتے جب تک وہ اپنے حالات اور اعمال کو بدلی کر خود ہی اللہ کے عذاب کو رحمت نہ دے۔

حالات کے بدلنے سے مراد یہ ہے کہ اچھے اعمال اور حالات کو بدلی کر بُرے اعمال اور بُرے حالات اختیار کر لے یا بُرے اعمال کو ختم کر دے کہ جس حالت میں وہ تھے وہاں سے بدلتے تھے۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس قوم کا ذکر پہلی آیات میں آیا ہے یعنی کفار قریش اور ان فرعون ان کا مطلق اس وقت سے اس بنا پر ہے کہ یہ لوگ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کے

وقت بھی کہ اچھے حالات میں تھے سب کے سب مشرک اور کافر ہی تھے۔ لیکن انہماکات کے بعد یہ لوگ اپنی جہولان اور غفلتوں میں پہلے سے زیادہ تیز ہو گئے۔

ان فرعون نے اپنی اسرائیلی پر مرقع طرح کے مظالم کرنے شروع کر دیے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ ان کے پہلے جہاں میں ایک شدید املاز تھا جس کے ذریعہ انہوں نے اپنے حالات مزید برائی کی طرف بدل ڈالے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی نعمت کو ختم اور عذاب سے بدل دیا۔ اسی طرح قریش مکہ اگرچہ مشرک اور بدعتی تھے لیکن اس کے ساتھ ان کی کچھ اعمال مثلاً نبی، جہاں نوازی، حجاج کی خدمت، بیت اللہ کی عظمت وغیرہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دین و دنیا کی نعمتوں کے دروازے کھول دیے۔ دنیا میں ان کی تجارتوں کو فروغ دیا۔ اور ایسے ملک میں جہاں کسی کا تجارتی فائدہ ملاحی سے نہ گزر سکتا تھا ان لوگوں کے تجارتی قافلے ملک باہر دین میں جاتے اور کامیاب آتے تھے جس کا ذکر قرآن کریم نے سورہ یوسف میں رَحَلَهُ الْوُحْدَانُ وَ الْعَشِيرَاتُ کے معنی سے کیا ہے۔

اور دین کے اعتبار سے وہ عظیم نعمت ان کو عطا ہوئی ہے چنانچہ کسی قوم کو نہیں ملی تھی کہ سید الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ان میں مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری اور جامع کتاب قرآن انہیں بھی بخشی گئی۔

مگر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان انہماکات کی مشرک گزاری اور قدر کرنے اور اس کے ذریعہ اپنے حالات کو درست کرنے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ گندے کر دیے کہ مکمل رہی کو چھوڑ کر مسلمان ہو جانے والے ایمانی بھتیگوں پر وحشیانہ مظالم کرنے لگے۔ جہاں نوازی کے بجائے ان کا ملان پر آب و جانہ بند کرنے کے عہدے لگے گئے۔ حجاج کی خدمت کے بجائے مسلمانوں کو حرم میں داخل ہونے سے روکنے لگے۔ یہ وہ حالات تھے جن کو کفار قریش نے بدلا۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو نعمتوں اور عذاب کی صورت میں تبدیل کر دیا کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوئے اور بوقات رحمت الغلینین کو ان کی تھی اسی کے ذریعہ انہوں نے اپنی موت و ہلاکت کو دعوت دے دی۔

اور تعمیر مکہ میں مشرک تارک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کعب بن مرہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے والے تھے وہاں بھی یہاں سے دین الہامی و واسطی علیہ السلام کے پند اور اس پر قائم تھے اور سزا پر نسل اس دین کی قیادت و سیادت ان کے ہاتھ میں رہی۔ قصی بن کلاب کے نانا میں ان لوگوں میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ ان سے پہلے کعب بن لوی ان کے دینی قائد تھے ہمد کے بعد جس کو ان کی زبان میں عذوبہ کہا گیا تھا سب لوگوں کو کعب کے حلقہ واکمات اور جگہ





کر کے مشرکین کو کواصل اور مسلمان جنگ سے ہڈ پٹائی۔ مگر جب غزوہ بدر کا انہام مسلمانوں کی فتح میں اور کفار کی ہزیمت و شکست کی صورت میں سامنے آیا تو چہر ان لوگوں پر غلبہ غالب ہوا اور انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر مذکر کیا کہ اس مرتبہ ہم سے قتلی ہوئی اس کو مافیہ لیا جائے، آئندہ جو دشمن نہیں کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکم و کم جو آپ کا شمار تھا اس کی بنا پر دوبارہ معاہدہ کی تجویز دالی۔ مگر یہ لوگ اپنی مرشد سے بھرتے تھے غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی ابتدائی شکست اور نقصان کا علم ہو کر ان کے واسطے بڑھ گئے۔ اور ان کا مردار کسب بن اُحزب تو سرفکر کے کھوپٹیا اور مشرکین کی تک کو اس پر کاواہ کیا گیا کہ اب وہ پوری غیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حکمرانی اور جوہر مدینہ ان کے ساتھ ہوں گے۔

یہ دوسری جھڑپ تھی جو ان لوگوں نے اسلام کے خلاف کی۔ کثرت مذکورہ میں اس بار بار کی جھڑپ کا ذکر کیا کہ ان لوگوں کی شمارت بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کر لیا مگر یہ پرتہ اپنے جہد کو توڑتے رہے۔ آخر ان میں اور شاذ و نادر کچھ فرقہ پڑ گئے۔ یعنی یہ لوگ ڈرتے نہیں۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بدصلیب لوگ چونکہ ہوس دنیا میں مست و بے ہوش ہیں آفت کی فکر ہی نہیں اس لئے آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے بزرگوار جو مشرک لوگوں کا جو انہام بد اس دنیا میں ہو کر کہتے ہیں کہ اپنی فطرت و نادانی کی وجہ سے اس سے نہیں ڈرتے۔

پھر ساری دنیا نے انھوں سے دیکھ یا کہ ان لوگوں نے اپنی اس بزرگاری کی مزا چھٹی۔ اب جہل کی طرح کسب بن اُحزب ادا کیا، اور جوہر مدینہ چلا وطن گئے۔

پانچویں آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بزرگواروں کے بارہ میں ایک جاہلیہ تار و دیا جس کے الفاظ یہ ہیں

فَإِنَّمَا تَشْكُرُنَا وَنَحْنُ أَشْكُرُ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ إِذْ يَنْقُضُ الْعَهْدَ وَيَنْفَعُ يَوْمَ كُذِّبُوا

اس میں لفظ تَشْكُرُنَا شکر کرنے کے معنی ہیں ان پر کاواہ پانے کے اور شکر مصدر شکر دینے سے بنا ہے جس کے اصل معنی بھی دعا دینے اور شکر کرنے کے ہیں معنی آیت کے یہ ہیں کہ اگر آپ کسی جنگ میں ان لوگوں پر قہراً یقین تو ان کو ایسی سخت دردناک مزاحمت جو دوسروں کے لئے عیب ہو جائے ان کے پیچھے ہو لوگ ان کے سپاہ سے پر اسلام دشمنی میں لگے ہوئے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب لیرا ہی میں ہے کہ یہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائیں۔ مراواں سے یہ ہے کہ ان کو ایسی مزاحمت ہائے جس کو دیکھ کر مشرکین کو درد دوسرے دشمن قبائل میں متاثر ہوں اور آئندہ ان کو مسلمانوں کے

مقابلہ میں آئے کی جرأت نہ رہے۔

آخر آیت میں تَشْكُرُنَا کا ترجمہ فرما کر رب العالمین کی رحمت عامہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس دردناک مزاکا امنی عقد بھی کئی انتظام لینا یا اپنے عقد کو زور کرنا نہیں بلکہ انھیں کی یہ مصلحت ہے کہ شاید یہ صورت حال دیکھ کر یہ لوگ کچھ ہوش میں آجائیں اور اپنے کئے پر تادم ہو کر اپنی اصلاح کر لیں۔

پانچویں آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ و صلح کے وقتوں کی ایک اہم دفعہ لینا تھی ہے جس میں معاہدہ کی پابندی کی خاص اہمیت کے ساتھ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی وقت معاہدہ کے دوسرے طرف کی طرف سے خیانت

میں مبتلا ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ ہم معاہدہ کی پابندی کو بدستور قائم رکھیں لیکن یہ بھی جائز نہیں کہ معاہدہ کو صاف طور پر ختم کر دیں گے پہلے ہم ان کے خلاف کوئی اقدام کریں بلکہ صلح صورت یہ ہے کہ ان کو اطمینان و فرصت کی حالت میں اس سے آگاہ کر دیا جائے کہ تمہاری بددینی یا خلاف ورزی ہم پر ظاہر ہو چکی ہے یا یہ کہ تمہارے معاملات مشتبہ نظر آتے ہیں اس لئے ہم آئندہ اس معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے تم کو بھی ہر طرح اختیار ہے کہ تمہارے خلاف جو کاروائی چاہو کرو۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں

وَلَا تَجِدُ أُمَّةً ظَالِمَةً يَمُوتُ وَنَحْنُ نَحْيِيهَا فَإِنَّكُمْ تَقُولُونَ مَا تَقُولُونَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ تَقْوَىٰ وَتُؤْمِنُونَ بِمَا نَزَّلَ عَلَيْكُمْ لَآتِيَنَّكُمُ الْمَذْهَبُ مِنْكُمْ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ تَقْوَىٰ وَتُؤْمِنُونَ بِمَا نَزَّلَ عَلَيْكُمْ لَآتِيَنَّكُمُ الْمَذْهَبُ مِنْكُمْ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ تَقْوَىٰ وَتُؤْمِنُونَ بِمَا نَزَّلَ عَلَيْكُمْ لَآتِيَنَّكُمُ الْمَذْهَبُ مِنْكُمْ

مطلب یہ ہے کہ کہیں قوم کے ساتھ کوئی معاہدہ صلح ہو چکا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی جنگی اقدام کرنا خیانت میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے اگرچہ یہ خیانت دشمن کافروں ہی کے حق میں کی جائے۔ وہ بھی ہمارے نہیں البتہ اگر دوسری طرف سے جھڑپ کا خطرہ پیدا ہو جائے تو ایسا کیا جاسکتا ہے کہ کھلے طور پر ان کو اعلان کے ساتھ آگاہ کریں کہ ہم آئندہ معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے۔ مگر یہ اعلان ایسی طرح چھک مسلمان اور دوسرا طرفی اس میں برابر ہوں۔ یعنی ایسی صورت ملے جائے کہ اس اعلان و تقویٰ سے پہلے ان کے معاہدہ کی غیاری کر لی جائے اور وہ قتال دشمن ہونے کی بنا پر غیاری نہ کر سکیں بلکہ جو کچھ غیاری کرنا ہے وہ اس اعلان و تقویٰ کے بعد کریں۔

یہ ہے اسلام کا عدل و انصاف کہ خیانت کرنے والے دشمنوں کے بھی حقوق کی حفاظت کی



جاتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے معتزلہ میں اس کا پابند کیا جاتا ہے کہ جہد کو واپس کر لے سے پیشتر کوئی طیاری نہیں اُن کے خلاف مذکوریں۔ (مظہری وغیرہ)

ایسے عہد کا ایک واقعہ عجیب

الوادع و ترمذی و قاضی، امام ابن عربین غفرلہ نے اس خبر کے  
کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا ایک قوم  
کے ساتھ ایک عہد کے لئے التواء جنگ کا عہد تھا۔ حضرت معاویہؓ نے الوداع فرمایا کہ اس عہد  
کے یام میں اپنا لشکر اور سالن جنگ اس قوم کے قبضہ پہنچا دیں مگر معاویہؓ کی عیداً و مستم  
ہوئے ہی وہ دشمن پر فٹوس پڑیں۔ مگر یہیں اُس وقت جب حضرت معاویہؓ کا لشکر اُس طرف  
روانہ ہو رہا تھا کہ ایک عمر آدی گھوڑے پر سوار بڑے دور سے بغیر لگا رہے ہیں  
اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس قوم  
چاہئے اُس کی خلاف ورزی نہ کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس قوم  
سے کوئی صلح یا ترک جنگ کا عہد ہو جائے تو جاننے کے ان کے فطرت دکوائی گھر کوئیں اور  
جدا ہوں۔ حضرت معاویہؓ کو اس کی خبر ملی گئی۔ دیکھا تو سمجھے والے بزرگ حضرت عمرو بن عبد  
صالح تھے۔ حضرت معاویہؓ نے فرما اپنی فوج کو واپسی کا حکم دے دیا تاکہ التواء جنگ کی عیداً  
میں لشکر کٹی پر اقدام کرنے کے خیانت میں داخل نہ ہو جائیں۔ (ابن کثیر)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِذْ إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾

اللہ تعالیٰ ہمیں اس قدر دل سے پہنچائے کہ وہ ہرگز ہمتا دے سکے گا کہ

وَأَعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْحَيْلِ

اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ میں کرسکتے ہو قوت سے اور اپنے ہمتے گھمروں سے

تَرْهَبُونَ بِهِمُ عَذَابَ اللَّهِ وَكَفَرُوا بِالْآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ

کہ اس سے جہاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر اُن کے سوا ،

وَمَا تَنْتَظِرُونَ فِي

سَبِيلَ اللَّهِ يَكْفِ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلِمُونَ ﴿١٠﴾ وَإِنْ كُنْتُمْ

کی راہ میں وہ ہلچلے گا، اور اچھا سنی دے جائے گا۔ اور اگر وہ چاہے

لِلسَّامِ فَأَجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٥٠﴾

سنگ کی طرح آؤ بھی ٹھک اُسی طرح اور ہر دوسرے کو الگ بارہ جنگ دی ہے تھے وہاں ملنے والا ۔

↓

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي

اور اگر وہ چاہیں کہ بچہ کو دغا دیا جائے تو بچہ کو کافی ہے اللہ اسی نے

أَيَّدَكَ بِتُصَيِّفَةٍ وَالْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٠﴾

جہ کو خود دیا اپنی خود کا اور مسلمانوں کا ۔

خلاصہ تفسیر

اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال دیکر یہ کہہ نکلے جیتنا وہ لوگ خدا تعالیٰ کی عطا فرمائی چیز ہے اور ان کے لئے (اگر اس کو خدا تعالیٰ یا تو ربانی میں بیستوں عزت کر دے گا اور آخرت میں تو یقینی ہے) اور ان کافروں سے (مقابلہ کر لے) گئے تھے اس قدر تم سے، ہو سکتے تھے جتنا ہے اور اپنے ہوئے گئے لوگوں سے سالانہ دست درگوشی کر اس (مسلمان) کے ذریعہ سے تم (ایمان) پر جمع ہو سکتے تھے اور ان کو (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور (تمہاری فکر میں) اپنے کی وجہ سے) تمہارے دشمن ہیں (جن سے شب و روز تم کو ساقط رہتا رہتا ہے) اور ان کے علاوہ وہ لوگ کافر ہیں جو بھی (پر جمع ہو سکتے تھے) اور ان کو تم (یعنی) نہیں جانتے (بلکہ) ان کو اللہ ہی جانتا ہے (جیسے کفار فارسی اور روم و فرج جن سے اس وقت سابق نہیں پڑا، مگر صام کا ساز و سامان و فن پہنچ رہی اپنے وقت میں ان کے مقابلہ میں بھی کام کیا اور ان پر بھی رعب جا رہی بعض عقاب ہو کر مطلب ہوئے بعض نے چڑے قبول کیا کہ یہ بھی از رعب کا ہے) اور اللہ کی راہ میں (جس میں بہادری آگیا) جو کچھ بھی خرچ کر دے گا جس میں وہ خرچ بھی آگیا جو ستر و رواق درست کرنے میں کیا جائے) وہ (یعنی اس کا فریب) تم کو (آخرت میں) پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارے لئے (اس میں) کو کچھ نہ ہو گی اور اگر وہ (کفار) مسیح کی طرف جھکیں تو آپ (ذکر) بھی (امازات ہے کہ اگر اس میں مصلحت دیکھیں تو) اس سبب سے بھاگ جائے اور اگر باوجود مصلحت کے یہ احتمال ہو کہ یہ ان کی چال دہو تو (اللہ پر ہر صبر رکھنے والے) اس حال سے اندیشہ نہ کیجئے) وہ بڑا وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ان کے اولاد اور احوال کو مستجاب جائے ان کافروں کا نظام کر دے گا اور اگر (واقعہ میں وہ احتمال صحیح ہو اور) وہ لوگ (کافروں سے) آپ کو دھوکا دینا چاہی تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اور حفاظت کرے) گئے کالی ہیں (جیسا کہ اس کے قبل بھی آپ کی کتاب فرماتے تھے چنانچہ) وہ وہاں ہے جس سے آپ کو اپنی (یعنی) اہل ایمان (حاکم) سے اور (ظاہری اعدا میں) مسلمانوں سے قریبی و دوری۔







يَكُنْ مِنْكُمْ قَوْمٌ يَعْلَمُونَ ۝ اَلَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰثِمِهِمْ

ہوں تم میں سے کچھ قوت مند ہوں ہزار کافر ہوں یہ اس کا مطلب کہ

قَوْمٌ لَا يَنْفَعُهُمْ ۝ اَلَّذِينَ خَفَفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَاَعْلَمَ اَنْتَ

وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ اب یہ بتا کر کیا مطلب ہے کہ اور جانتا کہ

فِيكُمْ ضَعْفَاءُ ۚ اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ قَوْمٌ صَابِرَةٌ ۚ يَعْلَمُوْا اِيَّائِنَا

تم میں سستہ ہے، سو اگر ہوں تم میں سے کچھ ثابت قدم ہوں تو وہ قوت مند ہوں اور

وَاَنْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَلْفٌ يَعْلَمُوْا اَلَّذِيْنَ يَآذِنُ اللّٰهُ وَآلِهٖ

اور اگر ہوں تم میں ہزار قوت مند ہوں تو ہزار ہر اللہ کے حکم سے، اور اللہ

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے۔

### خلاصہ تفسیر

اور مسلمانوں کو ذریعہ امداد بنانے کے لئے، ان کے مطلوب میں اتفاق پیدا کر دیا چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر باہم اتفاق نہ ہو تو کوئی کام خصوصاً دینی کی ضرورت مل کر نہیں کر سکتے اور ان میں ہر عیب ریاست اور غلبہ بغض و عداوت اتفاق ایسا دشوار تھا کہ اگر آپ (وہ جو کہ حق تعالیٰ کا پیغام لائے) اور مسلمان بھی اس کے لئے آپ کے پاس کافی ہوتا یہاں تک کہ پیغام کا حال (اس کام کے لئے) اگر خدا کے حب میں ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیتے لیکن (یہ) اللہ ہی کا کام تھا کہ اس لئے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا جسک وہ ذریعہ میں کہ جو چاہی اپنی قدرت سے کروں اور حکمت والے ہیں کہ جس طریق سے مناسب جائیں اس کام کو کر دیں اور جب اللہ تعالیٰ کا یہی پیغام اور امداد مؤمنین سے آپ کی نصرت فرماتا معلوم ہو گیا تو انہی ہی (اس سے ثابت ہو گیا کہ) آپ کے لئے (حقیقت میں) اللہ کافی ہے اور ان مؤمنین نے آپ کا اتفاق کیا ہے (ظاہر) وہ کافی ہیں اسے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مؤمنین کو یہاں کی ترغیب دینے (اور اس کے متعلق یہ قانون بتا دینے کہ) اگر تم میں سے کسی آدمی ثابت قدم رہے دے دے تو (اپنے سے) دس گونہ دہرے ہیں) دوسرے غالب آجائیں گے اور (اس طرح) اگر تم میں سے کسی آدمی ہوں گے تو ہزار گنا ہر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ اپنے لوگ ہیں جو بدیہی کو کہ نہیں سمجھتے (اور اس وجہ سے کہ ہر طرح میں اور اس سبب سے ان کو بھی امداد نہیں پہنچتی اس سبب سے کہ مطلوب

ہو جاتے ہیں پس تم پر واجب ہے کہ اپنے سے دس گونہ کے مقابلہ سے بھی پسپا نہ ہو۔ اہل یہ حکم نازل ہوا صاحب صابریہ پر نشان ہوا اور جن کا ایک مدت کے بعد یہ دوسری آیت جس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا نازل ہوئی یعنی اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں بہت کم کی ہے سو (یہ حکم دیا جائے کہ) اگر تم میں سے کسی آدمی ثابت قدم رہے دے دے تو (اپنے سے) دس گونہ دہرے ہیں) دوسرے غالب آجائیں گے اور (اس طرح) اگر تم میں سے ہزار آدمی گے تو ہزار گنا ہر غالب آجائیں گے اور (یہ) جو صابر کی قید لگانا تو اس لئے کہ (اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو) بدیہی ہوں اور قدم سے ثابت دینے والے) کے ساتھ ہیں (یعنی ان کی مدد کرتے ہیں)۔

### معارف و مسائل

سورۃ الفتحان کی مذکورہ آیتوں میں سے پہلی آیت میں مسلمانوں کی فتح و کامیابی کے اصلی سبب اور اس کے حصول کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطاب کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت ہے جس نے اپنی خاص خدمت سے اور مسلمانوں کی کجانت سے آپ کی تائید اور نصرت فرمائی ہے۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی کجانت سے کسی کی امداد و نصرت ظاہر ہے کہ صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ یہ کجانت باہم متفق اور متحد ہو۔ اور بقدر اتفاق و اتحاد ہی کسی کی قوت اور ذلت ہوتا ہے یا کسی اتحاد و یکجا گشت کے رشتے قوی ہیں تو قوی جماعت قوی ہے اور اگر بدست ڈھیلے ہیں تو قوی جماعت ڈھیلے اور کمزور ہے۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے اس خاص انعام کا ذکر فرمایا جو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و نصرت کے لئے عام مسلمانوں پر ہو گا کہ ان کے دلفان میں مکمل وصحت و الفت پیدا کر دی گئی حالانکہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جبریت عریض سے پہلے ان کے دو قبیلوں اور دشمنوں کے آپس میں شدید جنگیں لڑ رہے تھے جن میں اور چھوٹے چھوٹے رہتے تھے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جانی دشمنوں کو باہم مستحضر و شکر بھائی بنایا۔ عینہ میں قائم ہوئے والی ان ہی ریاست کے قیام و بقدر اور دشمنوں پر غالب آنے کا شایق اور مستحق سبب تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد تھی اور ظاہری سبب مسلمانوں کی آپس میں مکمل الفت و وصحت اور اتفاق و اتحاد تھا۔

اسی کے ساتھ اس آیت میں یہ بھی بتلایا گیا کہ مختلف و گونوں کے دلوں کو جو دگرگوں ہیں الفت و وصحت پیدا کرنا کسی انسان کے بس کا کام نہیں صرف اس ذات کا کام ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی انسان ساری دنیا کی دولت میں اس کام کے لئے فخر کرے تو اسے کہنا کہ باہم

منارت رکھنے والے لوگوں کے دلوں میں الفت پیدا کرے تو وہ بھی اس پر قابو نہیں پاسکتا۔  
مسلمانوں کا آپس میں جھگڑا اور لڑائی و جھگڑا  
اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپس میں الفت پیدا نہ کرے  
تفاتی کی نظرانی کے ساتھ اس کے احکام کو حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اصولی احکام کے لئے اس کی  
اطاعت اور رضا جیسی شرط ہے۔

باعتوں اور افراز کے درمیان وحدت و اتفاق ایک ایسی چیز ہے جس کے نمودار مقبذ  
ہونے سے کسی ذہب و ملت اور کسی فکر و فطرانے کو اختلاف نہیں ہو سکتا اور اسی لئے شخص  
چوروں کی اصلاح کی فکر کرتا ہے وہ ان کو آپس میں جھگڑنے کے پر زور دیتا ہے لیکن عام دنیا اس  
حقیقت سے بے خبر ہے کہ دلوں کا پورا انداز اتفاق ظاہری تدبیروں سے حاصل نہیں ہوتا۔ صرف  
اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا جیسی سے حاصل ہوتا ہے۔ لہذا حکیم کے اس حکمت کی طرف توجہ کی جائے  
میں اختلاف نہ لگے ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے: وَاللَّهُ يَجْعَلُ بَيْنَهُم مَوَاقِفَ لِيُفْضَلَ مِنْهُمْ مَخْصِيًّا  
اس میں اختلاف و تفرقت نہ پڑے کی یہ تعبیر مثالی گئی ہے کہ سب کی کارکنی جتنی جتنی حد تک  
شرعیہ اسلام کو مضبوط تمام ہیں تو سب آپس میں خود کو ذوق و متفق ہو جائیں گے اور باہمی تفرقت ختم  
ہو جائیں گے۔ ملنے کا اختلاف دوسری چیز ہے اور وہ جب تک اپنی حد کے اندر ہے تو فساد و جھگڑا  
کاسبب بھی نہیں بنتا۔ جھگڑا فساد بھی ہوتا ہے جب حدود و ضوابط سے تجاوز کیا جائے۔ آج  
اتفاق و اتفاق تو سب پھارتے ہیں مگر اتفاق کے معنی یہ نہیں ہے کہ ایک ہوتے ہیں کہ کوئی میری  
بات مانی ہو تو اتفاق ہو جائے۔ اور دوسرے بھی اتفاق کہنے لگیں مگر میں ہونے میں کہ وہ  
جماری بات مل میں تو اتفاق ہو جائے۔ مادہ کو جب راہوں کا اختلاف اپنی عقل و دیانت میں  
تجزیہ اور طوری ہے تو یہ ظاہر ہے کہ اگر شخص دوسرے کے ساتھ متفق ہونے کو اس پر موقوف  
رکھے کہ دوسرا اس کی بات مان لے تو قیامت تک آپس میں اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اتفاق کی  
صحیح اور فطری صورت وہ ہے جو قرآن نے بتائی کہ دلوں میں کوئی تیسرے کی بات کو تسلیم  
کر لیں اور میرا وہی ہونا چاہتے جس کے فیصلے میں ملحق نہ ہوں۔ یہ وہ ظاہر ہے کہ جتنی تفاتی ہی  
ہو سکتا ہے اس سے آپس میں ایک بات فراموش گئی کہ سب کی کارکنی کتاب کو مضبوط  
تمام ہو تو آپس کے جھگڑے ختم ہو کر اتفاق کامل پیدا ہو جائے گا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: لِيُفْضَلَ مِنْهُمْ مَخْصِيًّا وَاللَّهُ يَجْعَلُ بَيْنَهُم مَوَاقِفَ لِيُفْضَلَ مِنْهُمْ مَخْصِيًّا  
وہاں جو لوگ ایمان لائیں اور ایک مل کر رہیں اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں محبت و وحدت پیدا  
فرمادیتے ہیں۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ دلوں میں جتنی محبت و وحدت پیدا ہو لے گا اسی طریق

ایمان اور دل میں صلح کی پابندی ہے اس کے بغیر اگر کہیں کوئی الفت و اتحاد مصنفی طور پر قائم کر لیں یا طبعی  
تو وہ محض بے بنیاد اور کمزور ہوگا جنہاں فاسی غیثیں میں ختم ہو جائے گا۔ جس کا مشاہدہ تمام اقوام دنیا کے  
مملکت و جمہوریت سے ہوتا رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
تفاتی کے اس احکام کی وضاحت کی گئی ہے۔ جو لڑنے کے تمام قبائل کے دلوں میں الفت پیدا  
کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و نصرت کے لئے ان کو ایک آپس میں یکساں کی طرح ہمت کر دیا  
ہو گیا ہے۔

دوسری آیت میں بھی یہی معنوں غماغم کے طور پر بیان فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
نسبی لگا کر ہے کہ آپ کے لئے حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور ظاہر کے اعتبار سے مؤمنین  
کی جماعت کا لی ہے آپ کسی شے سے بڑے نہیں کہ ان کو امداد یا سامان سے خوف زدہ نہ ہوں۔ حضرت  
مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت فرمودہ بدر کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے نازل ہوئی  
تھی تاکہ قبائل اتحاد یا بے سامان مسلمان اپنے مخالف کی بھاری تعداد اور بھاری سامان سے خوف  
نہ ہو جائیں۔

تیسری اور چوتھی آیت میں مسلمانوں کے لئے ایک جنگی قانون کا ذکر ہے کہ ان کو کسی حد تک  
اپنے حریف کے مقابلہ پر جتنا فاضل اور اس سے بڑھتا ہے۔ پہلی آیت اور واقعات میں اس کا  
ذکر تفصیل کے ساتھ آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد بھی مسلمانوں کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے  
ان کا اسلام عام اقوام دنیا کا سامعہ نہیں ہے۔ تھوڑے ہی بہت سوں پر غلبہ آسکتے ہیں جس کے  
قرآن کریم میں ارشاد ہے: تَذَرُونَهُمْ يَنتَهِوا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ  
تفصیل اتحاد و جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کثرت والے مقابل پر غلبہ آجاتی ہیں۔

اس لئے اسلام کے سب سے پہلے جہاد غزوہ بدر میں دس مسلمانوں کو سو آدمیوں کے برابر  
قرار دے کر یہ حکم دیا گیا کہ  
اگر تم میں سے کسی آدمی کا قدم دہنے والے ہوں گے تو دوسروں پر غلبہ  
آجائیں گے اور اگر تم سو ہو گے تو ایک ہزار آدمیوں پر غلبہ آجائیں گے۔

مؤمنین قبرس میں ایک خبر کا رکھا گیا ہے کہ سو مسلمان ایک ہزار آدمیوں پر غلبہ آجائیں  
گے مگر مقصد یہ حکم دینا ہے کہ سو مسلمانوں کو ایک ہزار کفار کے مقابلہ سے بھگانے کا حکم نہیں۔ مؤمنین  
کا ہر ایک کے یہ حکم دینا ہے کہ مسلمانوں کے دل ان کو فطری سے مضبوط ہو جائیں کہ ظلم کا دعوہ  
بھاری حاکمات اور ظلم کا ہے۔ اگر کم کو پسند نہ آئے تو ان کی صورت میں پیش کیا جانا تو فطری طور پر  
وہ بھاری صلح ہوگا۔

غزوہ بدر پہلے پہل کی جنگ الہی حالت میں تھی جب کہ مسلمانوں کی مجموعی تعداد بھی بہت کم تھی اور وہ بھی سب کے سب حاذق جنگ پر تھے نہ تو بکڑی فوج پر جو لوگ طیار ہو سکے دی اس جنگ کی فوج بنے اس لئے اس پہاڑ میں سو مسلمانوں کو ایک ہزار کافروں کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا اور ایسے انداز میں دیا کہ فتح و نصرت کا وعدہ ساتھ تھا۔  
 جو بھی آیت میں اس حکم کو اکثرہ کے لئے منسوب کر کے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ اب اللہ تعالیٰ نے حقیقت کر دی اور معلوم کر دیا کہ تم میں بہت کی کمی ہے سو اگر تم میں کے سوا دی ثابت قدم رہتے والے ہوں گے تو دوسرا مطالبہ آجائیں گے۔

یہاں بھی مقصد یہ ہے کہ سو مسلمانوں کو دوسو کافروں کے مقابلے سے گریز کرنا چاہئے نہیں۔ پہلی آیت میں ایک مسلمان کو دس کے مقابلے سے گریز منسوب قرار دیا تھا اس آیت میں ایک کو دو کے مقابلے سے گریز منسوب نہ کیا۔ اور یہی آخری حکم ہے جو پیشہ کے لئے جاری اور دی ہے۔ یہاں بھی حکم کو حکم کے مٹانے سے نہیں بلکہ تر اور توفیقی کے انداز سے بیان فرمایا گیا ہے جس میں اشارہ ہے کہ ایک مسلمان کو دو کافروں کے مقابلہ پر جانے کا حکم سزا اللہ کوئی لیے انصافی یافتہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان میں اس کے ایمان کی وجہ سے وہ قوت رکھ دی ہے کہ ان میں کا ایک دو کی برابر رہتا ہے۔

تقریباً جیسا کہ فتح و نصرت کی توفیقی کو اس شرط کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے کہ یہ مسلمان ثابت قدم رہنے والے ہوں اور ظاہر ہے کہ قتل و قتل کے میدان میں اپنی جان کو خطر میں ڈال کر ثابت قدم رہنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جس کا ایمان کامل ہو۔ کیونکہ ایمان کامل انسان کو شوق شہادت کا جذبہ عطا کرتا ہے اور یہ جذبہ اسی کی خفاقت کو بہت کچھ بڑھاتا ہے۔

آخر آیت میں عام تصانیف کی صورت سے ہستادیا کہ اللہ شیع (الشیعریون) یعنی اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کا ساتھی ہے۔ اس میں میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے والے بھی شامل ہیں اور عام احکام شریعہ کی پابندی پر ثابت قدم رہنے والے حضرات بھی۔ ان سب کے لئے معیت اللہ کا وعدہ ہے اور یہ معیت ہی ان کی فتح و نصرت کا اصلی راز ہے۔ کیونکہ جس کو قادر مطلق کی معیت نصیب ہوگئی اس کو سلاوی دنیا کی کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتی۔

مَا كَانَ لِتَعِيِّ أَنْ يَكُونَ لَكَ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يَبْلُغَ فِي الْأَرْضِ  
 بجا کو نہیں چاہئے کہ اپنے دل کے قیدیوں کو جب تک خوب لوڑ ہی نہ کرے تک میں  
 تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْأُخْرَىٰ وَاللَّهُ عَزِيزٌ  
 تم چاہتے ہو اسباب دنیوی کا، اور اللہ کے دل چاہئے آخرت، اور اللہ عزوجل  
 حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ  
 حکمت والا۔ اگرچہ تم لوگ بات میں کو کو چکا اللہ پہلے سے کو تم کو پہنچا اس لئے کہ میں  
 عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ فَكُلُوا مِنَّمَا عَزَمْنَا بِهِنَّ حِلَالًا فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ  
 کھاؤ ان میں سے جو تم کو حکمت میں لا محالہ حلال، اور ان کے جو

اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَفِيفٌ رَحِيمٌ ۝  
 اللہ ہے، چلک اللہ ہے بے نیازی اور مہربان۔

### خلاصہ تفسیر

اے مسلمان! تم نے جی ملی اللہ علیہ وسلم کو جو ان قیدیوں سے کچلے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا ہے بے جا تاکید کر کے جی کی خان کے قیدی نہیں کر ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دینے چاہئیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کھائیں) توفیری نہ کریں (کیونکہ مشورہ معیت جہاد کی اصل غرض دینے فساد ہے اور جہاد اس حد کے جس میں کہ باطل شریعت کفار کی ٹوٹ جائے دینے فساد ممکن نہیں پس اس صورت سے پہلے قیدیوں کا زبرد چھوڑ دینا آپ کی شان اسلام کے مناسب نہیں البتہ جب ایسی قوت ہو جائے کہ قتل قیدیوں نہیں بلکہ اور صورتیں بھی مشورہ ہیں پس ایسی حالت میں راستے تم آپ کو کوئی دینی تم کو دنیا کا مال و اسباب چاہئے ہو (اس لئے فدیہ کی راستہ دئی) اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہئے ہیں (اور وہ اس میں ہے کہ کھنڈل خوف سے مغلوب ہو جائیں جس میں آنادی سے اسلام کو زور دیا جائے پہلے اور بے شک لوگ لوگ بکثرت مسلمان ہوں اور کجانت باور) اور اللہ تعالیٰ جسے زبردست بری حکمت والے ہیں (وہ تم کو کفار پر غالب کرے اور قومات کی بکثرت سے تم کو اللہ کو دینے کو کسی حکمت کے سبب اس میں درہم بونی جو فعل تم سے واقع ہوا ہے وہ ایمان نامعلوم ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا ایک فرستہ مقدر نہ ہو چکا (وہ ہے کہ ان قیدیوں میں لوگ مسلمان ہو جائیں گے جس سے فساد ممکن واقع نہ ہوگا۔ اگر یہ ہوتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں

تم پر کھنکھائی ہوئی (لیکن چونکہ کوئی فساد نہ ہوا اور اتفاقاً تمہارا مشورہ صائب مصلح آیا اس لئے تم مڑے نہ گئے یعنی ہم نے اس فدیہ کو مباح کر دیا) سوچو کہ تم نے (اس سے فدیہ میں) کیا ہے اس کو حلال پاک کھرا کر گھاڑ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہو تو اگر آئندہ ہر طرح کی غلطیوں کو، جسک اللہ تعالیٰ بڑے سختی سے دیکھنے والے بڑی رستہ دانے ہیں (وگرنہ تمہارا عملہ بھی صاف کر دیا یہ مغفرت ہے اور فدیہ بھی حلال کر دیا یہ رحمت ہے)۔

## معارف و مسائل

کیات مذکورہ کا تعلق غزوہ بدر کے ایک خاص واقعہ سے ہے اس لئے ان کی تفسیر سے پہلے صحیح اور مستند روایات حدیث کے ذریعہ اس واقعہ کا بیان ضروری ہے۔  
واقعہ یہ ہے کہ غزوہ بدر اسلام میں سب سے پہلا جہاد ہے اور ایک پیش کیا ہے اس وقت تک جہاد سے متعلقہ احکام کی تفصیل قرآن میں نازل نہیں ہوئی تھی جہاں تک مال غنیمت کا تعلق تھا تو اسے کیا کیا جاسکتا۔ دشمن کے سپاہی اپنے قبضہ میں آجائیں تو ان کو گرفتار کرنا جائز ہے یا نہیں اور گرفتار کر لیا جائے تو پھر ان کے ساتھ ساتھ کیا کرنا چاہیئے۔  
مال غنیمت کے متعلق پہلے تمام انبیاء کی مشرعتوں میں قانون ہے تھا کہ مسلمانوں کو اس سے قطع آگنا اور استعمال کرنا حلال نہیں تھا بلکہ حکم یہ تھا کہ پورا مال غنیمت جمع کر کے کسی میدان میں دیکر یا جائے اور خود راہی ہو تھا کہ انہوں سے ایک ایک آتی اور اس سادے مال کو جاکر ناک کر دیجی۔ یہی حکمت آجس جہاد کے مثیل ہونے کی کبھی ہوتی تھی۔ اگر مال غنیمت کو بدلے کے لئے آسمان اگ ڈالتے تو اس کی علامت ہوتی ہے کہ جہاد میں کوئی کامیابی رہی ہے جس کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں۔

صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عبادت کی گئی ہیں جو مجھے سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں ان میں سے ایک یہی ہے کہ کفار سے حاصل ہونے والا مال غنیمت کسی کے لئے حلال نہیں تھا مگر امت مروجہ کے لئے حلال کر دیا گیا۔ مال غنیمت کا اس امت کے لئے خصوصی طور پر حلال ہونا اللہ تعالیٰ کے قریب میں خاصہ غزوہ بدر کے واقعہ تک اس کے شوق کوئی دی آئندہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے حلال ہونے کے متعلق نازل نہیں ہوئی تھی۔ اور غزوہ بدر میں صورت حال یہ پیش آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باطل مقابلہ قیاس فیرمی علیٰ حقائق عطا فرمائی۔ دشمن نے مال میں چھوڑا یا لایم غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور ان کے لئے بڑے بڑے سرمایہ مسلمانوں

نے گرفتار کر لئے۔ مگر ان دونوں چیزوں کے جائز ہونے کی مزاحمت کسی دلی الہی کے ذریعہ ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔

اس لئے صحابہ کرام کے اس طویل اقدام پر قلب نازل ہوا۔ ایسی غلاب و ناراضی کا اظہار ایک دہی کے ذریعہ کیا گیا جس میں جنگی قیدیوں کے متعلق بظاہر تو مسلمانوں کو دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تھا مگر اس اختیار دینے میں ایک اشارہ اس کی طرف بھی کر دیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے دونوں چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ اور دوسرا پسندیدہ ہے۔ جامع قرطبی۔ سنن شانی صیح ابن حبان میں روایت علی رضی عنہ نقل ہے کہ اس موقع پر حضرت جبیلہ ابنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اذہر حکم سنایا کہ آپ صحابہ کرام کو دو چیزوں میں اختیار دے دیجئے ایک یہ کہ ان قیدیوں کو قتل کر کے دشمن کی غنیمت کا ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔ دوسرے یہ کہ ان کو فدیہ میں کھال لے کر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن اس دوسری صورت میں باور آتی ہے شہد ہے کہ اس کے بدلہ آئندہ سال مسلمانوں کے لئے ہی آویں شہید ہوں گے جتنے تیری آتے مال لے کر چھوڑ دیتے جائیں گے۔ یہ صورت اگرچہ غیر کی تھی اور صحابہ کرام کو دونوں چیزوں کا اختیار دے دیا گیا تھا مگر دوسری صورت میں مسلمانوں کی شہادت کا فیصلہ کر کرنے میں اس طرف ایک خلیفہ اشارہ ضرور موجود تھا کہ یہ صورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسند نہیں کیونکہ اگر یہ پسند ہوتی تو ستر مسلمانوں کا خون اس کے نتیجہ میں فائز نہ ہوتا۔

صحابہ کرام کے سامنے جب یہ دونوں صورتیں بطور اختیار کے پیش ہوئیں تو بعض صحابہ کرام کا خیال یہ ہوا کہ اگر ان لوگوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ یہ سب یا بعض کسی وقت مسلمان بن جائیں جو اصل ناکارہ اور مقصد جہاد ہے۔ دوسرا یہ بھی خیال تھا کہ مسلمان اس وقت ان فلاح کی حالت میں ہیں اگر ستر آدمیوں کا مال فدیہ ان کو لے گیا قرآن کی تکلیف بھی دور ہوگی اور اگر وہ لے گئے جہاد کی پیادہ میں بھی مدد مل جائے گی۔ دوسرا ستر مسلمانوں کا شہید ہونا موردہ مسلمانوں کے لئے خود ایک نعمت و سعادت ہے اس سے گھبرا نہیں جاتے۔ ان خیالات کے پیش نظر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے صحابہ کرام نے یہی رائے دی کہ ان قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔ صرف حضرت عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ وغیرہ چند حضرات نے اس رائے سے اختلاف کر کے ان سب کو قتل کر دینے کی رائے اس بنیاد پر دی کہ یہ سبھی اشرار ہیں کہ اسلام کے مقابلہ میں قوت و طاقت فراہم کرنے والے سارے قریشی مردوں اس وقت قابض آگئے ہیں ان کا قبول اسلام تو مہم خیال





لیکن اگر سورہ انفال کی آیت کے الفاظ اور سورہ محمد کے الفاظ میں تو کیا جانتے تو کیا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی تنازع و شوشہ نہیں۔ بلکہ دو مختلف حالتوں کے دو حکم ہیں۔ سورہ انفال کی آیت میں بھی اصل حکم انفال کی لایزال مرض یعنی قتل کے ذریعہ کافروں کی قوت توڑ دینا۔ اور سورہ محمد کی آیت میں بھی جو موقع و قدادہ یعنی قیدیوں کو بلا سادہ سادہ لے کر آزاد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اس سے پہلے انفال کی لایزال کا بیان ہو چکا ہے یعنی خون پی کے ذریعہ کفر کی قوت ٹوٹ جانے کے بعد یہ بھی اختیار ہے کہ قیدیوں کو فدایہ پڑایا جائے۔ آزاد کر دیا جائے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی روایت سیر کبر کا بھی یہی منشاء ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات اور ضرورت پر نظر کر کے دونوں قسم کے احکام دیئے جاسکتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰمُ غُیُوبِ الْغٰیْبِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَن فِيْ اَيْدِيْكُمْ مِنَ الْاَنۡفَالِ اِذَا

يَعۡلَمُ اللّٰهُ فِيْ قُلُوۡبِكُمۡ خَبَرًا يُّۡوِيۡتُكُمْ عَنْۢبَرًا مِّمَّا اٰجِدُ مِنْكُمْ

وَيَعۡقُوۡبُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَظُوۡمُ رَحِيۡمٍ ۝۴۰ وَ اَنۡ تَرِيۡدُوۡا خِيَاۡتَنَکَ

فَقَدۡ نَحَاۡنَا اللّٰهُ مِنْ قَبۡلِ ۚ مَا مَكُنۡ مِنْۢكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۝۴۱

سورہ انفال کے یہی الفاظ اس سے پہلے پھر اس نے ان کو پڑھایا اور سورہ محمد کے الفاظ اور حکمت والا ہے۔

### خلاصہ تفسیر

اسے پہلے آپ کے بعد میں جو قیدی ہیں ان میں جو مسلمان ہو گئے ہیں، آپ ان سے لیا دیکھ کر اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایسا ملزم ہوگا (یعنی تم دل سے مسلمان ہوئے ہو گے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل تو معلوم واقع ہے جو ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان ہی کو جانیں گے جو واقع میں مسلمان ہوگا اور جو شخص غیر مسلم ہوگا اس کو غیر مسلم ہی جانیں گے پس اگر تم دل سے مسلمان ہو گے (تو جو کچھ تم سے (غیر میں) لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے پہلے تم کو دے دے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں (اس لئے تم کو بخش

دیں گے اور) بڑی رحمت والے ہیں (اس لئے تم کو نعم البدل دیں گے) اور اگر (بالفرض) یہ لوگ (اصدق) دل سے مسلمان نہ ہوئے ہوں بلکہ اظہار اسلام سے محض آپ کو دھوکا ہی دینا چاہیں اور دل میں آپ کے ساتھ خیانت کرنے کا ارادہ یعنی نقض عہد کر کے مخالفت و مقابلہ کرنا ارادہ رکھتے ہوں تو کچھ کر دیکھئے اللہ تعالیٰ ان کو کچھ آپ کے ہاتھوں میں گرفتار کر لے گا (یعنی) اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی (اور آپ کی مخالفت اور مقابلہ کیا) پھر اللہ نے ان کو (آپ کے) ہاتھوں میں (اگر خدا کا دیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے والے ہیں) لڑکھان غاصی ہے اور بڑی حکمت والے ہیں (ایسی صورتیں پیدا کر دیتا ہے جس سے ظالم مغلوب ہو جاتے)۔

### معارف و مسائل

غزوہ بدر کے قیدیوں کو فدایہ لے کر چھڑ دیا گیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے دو دشمن جنہوں نے ان کے ساتھ مایہ لے، قتل کر لے میں کسی وقت بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور جب موقع مل گیا انتہائی وحشیانہ مظالم ان پر کئے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہونے کے بعد ان کی جان بخشی کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی ان کے لئے بڑی نغمت اور انتہائی لطف و کرم تھا۔ فدایہ میں جو رقم تھی اسے بھی وہی نہایت معمولی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم دیکھ کر اس معمولی رقم کے دینے سے بڑا کرم کی تکلیف ان کو پیش آئی اس کو بھی کس طرح دفع فرمایا جاتا ہے۔ بہت مذکور ہیں اور شاذ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی خبر پائیں گے جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے دیں گے۔ اور اس پر مزید یہ کہ تمہارے بچے لگاؤ بخش دیں گے۔ جیسے مراد ایمان اور انکسار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آزاد ہو جانے کے بعد ان قیدیوں میں جو لوگ ایمان و اسلام کو انکسار کے ساتھ اختیار کر لیں گے جو کچھ فدایہ میں دیا ہے اس سے زیادہ اور بہتر ان کو مل جائے گا۔ قیدیوں کو آزاد و خود مختار کر دینے کے ساتھ اس طرح دعوت دی گئی کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے تعلق نقصان پر جو کر لیں۔ چنانچہ واقعات شاذ ہیں کہ ان لوگوں میں سے جو مسلمان ہو گئے اللہ قائل ہے ان کی مغفرت اور رحمت کے دیوانہ مالک کے علاوہ دنیا میں بھی ان کو اتنا مال و دولت دے دیا جو ان کے فدایہ سے بدوہا زاد تھا۔

اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں نازل ہوئی تھی کیونکہ وہ بھی بدر کے قیدیوں میں شامل تھے اور ان



سے بھی غریہ کیا گیا تھا۔ ان کی خصوصیت اس معاملہ میں یہ تھی کہ جنگ بدر میں یہ مکہ سے اپنے ساتھ تقریباً سات سو گھنٹے سونے کے کپڑے تھے تاکہ وہ لشکرِ کفار پر فرخ کیا جاسکے۔ اور ابھی یہ فرخ ہوئے نہیں پایا تھا کہ وہ صبح اس سونے کے کپڑے کے گرداگرد کر گئے۔

جب فدیرہ دینے کا وقت آیا تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ساتھ جو سونا تھا اس کو میرے ذریعہ کی رقم میں لگا لیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مال آپ کو رکھا ادا دے کے لئے لائے تھے وہ وہ مسلمانوں کا مال نیست ہیں کیا۔ فدیرہ اس کے علاوہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنے دو ہجرتیوں قتیل بن ابی طالب اور قنصل بن عمار کا فدیرہ بھی آپ ادا کریں۔ جہاں نے عرض کیا کہ اگر انسانی بارہجرہ والا گیا تو مجھے قریش سے ہیکہ لگنا پڑے گی میں باطل فتنہ پر جوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیوں کیا آپ سمجھنا اس وہ مال موجود نہیں جو مکہ سے روانگی کے وقت آپ نے اپنی زوجہ ام الفضل کے حوالہ کیا ہے۔ حضرت عباس نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا جب کہ میں نے رات کی تاریکی اور تنہائی میں اپنی بیوی کے سپرد کیا تھا اور کئی عیسائی آدمی اس سے واقف نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اس کی پوری تحصیل بتلا دی۔ حضرت عباس کے دل میں یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے رسول ہونے کا یقین ہو گیا۔ اس سے پہلے یہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے مستقر تھے کہ اگرچہ شہادت تھے جانشینِ قتال نے اس وقت رنج فرمادینے اور وہ درحقیقت اسی وقت سے مسلمان ہو گئے۔ مگر ان کا بہت سارہ پیر قریشی مکہ کے ذمہ قرض تھا۔ اگر یہ اسی وقت اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتے تو وہ رو بہ رازا جاتا اس لئے اعلان نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا۔ فتح مکہ سے پہلے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت چاہی کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آجائیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی مشورہ دیا کہ وہی ہجرت نہ کریں۔

حضرت عباسؓ کی اس گفتگو پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ میں آیا ہوا وعدہ بھی سن کر کہنا دیا کہ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا اور انھوں کے ساتھ خونیں ہو گئے تو جو کچھ مال فدیرہ میں خرچ کیا ہے اس سے پھر اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے گی۔ چنانچہ حضرت عباسؓ اظہارِ اسلام کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اس وعدہ کا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ میں نے اپنے سونے کے کپڑے میں لایا تھا۔ اس وقت میرے سر میں غلام عتک جیسوں میں تجارت کا کاروبار کر رہے ہیں اور کسی کا کاروبار میں ہزار درہم سے

کر لائیں ہے۔ اور اس پر مزید یہ اضافہ ہے کہ مجھے چاہئے کہ آپ زہم پلانے کی خدمت میں آئی ہے جو میرے نزدیک ایسا گوارہ قدر کام ہے کہ سارے اپنی مکہ کے اموال میں اس کے مقابلہ میں بچ بچتا ہوں۔

زہد پر کے قیدیوں میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے مگر ان کے بارہ میں یہ شک لوگوں کے دل میں تھی کہ شاید یہ لوگ کہ پہنچ کر اسلام سے پھر جائیں اور پھر میں کوئی نقصان پہنچائیں۔ حق تعالیٰ نے اس کے بعد دلی قیامت میں اس صلہ کو اس طرح دور فرمادیا راتِ غزوانہؓ خَاجِیَا نَفَثَ خُذْ خُذْ لَکُمُ اللّٰہُ وَنِیْ قَبْلُ قَاطِبَیْ وَنُفِیْ وَنُفِیْ وَنُفِیْ خَاجِیَا نَفَثَ خُذْ خُذْ لَکُمُ اللّٰہُ وَنِیْ قَبْلُ قَاطِبَیْ -

یعنی اگر یہ لوگ آپ کے ساتھ خیانت ہی کا ارادہ کریں تو اس سے آپ کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ یہ توہمیں لوگ تھے، جہاں سے پہلے اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں یعنی یشاقیہ اہل میں جو اللہ تعالیٰ کے ربِ اعظم ہیں ہونے کا انکار کیا تھا اس کی مخالفت کرنے لگے تھے۔ لیکن ان کی یہ خیانت خود انھیں کے لئے مضرت ثابت ہوئی کہ ان کا تمام ذلیل دھکار اور گرفتار ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ تو ان کے بازوؤں کو جھانے والے اور بڑی حکمت والے ہیں۔ اگر یہ لوگ اب بھی آپ کی مخالفت کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ سے باہر نہیں چلے جائیں گے وہ جہان کو اسی طرح چھوڑنے کا۔ پہلی آیت میں آگاہ ہونے والے قیدیوں کو اسلام کی طرف دعوت ترقیبی لفظ میں دی تھی یعنی اس آیت میں ترقیب کے ذریعہ ان کو آگاہ کر دیا کہ تمہاری دنیا و آخرت کی بھلائی اسلام و ایمان میں منحصر ہے۔

یہاں تک کہ ان کے ساتھ قتل و قتال اور ان کے قید کرنے آگاہ کرنے کے اور ان سے صلح و مصالحت کے احکام بیان ہو رہا تھا۔ اگلی آیات میں آخر سورت تک اسی سلسلہ کے ایک خاص باب کا ذکر اور اس کے احکام کی کچھ تفصیل مذکور ہے اور وہ احکام ہجرت ہیں کیونکہ کفار کے ساتھ مقابلہ میں بھی ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے مقابلہ پر قتل و قتال کی طاقت ہے اور وہ صلح پر رضامندی ہیں۔ ایسی کمزوری کی حالت میں اسلام اور مسلمانوں کی نجات کی راہ ہجرت ہے کہ اس خبر اور حکم کو چھوڑ کر کسی دوسری زمین میں جہاں قیام کریں جہاں اسلامی احکام پر آزادانہ عمل ہو سکے۔

لَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَبَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ  
 جہاں وہ گئے اور جہاں وہ رہے اور جہاں وہ اپنے مال اور جان سے  
 فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَدُوْا وَانَصَرُوْا اَوَّلَکَ بَعْضُهُمْ  
 اللہ کی راہ میں اور جن کو دوسرے نے غلامی اور عرق دیا ہے



جاتے ہیں اس لئے ہر وقت کی مصالحت کے مناسب حکم مقرر ہوتے ہیں۔

## معارف و مسائل

یہ سورۃ انفال کی آخری چار آیتیں ہیں۔ ان میں اصل مقصد ہجرت کے وہ احکام ہیں جن کا تعلق مجاہد مسلمانوں کی وراثت سے ہے۔ اس کے مقابل میں مجاہد مسلمان اور غیر مسلموں کی وراثت کا بھی ذکر آیا ہے۔

غلامان احکام کا یہ ہے کہ جن لوگوں پر شریعی احکام مائد ہوتے ہیں وہ اولاً در قسم پر ہیں۔ مسلم۔ کافر۔ پھر مسلم اس وقت کے لحاظ سے دوسرے کے ساتھ ایک مہاجر جو کہ ہجرت فرض ہوئے پر مدد طلبہ ہیں مگر مقیم ہو گئے تھے۔ دوسرے مہاجر جو کسی ہائز مدد سے کسی دوسری وجہ سے کہیں بھی رہ گئے تھے۔

باجی رشتہ داری اور قرابت ان سب قسم کے افراد میں داخل تھے کیونکہ ادنیٰ اسلام میں بکثرت ایسا تھا کہ بیٹا مسلمان ہے باپ کافر یا باپ مسلمان ہے بیٹا کافر۔ اسی طرح بھائی بھتیجیوں اور نالتے بھائی وغیرہ کا حال۔ اور مسلمان مجاہد اور غیر مجاہد میں رشتہ داریاں ہوتا تو ظاہر ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ اور حکمت بالغہ کی وجہ سے مرنے والے انسان کے چھوٹے بوسے مل کا مستحق کسی کے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو قرار دیا ہے حالانکہ اصل حقیقت یہ حق کہ جس کو چھوٹے بیٹا میں ملا وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی ملک مطلق تھا۔ اسی کی طرف سے زندگی بھر استعمال کرتے، نفع اٹھاتے کے لئے انسان کو دے کر عارضی ملک بنا دیا گیا تھا اس لئے فقہانہ حق و انصاف تو یہ تھا کہ ہر مرنے والے کا ترکہ اللہ تعالیٰ کی ملک کی طرف لوٹ جائے جس کی عملی صورت اسوی بیعت المال میں داخل کرنا تھا جس کے ذریعہ ساری مطلق خلائق کی پوری مرض اور تربیت بھری ہے۔ گواہی دینے کی ایک قوم انسان کے طبی جنڈیاں کو چھو گئی جب کہ وہ جانشین کو میراث میرے بعد نہ میری اولاد کو دے گا۔ زبان باپ اور بیوی کو۔ اور پھر اس کا چھوٹی بیوی طور پر لڑائی سا تھا کہ کوئی شخص اپنا مال چھوٹے اور اس کو محفوظ رکھنے کی فکر نہ کرتا صرف اپنی زندگی کی حد تک ضروریات جمع رکھنے سے ناگزیر کوئی شخص محنت و بلاغت نہ کرتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ پورے انسانوں اور قوموں کے لئے تباہی و بربادی کی صورت اختیار کرتا۔

اس لئے حق تعالیٰ جل شانہ نے میراث کا احکام ان کے رشتہ داروں کا حق قرار دے دیا

بالخصوص ایسے رشتہ داروں کا جن کے فائدہ ہی کے لئے وہ اپنی زندگی میں باقی جمع کرتا اور طرح طرح کی محنت مشقت اٹھاتا تھا۔

اس کے ساتھ اسلام نے اس اہم مقصد کو بھی وراثت کی تقسیم میں سامنے رکھا جس کے لئے انسان کی تخلیق ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت۔ اور اس کے لحاظ سے پورے عالم انسان کو دو ایک ملک قریبی قرار دے دیا۔ ممکن اور کافر۔ آیت قرآن شکستہ کو قیستہ کا ذکر ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا بھی مطلب ہے۔

اسی دو قوی نظریے نے نبی اور خاندانی رشتوں کو میراث کی حد تک قطع کر دیا کہ کسی مسلمان کسی رشتہ دار کو اگر کسی میراث سے کوئی حصہ لے گا اور کسی کافر کسی مسلمان رشتہ دار کی وراثت میں کوئی حق ہوگا۔ پہلی دو آیتوں میں بھی مضمون بیان ہوا ہے۔ اور یہ حکم دائمی اور غیر منقطع حکم ہے کہ اول اسلام سے لے کر قیامت تک کسی اسلام کا اصول وراثت ہے۔ اس کے ساتھ ایک دوسرے حکم مسلمان مجاہد اور غیر مجاہد دونوں کے آپس میں وراثت کا ہے جس کے متعلق پہلی آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ مسلمان جب تک کہ سے ہجرت نہ کرے اس وقت تک اس کا خلیفہ بھی ہجرت کرے والے مسلمانوں سے وراثت کے بارہ میں منقطع ہے۔ نہ مجاہد مسلمان اپنے غیر مجاہد مسلمان رشتہ دار کا وارث ہوگا اور نہ غیر مجاہد مجاہد مسلمان کی وراثت سے کوئی حصہ لے گا یہ حکم ظاہر ہے کہ اس وقت تک تھا جب تک کہ کوئی کفر فتح نہیں ہوا تھا فتح کر کے بعد تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا لا ہجرت بعد الفتح۔ یعنی فتح کر کے بعد ہجرت کا حکم ختم ہو گیا اور جب ہجرت کا حکم ہی ختم ہو گیا تو ترک ہجرت کرنے والوں سے بے تعلق کا سوال ختم ہو گیا۔

اسی لئے اکثر مشنری نے فرمایا ہے کہ یہ حکم فتح کر کے منسوخ ہو چکا ہے اور اپنی حقیقت کے نزدیک یہ حکم بھی دائمی غیر منقطع ہے مگر حالات کے تابع بدلا ہے۔ جن ممالک میں تزلزل و فتنوں کے وقت یہ حکم تھا تھا اگر کسی زمانہ میں ایسی ملک میں پھر دیے ہی حالات بدلا ہو جائیں تو پھر یہ حکم جاری ہو جائے گا۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ فتح کر کے پہلے ہر مسلمان مرد و عورت پر مکہ سے ہجرت کو فرض فرمایا گیا تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں مجاہد و مدد سے چند مسلمانوں کے سبھی مسلمان ہجرت کیے مدینہ طیبہ آ گئے تھے اور اس وقت مکہ سے ہجرت نہ کرنا اس کی علامت بن گیا تھا کہ وہ مسلمان نہیں اس لئے اس وقت غیر مجاہد کا اسلام بھی مشتبہ اور مشکوک تھا اس لئے مجاہد اور غیر مجاہد کی باہمی وراثت کو قطع کر دیا گیا تھا۔



کفار رکھنے کی فکر کے طرح طرح کی شکلیوں میں ڈالا ہوا خاکس کی طرح حاضر خدمت ہوئے اور اپنی مظلومیت کا اظہار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کے طلب ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت عالم ہیں کر کے تھے ایک مظلوم مسلمان کی فریاد سے کہنے میں تیار ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ کونسا ہی شخص کر لے؟ آسان نہیں مگر اس نا فر کے باوجود ایت ۱۰۴۰ کے حکم کے مطابق ان کی امداد کرنے سے معذرت فرما کر ایسے کر دیا۔

ان کی بددلیلی سبھی مسلمانوں کے لئے انتہائی دل آزاری تھی مگر ضرور کا نائٹ مسلمانی طریقہ و  
مشاہدات ربانی کے تحت گویا اس کا شاہدہ فرما رہے تھے کہ اب ان کے کلام کی عزت و براہی نہیں رہی  
اور چند روز کے بعد کا قراوبہ ایجنڈا کو آدرا کرنا ہے اس کے بعد یہ بات جلد کشف ہو کر یہ سامعہ  
قلمت ختم ہونے والے ہیں۔ یہ وہی اس وقت اور شاہدہ قرآنی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے معاہدہ کیا باری کو ان کی شخصی مصیبت پر ترجیح دی یہی شرط اسلام کی وہ انتہائی  
خصوصیت ہے جس نے ان کو دنیا میں فتح و عزت اور آخرت کی فلاح کا ایک بنیاد ہے۔ درجہ  
مقام طور پر دنیا کی حکومتیں معاہدات کا ایک گھیل کھیتی ہیں جس کے ذریعہ کمزور کو دبا کا  
فوت والے کو فزیر دینا مقصد ہوتا ہے جن وقت اپنی ذرا سی مصلحت سامنے ہوتی ہے  
تو سوطر میں کوئی معاہدہ کو ختم کر ڈالتے ہیں اور الزام دھرموں کے سر ملنے کی فکر  
کرتے ہیں۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنَجْزِيهِمْ أَجْرَهُمْ أَثَرًا** یعنی: میں ان کا فائدہ  
 آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ لغت ولی میں لکھا ہے: جو اپنے بھائی یا بھتیجے کے ایک عام مفہوم کہتا  
 ہے جس میں وراثت بھی داخل ہے اور معاملات کی وراثت میں مراد نہیں ہے۔ اس لئے اس آیت  
 سے معلوم ہو کہ کافر لوگ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے ہیں اور تقسیم وراثت  
 کا جو قانون ان کے اپنے مذہب میں رائج ہے ان کی وراثت کے معاملہ میں اسی قانون کو  
 نافذ کیا جائے گا۔ نیز ان کے شیعہ بھائیوں کا ولی بن لوگیوں کے تعلق کا ولی بھی انھیں میں سے ہوگا  
 جس کا خلاصہ ہے کہ عائلی مسائل میں غیر مسلموں کا اپنا مذہبی قانون اسلامی حکومت میں  
 محفوظ رکھا جائے گا۔

آخر آیت میں ارشاد ہے: **اِنَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَكُونُ قَوْمًا مِّنْ اُولٰٓئِكَ** یعنی **تم لو کہ ایک قوم بن جاؤ گے**۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پوری زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔

اس جملہ کا تعلق ان تمام احکام کے ساتھ ہے جو اس سے پہلے ذکر کئے گئے ہیں مثلاً

بکہ مہاجرین و انصار کو آپس میں ایک دوسرے کے اولیاء ہونا چاہئے جس میں باہمی امداد

۴۰۰

۴۰۱

۴۰۲

۴۰۳

۴۰۴

۴۰۵

۴۰۶

۴۰۷

۴۰۸

۴۰۹

۴۱۰

۴۱۱

۴۱۲

۴۱۳

۴۱۴

۴۱۵

۴۱۶

۴۱۷

۴۱۸

۴۱۹

۴۲۰

۴۲۱

۴۲۲

۴۲۳

۴۲۴

۴۲۵

۴۲۶

۴۲۷

۴۲۸

۴۲۹

۴۳۰

۴۳۱

۴۳۲

۴۳۳

۴۳۴

۴۳۵

۴۳۶

۴۳۷

۴۳۸

۴۳۹

۴۴۰

۴۴۱

۴۴۲

۴۴۳

۴۴۴

۴۴۵

۴۴۶

۴۴۷

۴۴۸

۴۴۹

۴۵۰

۴۵۱

۴۵۲

۴۵۳

۴۵۴

۴۵۵

۴۵۶

۴۵۷

۴۵۸

۴۵۹

۴۶۰

۴۶۱

۴۶۲

۴۶۳

۴۶۴

۴۶۵

۴۶۶

۴۶۷

۴۶۸

۴۶۹

۴۷۰

۴۷۱

۴۷۲

۴۷۳

۴۷۴

۴۷۵

۴۷۶

۴۷۷

۴۷۸

۴۷۹

۴۸۰

۴۸۱

۴۸۲

۴۸۳

۴۸۴

۴۸۵

۴۸۶

۴۸۷

۴۸۸

۴۸۹

۴۹۰

۴۹۱

۴۹۲

۴۹۳

۴۹۴

۴۹۵

۴۹۶

۴۹۷

۴۹۸

۴۹۹

۵۰۰

۵۰۱

۵۰۲

۵۰۳

۵۰۴

۵۰۵

۵۰۶

۵۰۷

۵۰۸

۵۰۹

۵۱۰

۵۱۱

۵۱۲

۵۱۳

۵۱۴

۵۱۵

۵۱۶

۵۱۷

۵۱۸

۵۱۹

۵۲۰

۵۲۱

۵۲۲

۵۲۳

۵۲۴

۵۲۵

۵۲۶

۵۲۷

۵۲۸

۵۲۹

۵۳۰

۵۳۱

۵۳۲

۵۳۳

۵۳۴

۵۳۵

۵۳۶

۵۳۷

۵۳۸

۵۳۹

۵۴۰

۵۴۱

۵۴۲

۵۴۳

۵۴۴

۵۴۵

۵۴۶

۵۴۷

۵۴۸

۵۴۹

۵۵۰

۵۵۱

۵۵۲

۵۵۳

۵۵۴

۵۵۵

۵۵۶

۵۵۷

۵۵۸

۵۵۹

۵۶۰

۵۶۱

۵۶۲

۵۶۳

۵۶۴

۵۶۵

۵۶۶

۵۶۷

۵۶۸

۵۶۹

۵۷۰

۵۷۱

۵۷۲

۵۷۳

۵۷۴

۵۷۵

۵۷۶

۵۷۷

۵۷۸

۵۷۹

۵۸۰

۵۸۱

۵۸۲

۵۸۳

۵۸۴

۵۸۵

۵۸۶

۵۸۷

۵۸۸

۵۸۹

۵۹۰

۵۹۱

۵۹۲

۵۹۳

۵۹۴

۵۹۵

۵۹۶

۵۹۷

۵۹۸

۵۹۹

۶۰۰

۶۰۱

۶۰۲

۶۰۳

۶۰۴

۶۰۵

۶۰۶

۶۰۷

۶۰۸

۶۰۹

۶۱۰

۶۱۱

۶۱۲

۶۱۳

۶۱۴

۶۱۵

۶۱۶

۶۱۷

۶۱۸

۶۱۹

۶۲۰

۶۲۱

۶۲۲

۶۲۳

۶۲۴

۶۲۵

۶۲۶

۶۲۷

۶۲۸

۶۲۹

۶۳۰

۶۳۱

۶۳۲

۶۳۳

۶۳۴

۶۳۵

۶۳۶

۶۳۷

۶۳۸

۶۳۹

۶۴۰

۶۴۱

۶۴۲

۶۴۳

۶۴۴

۶۴۵

۶۴۶

۶۴۷

۶۴۸

۶۴۹

۶۵۰

۶۵۱

۶۵۲

۶۵۳

۶۵۴

۶۵۵

۶۵۶

۶۵۷

۶۵۸

۶۵۹

۶۶۰

۶۶۱

۶۶۲

۶۶۳

۶۶۴

۶۶۵

۶۶۶

۶۶۷

۶۶۸

۶۶۹

۶۷۰

۶۷۱

۶۷۲

۶۷۳

۶۷۴

۶۷۵

۶۷۶

۶۷۷

۶۷۸

۶۷۹

۶۸۰

۶۸۱

۶۸۲

۶۸۳

۶۸۴

۶۸۵

۶۸۶

۶۸۷

۶۸۸

۶۸۹

۶۹۰

۶۹۱

۶۹۲

۶۹۳

۶۹۴

۶۹۵

۶۹۶

۶۹۷

۶۹۸

۶۹۹

۷۰۰

۷۰۱

۷۰۲

۷۰۳

۷۰۴

۷۰۵

۷۰۶

۷۰۷

۷۰۸

۷۰۹

۷۱۰

۷۱۱

۷۱۲

۷۱۳

۷۱۴

۷۱۵

۷۱۶

۷۱۷

۷۱۸

۷۱۹

۷۲۰

۷۲۱

۷۲۲

۷۲۳

۷۲۴

۷۲۵

۷۲۶

۷۲۷

۷۲۸

۷۲۹

۷۳۰

۷۳۱

۷۳۲

۷۳۳

۷۳۴

۷۳۵

۷۳۶

۷۳۷

۷۳۸

۷۳۹

۷۴۰

۷

انہی احکام پر عمل نہ کیا گیا تو زمین میں فتنہ اور فساد و جہل مچ گئے۔ یہ نتیجہ غالباً اس لئے کی گئی کہ جو احکام اس جگہ بیان ہوئے ہیں وہ عدل و انصاف اور امن و ممانہ کے لئے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان احکامات کے لئے واضح کر دیا کہ یہی اعداء و امانت اور وراثت کا تعلق جیسے رشتہ داری پر مبنی ہے ایسے ہی اس میں مذہبی اور دینی رشتہ جی قابل لحاظ ہے بلکہ ایسی رشتہ پر دینی رشتہ کو ترجیح حاصل ہے اس وجہ سے کہ فاضلان کا اور مسلمان کا فرق وراثت میں ہو سکتا اگرچہ وہ آپس میں فیسی رشتہ سے باپ اور بیٹے یا بھائی بھائی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مذہبی تعصب اور عنصرت پر جاہلیت کی روک تھام کرنے کے لئے یہ بھی ہدایت دے دی گئی ہے کہ مذہبی رشتہ گرہ اتنا قوی اور مضبوط ہے مگر عبادہ کی پابندی اس سے بھی زیادہ مقدم اور قابل ترجیح ہے۔ مذہبی تعصب کے جوش میں مسلمانہ کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ہدایت دے دی گئی کہ کفار آپس میں ایک دوسرے کے عدل اور وراثت میں کسی کی شخصی وجہ و وراثت میں ممانعت نہ کیا جائے۔ دیکھئے کہ تو یہ چند فری اور بنی احکام ہیں مگر درحقیقت ان عالم کے لئے عدل و انصاف کے بہترین اور جامع بنیادی اصول ہیں۔ اسی لئے اس جگہ ان احکام کو بیان فرمائے کے بعد ایسے عقائد سے تنبیہ فرمائی گئی جو عام طور پر دوسرے احکام کے لئے نہیں کی گئی کہ اگر تم نے ان احکام پر عمل نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور فساد و جہل مچ جائے گا۔ ان عقائد میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ احکام فتنہ و فساد کو روکنے میں خاص دخل اور اثر رکھتے ہیں۔

تیسری بات میں کہ جس جہت کہنے والے صحابہ اور ان کی مدد کرنے والے انصار مدینہ کی طرف دنا اور ان کے سچے مسلمان ہونے کی شہادت اور ان سے منفرت اور باغی و فاجر کا وہ نہ ہو اور ان کو اذیت و آزار نہ ہو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ بِہِیْ رُکْبَہِ سَیِّئِہِ سَیِّئِہِ سَیِّئِہِ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ کجی نہ کرنے والے حضرات ہیں اگرچہ مسلمان ہیں مگر ان کا اسلام لاٹ بھی نہیں اور یقینی بھی نہیں کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ دراصل منافق ہیں بظاہر اسلام کا دھاری رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ تَعَجَّلْ فَاِنَّہُمْ لَمِنْ مَّعْرُوفٍ مِّنْكَ سَیِّئِہِ سَیِّئِہِ سَیِّئِہِ اس کا ترجمہ امارت میں ہے اَللّٰہُمَّ تَعَجَّلْ فَاِنَّہُمْ لَمِنْ مَّعْرُوفٍ مِّنْكَ سَیِّئِہِ سَیِّئِہِ سَیِّئِہِ

یعنی مسلمان ہو جائے پچھلے سب گناہوں کے انبار کو ڈھوا دیتا ہے اسی طرح کثرت کرنا پچھلے سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

جو بھی آیت میں مہاجرین کے مختلف طبقات کا حکم بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ ان میں بعض لوگ مہاجرین اولین ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے ہجرت کی اور بعض دوسرے درجہ کے مہاجر ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی اور اس کی وجہ سے اُن کے افوری درجات میں فرق ہو گا مگر اکابر دنیا میں اُن کا حکم بھی وہی ہے جو مہاجرین اولین کا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ اسی لئے مہاجرین کو خطاب کہہ کر ارشاد فرمایا کہ اُوْلَئِکَ مِنْکُمْ یٰۤاَهْلِ الْبُیْتِ دوسرے درجہ کے مہاجرین بھی تمہارے ہی ذمرہ میں شامل ہیں اس لئے دولت کے احکام میں بھی ان کا حکم عام مہاجرین کی طرح ہے۔

یہ سورۃ الفلاح کی باہل آخری آیت ہے اس کے آخر میں قافزین کی عزت کا ایک جامع ماحصلہ بیان فرمایا گیا ہے جس کے ذریعہ اس ماحصلہ کو کم منور کر دیا گیا ہے جو اہل کبر میں ہا جبرین و الضامہ کے درمیان مواصلات کے ذریعہ ایک دوسرے کا وارث بننے کے متعلق جاری ہوا تھا۔

وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

فقہ اذکور عربی زبان میں صاحب کے متن میں آئے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں والکے سے کیا جاتا ہے۔ اولوالفضل عقل والے اولوالکرام انورالے اس لئے اولوالکلام کے معنی پہچاننا ہمارے اہرام تقدس کے معنی ہے اہل میں اس عضو کا نام ہے جس کے اندر ہر کسے مخلوق علی مرتضیٰ جانور و پرست و شجر و درخت و خلق و ہم کی شرکت سے قائم ہوتا ہے اس لئے اولوالکلام و شجر و درخت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

معنی آنہت کے ہے چوں کہ اگر ہم ایک ولایت یا مملکت مسلموں کو آئیں میں ایک دوسرے کے ساتھ حاصل ہے جس کے سبب بوقت ضرورت ایک دوسرے کی اعاد و اعانت بھی واجب ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے ہیں لیکن یہ مسلمان آپس میں قربانت اور رشتہ کا تعلق رکھتے ہوں وہ دوسرے مسلمانوں سے مقدم ہیں۔ فی کتب اللہ کے معنی اسس مگر نہ حکم اللہ کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم خاص سے یہ قانون بنا رکھے۔

اس آیت نے یہ ضابطہ بتا دیا کہ تقسیم دولت و رشہ داری کے معیار یہ ہونا چاہئے کہ  
 فقط کوئی اکثریت حاکم مطلقاً اقرا اور رشہ و داروں کے لئے ہونا چاہئے۔ ان میں سے علم و فہم  
 رشہ و داروں کے حصے کو خود قرآن کریم نے سورۃ تہائم میں متین فرما دیئے ہیں کہ علم و فہم رشہ کی  
 اصطلاح میں اہل فرائض یا ذوی الفرائض کا ہونا ہے، ان کو دینے کے بعد جو مال بقیہ رہے، اس

آیت کی دوسے دوسے رشتہ داروں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ سب رشتہ داروں میں کسی مال کا تقسیم کرنا کسی کی قدرت میں نہیں کیونکہ کوئی رشتہ دار کسی دوسری رشتہ دار کے اسلاف کے درمیان بلاشبہ موجود ہے کہ سب کے سب ایک ہی باپ اور ماں آدم و حوا علیہ السلام سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کی عملی صورت ہی ہوگئی ہے کہ قریب رشتہ داروں کو بعد پر مقدم رکھ کر قریب کے سامنے بعد کو خرم کیا جائے جس کا تفصیلی بیان احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح موجود ہے کہ ذوی القربی کے حصے دینے کے بعد جو قریب کو دے دیا جائے وہ سب سے زیادہ حصہ لے لے گا۔ اور اگر وہ دیر دیر دیا جائے تو دیر دیر دیا جائے۔

یہی سبب قریب کو بعد پر مقدم رکھ کر قریب کے سامنے بعد کو خرم کیا جائے۔

اور اگر عصبہ میں سے کوئی بھی زندہ موجود نہیں تو سبہ باقی رشتہ داروں میں تقسیم کیا جائے۔

عصابت کے علاوہ جو دوسرے رشتہ دار ہوتے ہیں علم پرکرت و ذرائع کی خاص اصطلاح میں لفظ ذوی الارحام انہیں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ اصطلاح بد میں مسترد کی گئی ہے قرآن کریم میں اُوکُلُوْاْ اَمْوَالَكُمْ حَآءِیْ لَظْف لَعَلَّیْ مَعْنٰی کے مطابق تمام رشتہ داروں پر عادی ہے جس میں ذوی الفروض اور عصابت اور ذوی الارحام سب اچانے طور پر داخل ہیں۔

پھر اس کی کچھ تفصیل سورہ نسا کی آیات میں آئی جن میں خاص خاص رشتہ داروں کے حصے حق تعالیٰ نے خود مقرر فرما دیئے جن کو اصطلاح میراث میں ذوی الفروض کہتے ہیں اور باقی کے مستحق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یعنی جن کے لئے قرآن نے معتزہ کو دیئے ہیں وہ پورے اُن کو دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ ان لوگوں کو دیئے جائیں جو میت سے قریب تر رہیں۔

ابن کو اصطلاح پیرٹ میں عصبت کہا جاتا ہے۔ اگر کسی میت کے عصبات میں کوئی  
موجود نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق پھر دوسرے رشتہ داروں کو  
دیا جاتا ہے جن کو اصطلاح میں زوی الارحام کہتے ہیں جیسے ماموں خالہ وغیرہ۔

منسوخ کر دیا جو اس سے پہلی آیات میں مذکور ہے جن کی رو سے مہاجرین و انصار میں باہمی وراثت ہوتی تھی اگرچہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو کیونکہ یہ مکہ ایک

ہنگامی حکم ہے جو اوائل ہجرت کے وقت دیا گیا تھا۔

سورۃ انفال ختم ہو گئی اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے مجھے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

تمت سورة الأنفال بعون الله تعالى وحمده ليلة الخميس

لثمان وعشرين من جمادى الآخرة سنة ١٢٨١ واسأل

الله تعالى التوفيق والعون في تفسير سورة التوبة والله

الحمد لله وأخوه.

محمد شفیع علی علیہ

وتم النظر الثاني عليه يوم الجمعة لتسعة عشر من

جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۰ھ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

سُورَةُ تَوْبَةٍ

سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ بِأَوَّلِهَا تَسْمِعُ وَفِيهَا خَمْسُونَ آيَةً

سولہ سو چھ سو بیس میں آفری اور آپ کی ایک سو اسی آئیں اور سولہ رکھیں۔

بَرَاءَةً مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

وَابِیَ اللّٰهِ ذِیْ طَرَفٍ یَّعْنِیْ اَوَّلِیَّیْنِیْ دَعْوِیْیَیْ اِلٰی اَنْ یَّشْرُکَیْہِمْ کُوْجِیْیَیْ فِیْ اَمْرِہِمْ عٰہِدَہِمْ سَخَا۔

فَاسْكُنُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ قُلُوبُ مُجْرِي

و اس ملک میں چار بیٹے اور چالیس لوگ جمع ہو گئے۔

اللَّهُ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝ وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

اللہ کو اور یہ کہ اللہ تمہارا کہنے والا ہے کافروں کو۔ اور تمنا دینا ہے تمہاری طرف سے اور ان کے

إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

دھول کا دھواں گھونٹے کے گڑاٹھ ایک ہے مشروکوں سے ۱

وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتَلُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اندھن کا دوا، سوکڑا نم تو، گرد تو خالص ہے، اے بہتر ہے، اندھ اگر دیکھو تو جانو

أَتُكْفَرُ بِمُعْجِزَاتِ اللَّهِ وَبِشِرَ الدِّينِ كُفْرًا وَعَذَابُ النَّارِ ۝

کرم ہرگز دھمکا سکے (اللہ کو) اور خوش فہمی شناسی کا فزولی کو ملاپ نہ ہوگا۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدُوا لَكُمْ

سکرچی مشرکوں سے قبلے حد تک تھا۔ پھر انھوں نے یہ تصور دیا کہ ان کے ساتھ اور ایک

بشکامی حکم ہے جو اول حجرت کے وقت دیا گیا تھا۔

سورة انفال ختم ہو گئی اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے بچنے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

تمت سورة انفال بعون الله تعالى وحده ليلة الخميس

للمائى وعشرين من جمادى الآخرة سنة ١٢٩١هـ وأسأل

الله تعالى التوفيق والعون في تفسير سورة التوبة والله

الحمد اوله وآخره۔

محمد شفیع علی خاں

وتم النظر الثانی علیہ يوم الجمعة لستعة عشر من

جمادى الآخرة سنة ١٢٩١هـ والحمد لله على ذلك۔

## سُورَةُ تَوْبَةٍ

سورة التوبة مدنية وهي بابها وفتح وعشر ذوات الياء وبيتهم ركعة

سورة توبہ دس حصہ میں آگئی اور اس کی ایک ہر آیتیں اور سولہ رکعات ہیں۔

بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

ماف جواب ہے اللہ کی طرف سے رسول کے رسول کی، ان مشرکوں کو جن سے تمہارا عہد ہوا تھا۔

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ كُفِرْتُمْ بِهِمْ

سو پھرو اس ملک میں چار مہینے اور جان لو کہ تم ان سے کفر کر چکے ہو۔

وَاللَّهُ وَآلَهُ يَتَحَرَّى الْكُفْرَيْنِ ۚ وَآذَانُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ

الطہر اور یہ کہ اللہ تمہارے کفر سے لافروں کو۔ اور تمہارے کفر کی طرف سے اور اس کے

رَأَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

وہلکہ ان لوگوں کو کہ ان کے کفر سے اللہ بے مشرکوں سے ہے۔

وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُمْ رِيكٌ ۚ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا

اور اس کا رسول، سو اگر تم توبہ کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہے، اور اگر نہ کرو تو جانو

أَنَّكُمْ كُفِرْتُمْ بِهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ كُفِرْتُمْ بِهِمْ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ كُفِرْتُمْ بِهِمْ

کہ تم ہرگز نہ تمہارے کفر سے اللہ کو، اور تمہاری ہی مشائخہ لافروں کو طلب نہ ہو گی۔

وَالَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ كَفَرُوا فَحَسْبُ عَذَابِهِمْ

ان مشرکوں سے جس عہد تک تھا پھر انہوں نے کفر کر دیا تمہارے ساتھ اور وہ





میں غلامِ انیت کے بعد رکھی جائے۔ اسی کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تہیج وہی کو ہدایت فرما کر رکھا دیتے تھے۔

اور جب ایک سورت ختم ہو کر دوسری سورت شروع ہوتی تھی تو سورت شروع ہونے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی تھی جس سے یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ پہلی سورت ختم ہو گئی اب دوسری سورت شروع ہورہی ہے۔ قرآن مجید کی تمام سورتوں میں ایسا ہی ہوا ہوتا تو یہ نازل کے اعتبار سے بالکل آخری سورتوں میں سے ہے۔ اس کے شروع میں عام دستور کے مطابق بسم اللہ نازل ہوا اور دوسری صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت دینی کو اس کی ہدایت فرمائی۔ اسی صلی اللہ علیہ وسلم کی سورت شروع ہوئی۔

جانب قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے عہد میں جب قرآن مجید کو کتابت فرماتے تھے تو سب سورتوں کے خلافت سورۃ قہر کے شروع میں بسم اللہ مدنی اس لئے ہے کہ ہر ایک کو شاید یہ کوئی مستقل سورت نہ ہو بلکہ کسی دوسری سورت کا جز ہو۔ اب اس کی فکر ہوتی کہ اگر یہ کسی دوسری سورت کا جز ہو تو وہ کوئی سورت ہو سکتی ہے۔ مثنائین کے اعتبار سے سورۃ انفال اس کے مناسب معلوم ہوئی۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان دونوں سورتوں کو قریشین یعنی بنی قریظہ کہا جاتا تھا۔ (مظہری) اس لئے سورۃ انفال کے بعد اس کو رکھ دیا گیا ہے۔ (استاذ کو اس لئے کہ بنی قریظہ دوسری سورت کا جز ہو تو اس کے ساتھ رہا چاہئے مگر اختلاف یہ بھی تھا کہ طہورہ مستقل سورت ہو اس لئے لکھنے میں یہ سورت اختیار کی گئی کہ سورۃ انفال کے ساتھ سورۃ قہر کے مسطورہ سے پہلے کچھ جگہ چھوڑ دی گئی جیسے عام سورتوں میں بسم اللہ کی جگہ ہوتی ہے۔

سورہ برات یا قہر کے شروع میں بسم اللہ لکھ جانے کی یہ تفسیق خود رباعی قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد، نسائی، ہسنا، امام احمد، ترمذی میں بسم اللہ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس کے ایک سوال کے جواب میں منقول ہے۔ اس سوال میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ بھی استفسار کیا تھا کہ قرآن کی سورتوں کی جو ترتیب قائم کی گئی ہے کہ سب سے پہلے ہیکل ہوگا رکھی گئیں جن میں سورتوں سے زیادہ ہوں جن کو اصطلاح میں مثنائین کہا جاتا ہے اس کے بعد دوسری سورتیں رکھی گئی ہیں جن میں سورت کم آیت ہیں جن کو مثنائین کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد چھوٹی سورتیں رکھی گئیں جن کو مثنائین کہا جاتا ہے۔ اس ترتیب کا بھی تفسار یہ ہے کہ سورۃ قہر کو سورۃ انفال سے پہلے رکھا جائے کیونکہ سورۃ قہر کی آیتیں سورۃ زلزال

انفال کی سورت کم ہیں۔ شروع کی سات طواری سورتیں جن کو مسیح جلال کہا جاتا ہے اس میں بھی یہائے انفال کے سورۃ قہر ہی زیادہ مناسب ہے۔ اس کے خلافت کرنے میں کیا مصلحت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سب باتیں صحیح ہیں لیکن قرآن کے مصلحت میں اصطلاحات متفقہ وہی ہے۔ براخیز کیا گیا۔ کیونکہ اگر سورۃ قہر مستقل سورت نہ ہو بلکہ سورۃ انفال کا جز ہو تو یہ ظاہر ہے کہ سورۃ انفال کی آیات پہلے نازل ہوئی ہوں اور قہر کی اس کے بعد۔ اس لئے ان کو انفال کی آیات پر مقدم کرنا بغیر دینی کے جائز نہیں اور وہی ہیں، ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملی اس لئے انفال کو مقدم اور قہر کو مؤخر کیا گیا۔

اس حقیقت سے یہ معلوم ہو گیا کہ سورۃ قہر کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا احتمال ہے کہ سورۃ قہر طہورہ سورت نہ ہو بلکہ انفال کا جز ہو اس احتمال پر یہاں بسم اللہ لکھنا ایسا نا درست ہوگا جیسے کوئی شخص کسی سورت کے درمیان بسم اللہ لکھ دے۔

اسی بنا پر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اوپر سے سورۃ انفال کی تلاوت کرتا آگے اور سورۃ قہر پیش شروع کر دے وہ بسم اللہ نہ پڑھے۔ لیکن جو شخص اسی سورت کے شروع یا درمیان سے اپنی تلاوت شروع کر دے اس کو چاہئے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شروع کرے جسے ناواقف یہ سمجھتے ہیں کہ سورۃ قہر کی تلاوت میں کسی حال میں بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں ہے غلط ہے اور اس پر دوسری غلطی یہ ہے کہ یہاں بسم اللہ کے یہ قہر اس کے شروع میں آگے پڑھنا چاہئے۔ پانچویں آیت کی جگہ ہے جس کا کوئی قیوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے نہیں ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سورۃ برات کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مثنائین انفال و قہر مثنائین کہلاتے ہیں۔ ان سے سورۃ برات میں کفار کے ایمان اور عدو دینان کو ختم کیا گیا ہے۔ سورۃ قہر مثنائین اور طہورہ ہے جو اصل سبب کے مثنائین نہیں۔ یعنی اصلی سبب تو یہی ہے کہ سورۃ انفال اور قہر کے ایک ہونے کے احتمال کی بنا پر بسم اللہ نہیں لکھی گئی تھی اس پر اس کے لکھ جانے کا ایک لطیفہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سورت میں کفار برات اور دینان ایمان مذکور ہے جو بسم اللہ کے مناسب نہیں اس لئے یہ کوئی طور پر یہاں ایسے اسباب پیدا کر دیتے تھے کہ بسم اللہ یہاں نہ لکھی جائے۔

سورۃ قہر کی آیات مذکورہ کو سورۃ طہورہ کے لئے چند واقعات کا بیان ضروری ہے جن کے سبب سے یہ آیات نازل ہوئی ہیں اس لئے پہلے ان واقعات کی مختصر تفصیل بھی ملتی ہے۔ (۱) پوری سورۃ قہر میں چند غزوات اور ان سے متعلق واقعات کا اور ان کے ضمن میں بہت سے احکام و مسائل کا بیان ہوا ہے۔ مثلاً تمام قبائل عرب سے معاہدات کا ختم کر دینا



معاہدہ ہوا اور انھوں نے خود اس کو کھڑا اور دینی فتح کے سبب ہوا۔ دوسرے کے لیے لوگ بھی تھے جن سے صلح کا معاہدہ کسی خاص میدان کے لیے کیا گیا اور وہ اس معاہدہ پر ہر نام پہ جیسے بنی گناہ کے وہ قبیلے بنی تکرہ اور بنی دہلیج جن سے ایک مدت کے صلح ہوئی تھی اور سورۃ بارات نازل ہونے کے وقت انہوں نے اپنی ایک میدان صلح کو چھینے باقی تھے۔ تیسرے کے لیے لوگ بھی تھے جن سے معاہدہ صلح بغیر نہیں دیت کے ہوا تھا۔ چوتھے وہ لوگ تھے جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہ تھا۔

خبر کے سب سے پہلے مجھے مشکین اہل کتاب سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات کئے ان سب کا یہ تجربہ مسلسل ہوتا رہا انھوں نے حصے اور عینہ جہد محنت کی اور دشمنوں سے ساداش کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی متعدد بریریں کو پیش کی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلسل تجربہ اور شکایات الہیہ کے تحت یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ آئندہ ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی معاہدہ منع نہ کیا جائے گا۔ اور جزیرہ العرب کو ایک اسلامی قلعہ کی حیثیت سے صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے گا جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر اور جزیرہ العرب پر اقتدار حاصل ہوئے ہی اعلان کر دیا جائے کہ غیر مسلم یہاں سے دور رہیں جو مستقل ہو جائیں۔ لیکن اسلام کے اصولی عدل و انصاف اور زیادہ سلوک اور رحمت اللہ بین الہدیت عامہ کے تحت بلا جہالت کے ایسا کرنا مناسب نہ تھا۔ اس لئے سو وراثت کے شروع میں ان حاملوں قسم کی غیر مسلم جاعتوں کے بعد اہل احکام نازل ہوئے۔

پہلی جماعت جو قریش میں تھی جنہوں نے بیٹائی حدیث یہ کہ خود کو قوریا تھا جس کا  
کسی مزید پہلے متخاص نہ کر چکا کہ یہ لڑا اسٹوٹر حکیم کا لڑنا تھا میں جنگ وقت  
مناجات پڑھتا ہوں کہ اے اللہ! اسے قتل کرنا یا سورہ کوہ کی پانچویں آیت میں لکھا  
ہے قُواْ اِنَّ اَصْحٰنَا لَیْسُوْا لَکُمُ الْاَعْدَیُّوْا لَکُمُ الْاَعْدَیُّوْا لَکُمُ الْاَعْدَیُّوْا لَکُمُ الْاَعْدَیُّوْا  
حاصل ہے تاکہ ان لوگوں نے میری طرف سے کہہ دیا کہ حق باقی نہیں چھوڑا مگر اسٹوٹر حکیم کا اعتقاد  
بہر حال ضروری ہے اس نے اسٹوٹر حکیم ختم ہوئے ہی باوجود ہزیمۃ العرب سے نکل جائیں یا  
مسلمان ہوجائیں وہ اسی ہے جنگ کی جائے ۔

[illegible]

معادہ پر قائم رہنے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابل میں تمہارے کسی دشمن کی مدد کی۔  
 ورنہ اس کے معادہ کو اس کی مدت تک چھوڑ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ اختیار رکھنے والوں کو پسند  
 کرتے ہیں۔ یہ سکر بنوہو اندھو دیکھ گا تھا جس کی رو سے اُن کو کوئی پتہ نہ کی جہت مل گئی۔

[illegible]

غرض پہلی دوسری آیتوں کی رو سے اُن سب لوگوں کو جن سے بلا تفسیق حدت کوئی معاہدہ تھا یا جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا اور جسے کہ مہلت مل گئی۔

اور جو آیت کی رو سے ان لوگوں کو ایسا ہی عبادہ و ملت ہو گئی تھی جن کے ساتھ کسی خاص عبادہ کا عبادہ تھا اور جو آیت سے مشرکین کو اگرچہ عہد ختم ہونے تک بدل گئی کھانے کی عبادت قائم ہو چکی تھی۔ ان احکام کا اطلاق اور ملت کا شروع اس وقت سے شروع ہوا جبکہ ان کو عبادت دینے کا کوئی دلیل نہ ہو۔ ان احکام کا اطلاق تمام عرب میں ہو چکا۔ اس اعلان عالم کرنے

[illegible]

کہا کہ اسے سچا ہے تم کیا کہتے تو اعلیٰ نام اور سب کو  
 جہاد اور داکہ بننے کے خلاف کوئی عمل دوست نہیں  
 میں حضرت صدیق اکبر اور ارحم الراحمین رضی اللہ عنہما کو کہہ کر میرے کیدوان پر عداوت اور نفی میں جہاں

تمام قبائل عرب کا اجتماع تھا یہ اعلان کر دیا اور یہی ظاہر تھا کہ اس عظیم الشان مجمع کی معرفت پورے عرب میں اس حکم کا مستعمل ہو جانا لازمی تھا۔ پھر امتیاض حضرت علی کی معرفت میں ہاتھیں اس کا اعلان کر دیا۔

اس اعلان عام کے بعد صورت حال یہ ہوئی کہ پہلی جماعت یعنی مشرکین مکہ کو انہی چاروں کے خلاف یعنی عام مسلمہ جہری کے حکم تک اور دوسری جماعت کو رمضان مسلمہ جہری تک اور تیسری چوٹی جماعتوں کو اور رجب الشانی مسلمہ جہری تک محدود سے خارج ہو جانا چاہیے اور جو اس کی خلاف ورزی کرے وہ سختی قاتل ہے۔ اس طرح اگلے سال کے رمضان تک کوئی کافر داخل مدینہ نہ رہے گا جس کو اگر سورہ توبہ کی اطلاع ہوئی آیت میں آئے گا جس میں اشارہ ہے **فَلَا يَجِدُكَ إِلَّا خَافًا مَقْرِبًا يَوْمَ تَجُذَّعُ عَابِدُنَا أَزْوَاجًا** یعنی یہ لوگ اس سال کے بعد مسمر عام کے پاس دعا کریں گے۔ اور حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لا یجئ بعد الغمام مشرک کا یہی مطلب ہے سورہ توبہ کی ابتدائی پانچ آیتوں کی تفسیر واقعات کی روشنی میں سامنے آچکی۔

مذکورہ پانچ آیات سے متفق ازل سے کفر فکرم کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی مکہ اور ہندو سماں اور فرات

فرمایا اس نے علی طور پر مسلمانوں کو یہ اخلاقی دین دیا کہ جب تمہارا کوئی دشمن تمہارے قافلہ میں آجائے اور تمہارے سامنے عاجز ہو جائے تو اس سے خوش مشعر و خوش قول اور ایذاؤں کا نشانہ نہ دو بلکہ خوش و کرم سے کام لے کر اسلامی اخلاقی کا ثبوت دو اگر یہ ایسا کرنا اپنے طبی جذبات کو کھینچے لیکن اس میں جنتیں قائم ہے ہیں اول خود اپنے لئے کہ انتقام لے کر اپنا غم اٹھانے سے دشمنی طور پر برائے نفس کو کچھ راحت عموماً ہو سکتی ہے راحت ختم ہونے والی ہے اور اس کے مقابل میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے دیوانہ عالم جو اس کو ملنے والے ہیں وہ اس سے ہر حیثیت میں زیادہ ہیں اور دنیا بھی اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ دائمی کو فانی پر ترجیح دے۔ دوسرے یہ کہ دشمن پر قابو پانے کے بعد اپنے غم سے جذبات کو دبا دینا اس کا ثبوت ہے کہ ان کی زبان اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ بعض اللہ تعالیٰ کے لئے تھی اور یہی وہ اصل دستور ہے جو اسلامی جہاد اور عام بارشاپوں کی جنگ میں امتیاز اور جہاد و فساد میں فرق کرنے والا ہے کہ جو فساد اللہ کے لئے اور اس کے احکام جاری کرنے کے لئے جو جہاد وہ ہے وہ فساد۔ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ دشمن جب مقہور مغلوب ہونے کے بعد ان اخلاقی فائدہ کا مشاہدہ کرے گا تو فرات کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اسام اور مسلمانوں سے محبت پیدا ہو جائے جس کے لئے

کلید کامیابی ہے اور یہی جہاد کا اصل مقصد ہے۔

(۲۶) دوسرا مسئلہ جو آیات مذکورہ سے سمجھا گیا ہے کہ کفر کفار سے محدود کرنے سے یعنی نہی کر کے کہ وہ کفر سے باز رہیں اور ان کو ایسا آزاد چھوڑ دے کہ وہ پھر ان کو نقصان اور اذیت پہنچانے لگیں۔ بلکہ غم و کرم کے ساتھ تقاضائے عقل یہ ہے کہ پہلے جہاد سے آئندہ زندگی کے لئے سبق حاصل کرے اور ان تمام دشمنوں کو زندہ کرے کہ پہلے سے یہ غم و غم و غم کی زندگی لے لے آئے تھے۔ اسی لئے آیت سختی اللہ علیہ وسلم کا حکم ارشاد ہے لا یؤتی العمد من جسر و احد مرتین۔ یعنی عقلمند آدمی ایک سو بار سے دہرے نہیں لڑا جاتا جس سو بار سے ایک مرتبہ کسی نہر پہ چلاوے اس کو لٹا دے اس میں دوبارہ ہاتھ نہیں دیتا۔

مسلمہ جہری کے قوتی اعلان بابت اور مشرکین کو مہلت دہلیان کے ساتھ محدود و غم خالی کر دینے کی ہدایت اسی حکمت عملی کا ثبوت ہیں۔

(۲۷) تیسرا غامض سورہ توبہ کی ابتدائی آیات سے یہ معلوم ہوا کہ کفر و فساد کو بلا مہلت کسی طرح سے ختم ہونے کا حکم یا ان پر کیا گیا محدود کر دیا اور پھر شریفانہ فعل ہے جب ایسا کرنا ہو تو پہلے سے اعلان عام کر دیا جائے اور ان کو اس کی پوری مہلت دی جائے کہ وہ اگر ہمارے قانون کو تسلیم نہیں کرتے تو آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں مہولت جاسکیں۔ جیسا کہ مذکورہ آیتوں میں مسلمہ جہری کے اعلان عام اور اس کے بعد تمام جماعتوں کو مہلت دینے کے احکام سے واضح ہوا۔

(۲۸) چوتھا مسئلہ آیات مذکورہ سے یہ معلوم ہوا کہ کسی قوم کے ساتھ مسلحہ مسلح کر لینے کے بعد اگر میدان سے پہلے اس عداوت کو ختم کر دینے کی ضرورت پیش آجائے تو اگرچہ چند مسئلہ اٹھانے کے ساتھ اس کی اجازت ہے مگر ہرگز نہیں ہے کہ عداوت کو اس کی مینا رنگ پورا کر دیا جائے جیسا کہ سورہ توبہ کی چوتھی آیت میں بفرمودہ اور بفرمودہ کا ساتھ ہو مہلت تک پورا کر لے گا حکم آیا ہے۔

(۲۹) پانچواں مسئلہ آیات سے یہ معلوم ہوا کہ دشمنوں کے ساتھ ہر معاملہ میں اس کا خیال رہنا چاہئے کہ مسلمانوں کی دشمنی ان کی ذات کے ساتھ نہیں بلکہ ان کے کافرانہ عقائد و خیالات کے ساتھ ہے جو انہیں کے لئے دنیا و آخرت کی بربادی کے اسباب ہیں۔ اور مسلمانوں کی ان سے مخالفت میں درحقیقت ان کی ہمدردی اور مدد فراہمی پر مبنی ہے۔ اسی لئے جنگ مسلح کے برعکس برائے ان کو نصیحت و غیرت اور اپنا نفس کسی وقت نہ چھوڑنا چاہئے۔ جیسا کہ آیتوں میں جا بجا اس کا ذکر ہے کہ اگر تم اپنے خیالات سے تائب ہو گئے تو یہ تمہارے لئے فلاح دینا اور آخرت سے









یہ وہی مضمون ہے جس کی ہدایت قرآن کریم نے دوسری جگہ صاف لفظوں میں اس طرح دی ہے لَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

اس کے بعد نویں آیت میں ان غدار مشرکین کی غدار کی حالت اور ان کے مرض کا سبب بیان فرما کر ان کو بھی ایک ہدایت نامہ دے دیا کہ اگر غریبی تو اپنی اصلاح کر لیں اور عام مسلمانوں کو بھی شہرہ کر دیا کہ جس سبب سے یہ لوگ غدار و مخالفت میں مبتلا ہوئے اس سبب سے پورے طور پر ہرگز اپنا خدا بنالیں۔ اور وہ سبب ہے جب دنیا کے مال و متاع کی محبت نے ان کو اندھا کر دیا ہے مٹھو سے پیسوں کے بدلے میں اللہ کی آیات اور اپنے ایمان کو بیچ ڈالے ہیں۔ اور ان کا یہ کردار نہایت بُرا ہے۔

دوسری آیت میں انھیں لوگوں کی انتہائی گہری کاہلیاں ہیں کہ لَا تَزِدْهُمْ فِي عَذَابٍ ۚ یعنی صرف یہی نہیں کہ ان لوگوں نے عہد کرنے والے مسلمانوں سے غدار کی اور ان کی قربات اور عہد بیان کو جیسے ڈال دیا بلکہ ان کا حال ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں دیر قربات کی رعایت کرے دالے ہیں دسویں اور چھٹی آیت کی۔

مشرکین کے مذکورہ حالت کا طبی تقاضا یہ ہو سکتا تھا کہ مسلمان ان سے ہمیشہ کے لئے بیزار ہو جائیں۔ اور کسی حالت میں بھی ان کے ساتھ بار بار تعلقات قائم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ ماسی لے قرآن صلا و انصاف نے کیا دوسری آیت میں یہ ہدایت دے دی۔

فَوَلَّى كَآفًا ۚ وَآخِذُوا بِكُلِّ مَوْءَدٍ وَآوُوا إِلَيْكُمْ وَآوُوا إِلَيْكُمْ وَآوُوا إِلَيْكُمْ ۚ

توبہ کر لیں اور ناز کا تم کریں اور نگوہ اور اگر کسی توبہ یہ بھی متنازعہ دینی جہاں ہیں۔ اس میں بتلایا کہ کوئی کیسا ہی دشمن ہو اور کتنی ہی ایذا اُس نے پہنچائی ہو جب وہ مسلمان ہو گیا تو جس طرح اللہ تعالیٰ اس کے سب پھیلے گمبوں کو صاف فرما دیتے ہیں، مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ سب معاملات کو دل سے بھلا دیں اور آج سے اُن کو اپنا دشمن نہ جہاں کہیں اور بار بار تعلق کے حقوق دار کریں۔

اسی بات پر دانی ہوئے کہ جن لفظوں میں اس آیت نے واضح کر دیا کہ اسلامی برادری میں داخل ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں اول کفر و شرک سے توبہ دوسرے ناز و تہرے نگوہ کی توبہ تیسری توبہ کہ جس کی حقیقت کا عام مسلمانوں کو علم نہیں ہو سکتا اس لئے اس کی دعا ہماری مدد سے کر لیں کہ کیا یہی نواز اور نگوہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ اس آیت نے اہل قبلہ مسلمانوں کے عین کو حرام

کر دیا، یعنی جو لوگ سناں نگوہ کے پیسند ہیں اور اسلام کے خلاف کوئی قول و فعل ان کا نہایت بدھوہ و شام احکام میں مسلمان کہے جائیں گے، اگرچہ ان کے دل میں بھی ایمان و محبہ و اتفاق ہو۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نگوہ سے انکار کر دیا اور ان پر جہاد کرنے کے لئے اس کی آیت سے استدلال فرما کر صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا تھا اور ان کی کثرت افزا آیت میں معاہدہ اور تابہیں سے متعلق احکام کو رد کیا کہ ہندسی کی تاکید کرنے کیلئے ارشاد فرمایا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

اور اگر وہ تو کہیں، یہی قسمیں عہد کرنے کے عہد اور عہد لگا دیں جہاں وہ ہیں فَوَلَّى كَآفًا ۚ وَآخِذُوا بِكُلِّ مَوْءَدٍ وَآوُوا إِلَيْكُمْ وَآوُوا إِلَيْكُمْ وَآوُوا إِلَيْكُمْ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا حَسْرَةً فِي قُلُوبِكُمْ كَمَا كَانَتْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ جَاءَهُمُ الرِّسَالُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ







اور عید کی ہے، اور ایک دوسری عید میں اس معنی کے لئے فقہ لفظاً استعمال کیا گیا ہے جو بھلا  
کے اصل معنی اس کی ہے جس میں جو دوسرے کو بڑوں کے نیچے بلانے اور بڑوں کے ساتھ متصل ہونے  
اور اس سے ایسا آدمی ہونا خدا کے رازوں سے واقف ہونا اور اس کا عطا ہے،  
لَا تَلْبِسُ الْإِسْلَامَ الْيَهُودِيَّةَ وَلَا الْيَهُودِيَّةَ الْإِسْلَامَ وَلَا الْبَنِيَّ جُودِيَّةً وَلَا يَتْلُو تِلْكَ حَسْبَاقَةٍ  
میں اے ایمان والو اپنے مسلمانوں کے سیاسی کو ہزار اور عید کی دوست نہ بناؤ وہ نہیں دھوکہ  
لے کر ہمارے بارگاہ میں کوئی کسر نہ رکھیں گے۔

اس کے بعد مترجموں اور افسانہ نویسوں نے اس میں مسجد حرام اور دوسری مساجد کو ملکا  
یا طے سے پاک کرنے اور صحیح و معتبر طریق پر عبادت کرنے کی ہدایت دی ہے۔  
اور تفصیل اس کی ہے کہ جو کچھ کتب کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ  
اور مسجد حرام سے اسی نام جڑوں کو نکال ڈالا جن کو مشرکین عبادت کیا کرتے تھے، اس طرح اسی  
طریق پر مسجد حرام جڑوں سے پاک ہو گئی، دیکھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدیم دشمنوں کو  
غلاب کرنے کے بعد سب کو صاف اور ان کی دیر پا تھا، اور وہ مشرکین اب بھی بیت اللہ اور مسجد حرام  
میں عبادت و طواف و قربانے چلے گئے ہیں۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ جس طرح مسجد حرام کو بڑوں سے پاک کر دیا گیا، اسی طرح  
بہت پرستی اور اس کے تمام باطل طریقوں سے بھی اس مقدس زمین کو پاک کیا جائے، اور اس  
پاک کرنے کی خاطر یہ ضرورت تھی کہ مشرکین کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع قرار دیا جائے کہ یہاں  
اس دینے ہوئے ان کے خلاف ہوتا اور ادا ہوا کہ پابندی اسلام میں ان سب چیزوں سے  
مقدم اور اہم تھی، اس لئے یہ طریقہ پر لے لیا کہ انہیں دینے کے لئے کچھ بھی نہ ہو سکے جس سے  
یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہما کے دل میں مٹی اور تلو  
کے عام اجتماع میں یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ کوئی مشرک نہ لڑے کی عبادت اور حج و طواف وغیرہ  
حرم میں نہ ہو سکے، اور اجازت میں ہو سکے جو رکھ رکھاؤ کرنے کی وجہ سے چلی پڑی تھی آئندہ  
اس حرکت کی اجازت نہ دی جائے گی، چنانچہ حضرت علیؓ کریم اللہ وجہہ اللہ عنہ نے مٹی کے اچھا چھ عامی  
اس کا اعلان کر دیا۔

وَلَا تَجْعَلُوا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْإِسْلَامِ شُيُوعًا  
وَلَا تَلْبِسُوا يَهُودِيَّةً وَلَا نَصْرَانِيَّةً  
میں اس سال کے بعد کوئی مشرک  
نہ رکھے، اور نہ لٹکاؤ کسی بیت اللہ  
کا طواف نہ کرے گا۔

اور یہ سال ہجری کی پہلی سال ہے اور وہ گناہتہ جن کے ساتھ

مسلمانوں کا معاہدہ تھا اور وہ ابھی تک معاہدہ پر قائم تھے، مگر معاہدہ پر راجحہ لے سے پہلے ہی کہ  
کسی نے کافر کا پابند کرنا اسلامی رواد میں سے خلاف تھا، اس لئے ایک سال پہلے سے یہ  
اعلان جاری کر دیا گیا کہ حرم حرم کو مشرک عبادت اور رسوم سے پاک کرنا ہے کہ کیا ہے  
کیونکہ اس طرح عبادت و حقیقت عبادت اور مسجد کی آبادی نہیں ہو سکتی ہے۔  
یہ مشرکین کہ اپنے مشرکان کو رسوم عبادت اور مسجد حرام کی عبادت یا کافر کا نام دینا  
اور اس پر فخر کیا کرتے تھے کہ مکہ میں بیت اللہ اور مسجد حرام کے متعلق اور اس کی عبادت کے خلاف  
ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ جب اسلام لانے سے پہلے غزوہ  
بدر میں گرفتار ہوئے اور مسلمانوں نے ان کو کفر و مشرک پر قائم نہ ہونے سے عار دلانی اور انہیں  
جواب دیا کہ تو لوگ صرف یہاں تو ایسا ہی بارگاہ تھے، یہاں عبادتوں کا کوئی ذکر نہیں کرتے، یہاں  
علوم نہیں کہ ہم بیت اللہ اور مسجد حرام کو پاک رکھنے اور اس کا انتظام کرنے اور حاجات کو پائی  
تھے، دیکھو کہ عبادت کے متعلق یہ ہیں، اس پر قرآن کریم کی یہ آیتیں ازل ہوئیں، اِنَّا كُنَّا  
يَوْمَئِذٍ شَاقِقِينَ اَنْ تَقْرَأَ الْقُرْآنَ اَوْ تَتْلُو عَلَيْهِمْ اَوْ تَتْلُو عَلَيْهِمْ اَوْ تَتْلُو عَلَيْهِمْ اَوْ تَتْلُو عَلَيْهِمْ  
کی تعبیر کریں، کیونکہ مسجد صرف دینی جگہ ہے جو ایک اللہ وحدہ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے،  
مشرک و کفر اس کی ضد ہے، اور عمارت مسجد کے ساتھ میں نہیں ہو سکتی۔

عیادت مسجد کا نظارہ اس آیت میں آیا ہے کہ مٹی مٹی میں استعمال کیا جاتا ہے، ایک نظارہ  
درود و اذان کی تعبیر دوسرے مسجد کی مخالفت اور صفائی اور ضروریات کا انتظام نہ ہو سکے  
کے لئے مسجد میں حاجز بنایا، قرعہ کو عروا میں ممانعت سے کہا جاتا ہے کہ اس میں بیت اللہ  
کی زیارت اور عبادت کے لئے حاضری ہو سکتی ہے۔

مشرکین کو جنہوں مٹی کے اعتبار سے لے کر کپ کو معاہدہ بیت اللہ اور مسجد حرام  
کا ذمہ دار سمجھتے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ مشرکین  
کو اللہ کی مساجد کی عبادت کا کوئی حق نہیں جبکہ وہ خود اپنے کفر و مشرک کے گواہ ہیں ان لوگوں  
کے اعمال جہاں اور ضائع ہو گئے اور وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔

خود اپنے کفر و مشرک کی گواہی کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اپنے مشرکان کا فعال و اعمال  
کے سبب ہو یا خود اپنے کفر و مشرک کی گواہی دے رہے ہیں، اور باہر کہ عبادت جب کہ لفظی  
یا بیہوشی سے ہو جائے کہ کس کو کون ہوا؟ تو وہ اپنے کپ کو نصرائی یا یہودی کہتا ہے، اور طبع  
جو اس اور بیت پرست اپنے کا فرائض ناموں سے ہی اپنا تعارف کرانے ہیں، یہی ان کے کفر و  
مشرک کا اعتراف اور شہادت ہے (ابن کثیر)

اس آیت میں علامہ نے مسجد کا منافی پہلو بیان کیا گیا تھا کہ مشرکین اس کے اہل نہیں ہیں۔

[illegible]

مطلب یہ ہے کہ مساجد کا اصلی عبادت گاہ نہیں بلکہ گھر کے لئے ہی جو عقیدہ اور عمل کے لئے ہے  
اسے احکام الہی کے پابند ہوں، اللہ اور دنیا آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز اور زکوٰۃ کا پابند ہوں  
اور اللہ کے سامنے سے ڈرتے ہوں، اس پر گھر صرف اللہ تعالیٰ اور دنیا آخرت پر ایمان کا ذکر ہے  
دوسرے پر ایمان کے ذکر کرنے کی اس لئے ضرورت نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی کوئی صورت  
بجز اس کے نہیں تھی چنانچہ کہ رسول پر ایمان لائے، اور اس کے فراموش ہوا احکام اللہ تعالیٰ کی طرف  
سے آجین کی کول سے قبول کرے، اس لئے ایمان اللہ پر ایمان یا رسول اللہ پر ایمان سے داخل کیا  
جس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ  
اللہ پر ایمان کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور رسول ہی نورادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا  
کہ اللہ پر ایمان یہ ہے کہ میں اللہ سے اس کی شہادت دے کر کہہ سکوں کہ اللہ کوئی قابل عبادت نہیں  
اور یہ کہ اللہ کے رسول ہیں، اس سے حدیث سے بتلوا دیکر رسول پر ایمان لانا اللہ پر ایمان لانے  
کا داخل اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) (مختصری کما فی الزمیں)

اور یہاں خدا فرمایا کہ اللہ کے سوا کہیں سے مدد ملے، اس کے معنی یہ ہیں کہ دین کے معاملہ میں کسی کے خلاف سے اللہ کے حکم کو ترک نہ کرے، اور نہ خوف کی چیزوں سے ڈرے اور نہ ہمت نہا کر اور تقاضائے عقل و فطرت سے، اور نہ اسے جانوروں سے چڑھا کر اسے طبعی رویہ پر ڈھکے اس کے خلاف نہ نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب جادوگر نے دیوؤں کے ساتھ ہانگ رکھا ہے تو وہ دھمکے گا تو جتنی جنتیہ جنتیہ عقلی، اس لئے کہ اس کا اور نقصان پہنچانے والوں سے طبعی خوف نہ دھم کرنا کے خلاف ہے، اور وسالت اور لڑائی کے لئے اس خوف سے مطلوب ہرگز کافر اللہ تعالیٰ کے احکام میں مصلحت نہ اٹھائے اور نہ تو ترک کرے جو اس کے خلاف میں کسی سبکدوش ہے۔

ہن مسائل مختلف آیت اور عبارت مسجد حرم کے متعلق آیات میں یہ ذکر ہے کہ مشرک کا فرغ نہیں کر سکتا۔ ۲۰ صرف شیعہ صالح مسلمان ہی کا کام ہے، اس سے مراد مساجد کی قیامت اور انتظامی امور اور دیگر

[illegible]

ام ٹرغری انور اس ماہ نے بڑی عزت و وسوسہ قدر کی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کے حاضری کا پابند ہو کر اس کے ایمان کی شہادت دے گا، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَأَمَّا يَتَذَكَّرُ فَنَسِئْهُ أَشَدُّ مِنْ أَقْتِهِ فَأَعْلُوهُ  
ادھیسیں کہ حدیث میں مذکور کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح شام مسجد میں حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک درجہ تیار فرمادیتے ہیں۔  
ادھر حضرت سلطان قاریؒ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح میں آیا وہ اللہ تعالیٰ کی نجات کرنے والا دکھاوا ہے اور روزیان پر چڑھے کہ کہاں کا آرام کرو گئے خبردار!  
بوالطریقانی (احمد حسن بن ابی نعیم)

مفسر اعلیٰ حضرت قاضی مٹا، اور اسی ہی بنی پر اساتذہ نے فراہم کرامت مسجد میں پڑھنے والے کو مسجد کو ایسی چیز سے پاک کر کے جس کے لئے مسجد میں نہیں بنائی تھیں، شلوغ و خرابی دنیا کی چیزیں، کھمبہ و چیز کا تلاش دنیا کی چیزوں کا گروں سے سوال، یا غصوں قسم کے افسار جھڑکا، لڑائی اور دشمنی و شہ و غریہ و مفری،

اَجْعَلْنِي سَيِّدَةَ الْحَرَّاجِ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مَنْ

عِنْدَ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٠﴾ الَّذِينَ آمَنُوا



وَمَا جَزَاؤُهُمْ إِلَّا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ  
اور جو جزا ہے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ،  
أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْأَعْلَى ۝  
ان کیلئے بڑا درجہ ہو اللہ کے جان اور دینی کاروں کے پہنچنے والے ہیں ۔  
يَبْقَى هُمُومُهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَّهَتْ لَهُمْ  
توکل ہمیشہ رہی دنیا کا آخر ہو دو گراں کا اعلیٰ طرف سے ہر لڑائی کی اور سلاشتی کی اور باغیوں کی کہیں ہیں  
فِيهَا لَعْنٌ مُقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ ابَدَ اللَّهُ عَذَابَهُ  
ان کو کلام ہے ہمیشہ کا ، رہا کر ان میں عذاب ، بے شک اللہ کے پاس  
أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا أَتْبَاعَكُمْ  
بڑا قیام ہے ، اے ایمان والو مت پیڑا اپنے اہلوں کو  
وَأَنفُسَكُمْ أَوْلِيَائِهِمْ إِنِ اسْتَبَجُوا إِلَاكُم مِّنَ الْإِيمَانِ  
اور محامیوں کو رہن اگر وہ عزیز رہیں مگر کو ایمان سے ،  
وَمَنْ يَتَّبِعْهُمْ فَنُفُوتٌ ۚ فَاذْكُرُوا لَكُمْ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝  
اور جو ہم میں ان کی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہیں گنہگار ۔

### خلاصہ تفسیر

ایمانت رکھنے والوں نے حلال کے پانی پلنے کو اور بھروسہ کے آباد رکھنے کو اس شخص کے  
عمل کی برابر فرمادے گا اللہ پر اور قیامت کے دن ایمان لایا ہوا اور اس نے اللہ کی راہ  
میں جہاد کیا ہوا وہ عمل ایمان اور جہاد ہے یعنی یہ عمل برابر نہیں اور جب اعمال برابر ہو جائیں  
یہ معاملہ لوگ دھبی باہم برابر نہیں اللہ کے نزدیک و خوش عمل باہم اور عاقل فاضل  
باہم برابر نہیں مقصد یہ تفسیر یہ ہے کہ ایمان اور جہاد میں سے ہر واحد افضل ہے ، سقا  
اور عبادت کے ہر واحد سے یعنی ایمان ہی دونوں سے افضل ہے ، اور اس سے جواب ہو گیا  
مشترکین کا کہ ان ایمان و عبادت اور جہاد دونوں سے افضل ہے اس سے جواب ہو گیا  
بعض مؤمنین کا جو کہ خدا ایمان کے مستقیم اور عبادت کو جہاد پر تفضیل دیتے تھے ، اور دیکھ  
مگر وہ بہت ہی ظاہر ہے لیکن اگر لوگ بے انصاف ہیں اور اور مشترک ہیں اللہ تعالیٰ کو

کے نہیں دیتا اس لئے وہ نہیں لیتے بخلاف اہل ایمان کے کہ وہ اس تحقیق کو فوراً ان گئے ، آگے  
اس معنی کی تصریح ہے جو اوپر آئے ہیں کہ وہ مقصد خدا تعالیٰ جو لوگ ایمان لاتے اور اللہ کی راہ میں  
انہوں نے عرصہ تک جہاد کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ وہی اللہ کے نزدیک  
وہ برابر اہل مقابہ والی عبادت کے بہت جگہ ہیں دیکھ کر اگر اہل ایمان و دین مقابہ والی عبادت میں ایمان  
مذہب ہے بڑی اہمیت نہیں باہر میں ایمان میں خصوصاً اور ان میں ایمان ہو تو وہ بھی جگہ  
ہیں مگر یہ زیادہ بڑے ہیں ، اور یہی لوگ اپنے کامیاب ہیں دیکھ کر ان کے مقابل میں ایمان نہ ہو  
تب تو کامیابی کا حصر نہیں ہے ، اور اگر ایمان ہو تو کامیابی مشترک ہے لیکن ان کی کامیابی ان سے  
اعلیٰ ہے ، آگے اس وجہ سے اور تو کہ ایمان ہے کہ ان کا اب ان کو بہت دین مقابہ والی عبادت سے  
بڑی رحمت اور جہاد سندی اور رحمت کے ایسے باخون کی ان کے لئے ان کو باخون ان میں  
داخلی رحمت ہوگی (اور ان میں سے بہت ہی بہت ہوگی) ، بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا ہے ، اور اس میں  
ان کو دیا جائے گا اے ایمان والو اپنے ایمان کو اور اپنے ایمان کو ایمان کو ایمان سے بڑا کر  
وہ لوگ مگر کہ مقابلہ ایمان کے دیا ، اور یہ بھی دیکھ کر ان کے ایمان کو ان کے ایمان دیکھ کر اور جو  
ہم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھنے کا سوا لیے لوگ بڑے نافرمان ہیں و مطلب یہ کہ بڑا ایمان  
بہت سے ان لوگوں کا فتنہ ہے اور وہی جان نہیں پھر بہت میں کیا و شوری ہے ؟

### معارف و مسائل

شرع کی چار کتابیں ۱۹۱۲ تک ایک خاص واقعہ سے متعلق ہیں وہ یہ کہ بہت  
مشترکین مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں اس پر تو کیا کرتے تھے کہ ہم مسجد حرام کی آبادی اور حجاج  
کو پانی پلنے کا احتیاج کرتے ہیں ، اگر نہ کر کے تو ان کو پانی نہیں ہو سکتا اسلام کے پہلے جہاد حضرت عباسؓ  
خود مدینہ میں گرفتار ہو کر مسلمانوں کی قید میں آئے ، اور ان کے مسلم عزیزوں نے ان کو اس پر  
علامت کی کہ آپ نعت ایمان سے محروم ہیں تو انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ لوگ ایمان پر  
جہاد کو پناہ دینا اور اسلامیت چھوٹے ہیں ، مگر ہم بھی تو مسجد حرام کی عمارت اور حجاج کو پانی پلنے  
کی اہم نجات کے متولی ہیں جن کی برابری کا عمل نہیں ہو سکتا ، اس پر یہ کہتے ہیں اہل ہونے ،  
وہی کثیر برادری علی بن ابی طالب ہیں عباسؓ )  
اور مندرجہ بالا فرقان کی بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباسؓ کے مسلمان ہو جانے  
کے بعد طلحہ بن عبیدہ اور حضرت عباسؓ اور علیؓ کرم اللہ وجہہ کے پاس میں گفتگو ہو رہی تھی ، طلحہ  
نے کہا کہ مجھے وہ فضیلت حاصل ہے جو تم میں سے کسی کو حاصل نہیں ، کہ بہت اللہ کی چالی میرے پاس



ہی بھی گرجا پہنچا تو بیت اللہ کے اذیاد گزرا ت اور کھٹا بول، حضرت حاس نے فرمایا کہ میں جھاک کر پانی پئے گا سناؤ گی اور سنبھل رہی اہل مسجد پر جرم میرے انتہائیات ہیں، حضرت نے حکم دیا کہ اللہ جہنہ نے فرمایا کہ میرا کھمبہ نہیں آتا کہ یہ حضرت اس کی چیز ہے تو فرکر رہے ہیں، میرا سوال تو یہ ہے کہ میں نے سب کو دیکھا ہے کہ جہنہ پہلے بیت اللہ کی طرف نکلتے ہیں پھر میں آتا، اور دوسرا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاہے کہ میں شریک رہا ہوں، اس پر بیانات نازل ہوئے کہ میں فاسخ کر دیا گیا کہ کوئی محل کشمکش ہی اعلیٰ اور افضل ہوا یہاں تک کہ بیت اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں، اور نہ حالت شریک میں ایسے اعلان کیا کہ نہ دینا اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ واقعہ منقول ہے کہ وہ ایک دو دو جہ کے دن کھد کھد بنی بنی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنی کر علی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے سامنے تھے، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اسلام دلائل کے بعد میرے نزدیک حجاج بن یوسف بنی کے لئے بڑا کرکشی علی بن ابیہ، اور جو اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے علی بن ابیہ کو نہیں دیکھ سکتا وہاں سے ان کے جواب میں کہا کہ ابیہ، اللہ کی راہ میں جہاد سے بڑا علی ہے، اور دونوں میں جھٹ جھٹ گئی، تو حضرت فاروق اعظم نے دو ٹوک کر فرما دیا کہ اگر تمز بنی بنی کے پاس غزوہ رقیب نہ کرو، مناسب بات یہ ہے کہ جو کچھ تم غزوہ جند بصرہ کے بعد یہ بات خود روایت کیا علی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو، اس تجویز کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، اس پر یہ بات نازل ہوئی، میں میں جہاد کو عرب صحیحہ حرام اور سقایہ حجاج سے منسلک نہ تھا۔

اور اس میں کوئی قصہ نہیں کہ اصل آیات کا نزول تو مشرکین کے نفوذ و حکمران کے جواب میں ہوا، پھر اس کے بعد جو اوقات مسلمانوں کے ہاں پیش آئے ان میں بھی انہی آیات کو کہتے تھے۔  
لے کر پیش کیا گیا جس سے سننے والوں کو یہ عروس ہو کر کہ آیات اس کا قدیم نازل ہو گئیں۔  
بہر حال کہتے کہ وہ عروس ہے۔

مکنتھای خراب و بھول اور ناقابل اعتماد نہیں، اس لئے کوئی شرک کو عبادت سمجھنا یا پستہ چھوڑ دینے سے کوئی غیبت یا بدزمنی کے مضامین میں نہیں دھونکی، اور اسی کے بعد بھی وہ دنیا کو اندر جہ نسبت عبادت سمجھ کر اجماع اور سلفانہ اجماع کے بہت زیادہ بے عمل مسلمان بن چکا، اور میں مقدم ہے، وہ ان مسلمانوں سے افضل ہیں جنہوں نے عبادت کو ترک نہیں کیا، صرف ہر اس کی تعمیر اور عبادت کے پانی جانے کی خدمت انجام دیتے رہے۔

اس سید کے بعد آیات مذکورہ کے الفاظ اور ترجمہ پر پھر ایک نظر ڈالئے، ارشاد فرمایا

ایک زمانہ تھا کہ کوئی پانی پئے اور دوسرا جام کے آبار کے کسی شخص کے برابر قرار دیا جائے اگر، تاکہ برابر قرار دے کہ دونوں پر ایمان لایا جائے اور ہمارے نام سے اللہ کی مدد میں چلا کر کیا ہوگا۔ لوگ برابر نہیں ان کے نزدیک۔

فقیر نے یہ بات مخصوص ہے کہ ایمان اور چاروں میں برابر کا فضل ہے، مستحق الحاح اور عمارت میں حصہ ہے، یعنی انہی بھی دونوں سے افضل ہے، اور چاروں میں ایمان کے فضل ہونے سے مشترک ہیں کی بات کا جواب ہو گیا، اور چاروں کے افضل ہونے سے انی مسلمانوں کی بات کا جواب ہو گیا۔

جو عزائم میں دوسرا مستحق الحاح کو چاروں سے افضل کہتے تھے۔

ذکر اللہ عیادت الفضل ہے | تقدیر مظہری میں حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کتاب میں جو عمارت مسجد پر جہاد کو فضیلت اور ترجیح دی گئی ہے یہ عمارت کے ظاہر میں عسکی کی تودہ ہے مگر نیز مسجد کا تعمیر اور ضروری انتظامات کو جہاد کا ان کے مقابل میں الفضل پر موزاں مسئلہ ہے۔

یعنی علامت تھی کہ دوسرے معنی عبادت اور ذکر اللہ کے لئے مسیحیوں کا جمانی ہے  
ہو آئے ہیں، اور حقیقت مسیحیوں کی اصل عبادت و یادِ باری اس سے ہے، اس معنی کے اظہار سے  
رسول اعلیٰ علیہ السلام کے صریح ارشاد و امت کی بنیاد پر عبادت مسیحیوں کے لئے افضل و اعلیٰ ذکر  
یعنی اللہ تعالیٰ اور ترمذی، ابن ماجہ میں حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت سے منقول ہے کہ  
رسول اعلیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسا عمل بتلاؤں جو تمہارے تمام اعمال  
سے بہتر اور تمہارے مالک کے نزدیک مستجاب و زیادہ افضل ہو اور تمہارے دوحات کو سب سے  
زیادہ بلند کرے اور اللہ اور اسے جمانی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی افضل ہو، اور ان  
سے بھی افضل ہو کہ تمہارا دینی دشمن سے سخت مقابلہ کرے جس میں تیرا کو قتل کر دے تو یہ بھی  
کریں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ عمل ضرور بدلتا ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ عمل  
ذکر اللہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کی تعلیمت اللہ سے بھی زیادہ ہے، اور احادیث  
کا مسیحیوں میں ذکر اللہ کی جانتے تو وہ بھی مسیحیوں سے افضل ہے، مگر اس جگہ مشرکین کا فخر و  
غور نظر ہے کہ ذکر اللہ اور عبادت کی بنا پر یہ تمہارا بلکہ ظاہری تعریف اور استقامت کی بنا پر  
تمہارا حق ہے جاؤ کہ اس سے افضل کرو یا نہیں۔

اور حق، رست و راست کے مجموعی ارتقاء کا علم رکھنے پر توجہ دے کر کسی نیا دوسرے عمل سے افضل و اعلیٰ پر توجہ حاصل کرنا، واقعیات کے تابع ہونا ہے، لیکن حالات میں ایک عمل دوسرے سے افضل ہوتا ہے، اور حالات بدلتے کے بعد معاملہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے، جہن فتنہ اسلام اور مسلمانوں سے دفاع کی ضرورت شدید ہو کر اس وقت قیامِ جہاد و تمام عبارات سے افضل ہوگا، جیسا کہ غزوہٴ خندق میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رفتاریں قیامِ جہاد





کر دیا گیا کہ وہی صورتِ جبریت اور تحریک وطن ہی کا حکم ہوا ہے، اس میں کچھ شک و شبہ نہ رہتا ہے۔  
 پہلا حکم آئے والا ہے، جس میں اللہ اور رسول کی محبت پر ساری محبتوں کو اور خود اپنی جان کو قربان کرنا پڑتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس جگہ جبریت کو مجاہد سے تعبیر کر دیا جائے کیونکہ وہ بھی حقیقتاً مجاہد کی ایک قسم ہے۔

اور آخر آیت میں وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ کا یہ بھی ہرگز یہ کہ یہ لوگ جو کفر میں جبریت کے باوجود اپنے ذمہ کی تعلقات کو ترجیح دے کر اپنے غرضی و عزیز اور مال و مکان سے ہٹ کر رہے، ان کا یہ عمل دیکھ کر ہی ان کے لئے مفید نہیں ہوگا، اور ان کا یہ مقصد عمل نہیں ہوگا کہ ہمیشہ اپنے اہل و عیال اور مال و مکان میں امن و چین سے بیٹھیں رہیں، بلکہ ہم کا مشرور یہ ہونے ہی پر سب چیزیں اسی کے لئے قربانی جان ہیں جہاں کی یہ کہ اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو اسی کے مقصد تک نہیں پہنچائے۔

### مسائل متعلقہ جبریت

اول، جب کہ سے دین کی طرف، جبریت فرض کر دی تھی تو وہ صرف ایک فرض ہی نہیں بلکہ مسلمان ہونے کی علامت بھی تھی، جو باوجود قدرت کے جبریت نہ کرے وہ مسلمان نہ سمجھا جاتا تھا، یہ حکم جس کے بعد مسووم ہو گیا، اور اصل حکم یہ آتی رہ گیا کہ جس ذمہ میں انسان کو اللہ کے احکام ناز و نذرہ دینے کی تعمیل ممکن نہ ہو اس سے جبریت کرنا ہمیشہ کے لئے فرض ہے، بشرطیکہ جبریت پر قدرت ہو۔

دوسرا وجہ یہ ہے کہ کوئی ہر ایسی جگہ کو چھوڑ دے جہاں فسق و فجور کا غلبہ ہو یہ ہمیشہ کیلئے مستحب کیونکہ تعینِ شرع (اللہ کی ہدایت) ہے۔

آیت مذکورہ میں ہر ادا و است کو خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے جبریت فرض ہونے کے وقت ذمہ کی تعلقات کی محبت سے مغلوب ہو کر جبریت نہیں کی، لیکن الفاظِ آیت کا مقوم تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دھج جانا اقدامِ دوا جب کہ دوسروں کی تعلق اور کوئی محبت جس پر غالب نہ آئے، اور جس نے اس درجے کی محبت پیدا کی وہ حق تعالیٰ عذاب ہو گیا، اس کو عذاب، آپ کی مغلطہ نہ بتانا چاہئے۔

پہاں میں اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ اسی لئے ایک صحیح حدیث میں جو ہمیں میں ہر ادا و است انسان اللہ اور رسول کی محبت ساری دنیا منقول ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایشیا و افریقا اور اوروپا میں چلے گئے ہیں زیادہ ہو : اُوی جس وقت تک مشرق نہیں ہو سکتا جب تک کہ مریں اس کے نزدیک اس کے باپ، اور اولاد و اولاد دیکھ کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہر ادا و است منقول ہو کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جس نے کسی سے دوستی کی تو اللہ کے لئے اور دشمنی کی تو وہ بھی اللہ کے لئے اور مال کو خرچ کیا تو وہ بھی اللہ کے لئے، اور کسی جگر خرچ کرنے سے حکم تو وہ بھی اللہ کے لئے، اس نے اپنا مال بھین کر لیا۔

ان روایات حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ ایمان کی تکمیل اس پر موقوف ہو کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب بھینوں پر غالب ہو، اور انسان کی دوستی، دشمنی، دنیا و دنیا سب حکم خدا و رسول کے تابع ہو۔

اما تفسیر کاغذی بیضاوی وغیرہ نے فرمایا کہ محبت کم رنگ ہیں جس آیت کی وحدہ منتهی ہوں، کیونکہ عام طور پر جبریت سے بڑے عابد و اذکار عام دشمنی بھی اہل و عیال اور مال و متاع کی محبت سے مغلوب نظر آتے ہیں، بالذات شافعی، اللہ اگر سارے تھیں قاضی بیضاوی نے فرمایا کہ محبت سے مراد اس جگہ اختیار کی محبت ہے، غیر اختیار کی اور میں محبت مراد نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی طاقت و اختیار سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اس لئے اگر کسی شخص کا دل ایسی تعلقات کی طبیعت محبت سے لرزے ہو مگر اس سے انشا مغلوب نہ ہو کہ اللہ و رسول کے احکام کو نافرمانی کی پر دامن نہ کرے، تو وہ بھی اس وحدہ منقطع خارج اور اللہ و رسول کی محبت کو غالب رکھنے والا ہے، جیسے کوئی بیمار دوا کی حق دیا پر دین کی تعلیم سے طبعاً گھبرا رہا ہے، مگر حق اس کو اپنی غماز و سلامتی کا ذخیرہ سمجھ کر اختیار کرتا ہے، تو وہ کسی کے نزدیک قابلِ ملامت نہیں، اور نہ کوئی حق سلیم اس کو سزا بھجور کرتا ہے، نہ کہ فیضی و ذخیر اختیار کی مغلطہ آٹ اور کہ است کو بھی سول سے نکال دے، اسی طرح اگر کسی کو مال و اولاد وغیرہ کی محبت کے سبب ہمیں احکامِ آیت کی تعمیل میں غیر اختیار کی طبیعت محسوس ہو مگر اس کے باوجود وہ اس طبیعت کو برداشت کر کے احکامِ آیت پر چلائے تو وہ بھی قابلِ ملامت نہیں، بلکہ تاہم چھین کر اور اللہ و رسول کی محبت کو اس آیت کے مطابق قابض رکھنے والا نہ سمجھنا چاہئے۔

ہاں اس میں سبب نہیں کہ محبت کا اطلاق مقام ہی ہے کہ محبت کے بر بھی غالب آجائے، اور جب کہ حکم کی تعمیل کی لذت ہر حق و طبیعت میں لازماً نہ ہو، جیسا دنیا کی فانی لذت و راحت کے طلبکاروں کو لذت دلا دیکھا جاتا ہے، اگر بڑی محبت و مشقت کو محسوس نہیں کر لیتے ہیں، کسی دفعہ کی ملاوت میں ہمہ تن کے غم پر بیٹھنے والے چند سکون کی محبت انسان کی نیند و آرام اور اس کے تعلقات پر ایسی غالب آجاتی ہے کہ اس کے پیچھے ہزاروں لذتوں کو بڑی کوششوں سے مٹا دیتا ہے اور مشرور کے خدیج حاصل کرتا ہے۔

دیکھا و راحت شدہ مطلب شدہ رنگ و گلہ کو تو تیا ہے چشمِ گلہ گشت۔



جو مسلمانوں پر ہر موقع اور ہر حالت میں مندرج رہا ہے، اور اشارہ فرمایا،

فَلَمَّا تَسْتَنْصِرْ لَمْ يَكُنِ لَكَ فِئْرَةٌ عَلَيْهِمْ يُكْفَرُ لَكُمْ وَتُجْزَىٰ ۖ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لَمْ تُؤَلَّ بِهِ خَسْرًا ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ هَادٍ ۚ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۚ فَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ يَتَرَكُونَ ۚ فِئْرَتُهُمْ عَلَىٰ مَا نَسُوا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ شَهِيدًا ۚ

فوق تکمیل کی خصوصیت اس وجہ سے لڑائی ہو کر اس میں بہت سے واقعات اور حالات طوفان و فتنہ عظیم الشان سے ظاہر ہوئے ہیں مگر خود کرنے سے انسان کے ایمان میں قوت اور محض میں ہمت پیدا ہوتی ہے، اس لئے آیات مذکورہ کی نقلی تفسیر سے پہلے اس خود کے ضروری واقعات جو مدینہ و مکیہ کی مسند کریموں میں مذکور ہیں کسی قدر تفصیل سے بیان کر دینا مناسب ہی ہو گا کہ آپ مذکورہ کے بچنے میں آسانی ہو اور چون فراموش کرنے سے یہ واقعات بیان فرماتے گئے ہیں وہ سامنے آ جائیں، ان واقعات کا بیشتر حصہ تفسیر طبری سے لیا گیا ہے، جس میں جو اس وقت حدیث و تاریخ واقعات کا ذکر ہے۔

تخلیغ، جو مذکورہ واقعات کے درمیان ایک مقام کا نام ہے، جو کہ خود سے دنیا میں پہلے کچھ زیادہ صاف ہے، رمضان شہر ہجری میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، اور قبیل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، تو عرب کا ایک بہت بڑا مشہور بہادر جنگجو اور انداز قبیلہ ہمزادوں میں کی ایک شاخ کا قلعہ کے رہنے والے بنو نضیر تھے، ان میں پہلی بچی تھی، انھوں نے جن پر کہہ کر کہا شروع کیا کہ کوئی فتح ہونے کے بعد مسلمانوں کو کوئی فتنہ مصلحت نہیں ہے، اس سے قانع نہ ہونے کے بعد لڑائی سے کہ ان کا رخ پتہ پڑی طرف ہو گا، اس لئے دشمنی کی بات ہے کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے یہ خود ان پر حملہ کر دی، اس کام کے لئے قبیلہ ہمزادوں نے اپنی سبب شائوں کو جو کہ سے قلعہ تک پہنچائی ہوئی تھیں چھین کر لیا، اس قبیلہ کے سب سے بڑے چھوٹے بچے معدودے چندا فراموش نہیں کی تعداد سترہ تھے، مگر حق، سبب ہی بچے ہجرت اس طرح کے ایثار کا ایک نیا عرصہ تھے جو اہل بیت مسلمان ہو گئے، اور اسلام کے چڑھنے کا جرات بہت ہوئے، اس وقت مسلمانوں کی بھارتی علاقہ کے زیادہ جوش اپنی میں تھا، قبیلہ کی غلبہ اکثریت نے ان کے قلعہ سے اتفاق کر کے جنگ کی تیاریاں شروع کر دی، اس قبیلہ کی چھوٹی چھوٹی ڈھو شائیں جو کہتے اور بھڑکاتے اس رائے سے مطمئن نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ بصیرت و ہدایت دی تھی، انھوں نے ہمارا گمراہی سے مغرب تک ساری دنیا میں ہمارے کے خلاف بیچ ہو جانے لگی تھی وہ ان سبب ہی کی غالب کر گئے، ہم نے اپنی طاقت کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے، باقی سبب کے سبب نے ہمارے لئے، اور اگلی ہی عورت نے ان سبب کو پوری

قوت سے جنگ سے قاصر رہنے کی ایک عظیم کی کہ ہر شخص کے تمام اہل و عیال میں ساتھ ہیں، اور اپنا اپنا پورا مال بھی ساتھ لے کر نکلیں، جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ میدان سے ہمارے گلیں تو بھی چھوڑ اور مال کی حالت ان کے ہاتھ کی بچھڑ جائے، میدان سے گزرنے کا ان کے لئے کوئی موقع نہ رہی، ان کی تعداد کے بلاتے ہیں، اہل مکیہ کے مختلف اقوال ہیں، ملاحظہ فرمائیے علامہ ابن جریر جو نے روایت اس کو قرآن پا کر چھوڑا، ان شامیں ہزاروں جمع تھا، اور بعض حضرات نے ہمارے لڑائی کے تعداد بیان کی ہے، یہ ممکن ہو کر سب اہل و عیال خود لڑائی میں بیت خودا ہو جائیں، ان شامیں ہزاروں ہزاروں لڑنے والے جوان جوانی میں ہمارے ہزاروں تھے۔

پھر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ مکہ میں ان کے خوفناک جو، احمق کی ملاحضہ کی تو آپ نے ان کے مقابلہ پر جانے کا عزم فرمایا، مکہ مکرمہ پر حضرت عباسؓ بن ابی طالبؓ کو امیر بنایا، اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے ساتھ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لئے چھوڑا، اور قریشی مکہ کے اہل اور سامان جنگ جاریت کے طور پر نکلا، صفوان بن امیہ جو قریشی کا سردار تھا، انھوں نے کہا کہ آپ یہ مسلمان جنگ ہم سے غصب کر کے لینا چاہتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں بلکہ جاریت کے طور پر لیتے ہیں، جس کی دہائی ہمارے ذمہ ہو گی، یہ سن کر اس نے سزور میں استعزا دی، اور بولیں ہمارے لئے نہیں ہزار فیروزہ، اسی طرح چھوڑ کر انھوں نے ہجرت کی، روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو وہ ہزار صحابہ کا لشکر کے ساتھ جہاد کی طرف متوجہ ہوئے، ان میں بڑے ہزاروں تعداد تھے، جو فتح مکہ کے لئے آپ کے ساتھ آئے تھے، اور وہ ہزاروں مسلمان تھے جو کہ خود اطراف مکہ کے قریوں میں سے بوقت فتح مکہ پہنچے تھے، جن کو کہتے ہیں کہ لفظا کہا جاتا ہے، شمال کی چھٹی پانچ ہزار تھے، ان کے ساتھ وہ لے گئے، اور فرمایا کہ کل اللہ اللہ تمہارا اتمام غنیمت، بنی کنانہ کے اس مقام پر ہو گا، جہاں چھ پر کر قریش مکہ سے مسلمانوں کے خلاف مقابلہ کے لئے جہاد کا کھڑا تھا۔

پھر وہ ہزار کا دہائی کا لشکر جو جہاد کے لئے نکلا، ان کے ساتھ مکہ کے چندا لوگوں کو جو قریشی تھے، مکہ کے لوگوں میں عورتیں تھا، اگر اس موقع پر مسلمانوں کو شکست ہو تو یہاں اپنا انتقام لینے کا موقع ملے گا، اور یہ کامیاب ہو تو یہی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔

اسی قسم کے قریوں میں ایک شہر بنی حنظلہ میں تھے، جنھوں نے ہندو مسلمان جو کہ خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ غزوة بدر میں میرا باپ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور چچا حضرت علیؓ کریمؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، جس کا جوش انتقام اور انتہائی فیضا میرے دل میں تھا، اس میں موقع کو غنیمت جان کر مسلمانوں کے ساتھ ہو گیا کہ یہی موقع ہاتھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مسافر کو رہا، اس کے ساتھ ہرگز ہر وقت موقع کی تلاش میں رہا، یہاں تک کہ اس حیار کے ابتدائی وقت میں جب کچھ مسلمانوں کے ہاں ان کے گھر آئے اور وہ جہاں گئے تو میں موقع پا کر حضور کے قریب پہنچتا، پھر دیکھا کہ وہاں ہر طرف حضرت عباسؓ کی حفاظت کر رہے ہیں، اور اب میں طرفین کو ملتا ہوں عارث، اس لئے میں پیچھے کی طرف پہنچ کر ارادہ میں کر رہا تھا کہ کبھی کی توار سے آگے مل کر کروں کہ کچھ ایک ایک کی نظر میں پڑے اور آپؐ نے مجھے آواز دی کہ شہید بیان کر، اپنے قریب ہلا کر دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا اور دعا کی کہ اللہ اس سے شیطانی فکر و زور کرے، اب جی میں نظر آتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل میں اپنے آنگہ کا نور اور جان سے بھی زیادہ محبوب ہوجاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ پاکہار و تقارک متاثر کر دیا، اب تو میرے یہ حال تھا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کر با تھا، اور بڑی بے خبری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد سے وہاں کے کسی نہ تھے، اور میرے گرد میرے قتل کے لئے تمام خواہش کی نشان دہی کر رہی، اگر تم کہو کہ اس سے بہت پرچلے تھے، اور میرے گرد میرے قتل کے لئے مجھ پر ہتھ تھے، مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انا و تم سے فیکے کام لینے کا ہوا ہرگز ہوا۔

اس طرح کا واقعہ لغز میں عارث کو پیش آیا کہ وہ ہیں اس بہت سے حقیقے تھے، وہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت اور محبت ڈال دی، اور ایک مرد مجاہد بن کر دشمنوں کی صفوں سے شکر اٹھنے۔

اس سفر میں ابو بردہ بن نہاسر کو یہ واقعہ پیش آیا کہ تمام اوقات میں پیچھے رہ گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت کے پیچھے قریب رہ گئے ہیں، اور ایک اور شخص آپؐ کے پاس بیٹھا کہ آپؐ نے کوئی فرمایا کہ میں سو گیا تھا، یہ شخص آیا اور ..... میری تلوار اپنے جینوں میں لے کر میرے سر پر رکھ دیا گیا اور کہنے لگا کہ اسے محمدؐ اب بٹوڑ نہیں کوں میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے، میں نے جواب دیا کہ اللہ جانتا ہے، میں کوں تلوار اس کے ہاتھ سے لے گا، ابو بردہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے کہ میں اس دشمن خدا کی گردن مار دوں، وہ دشمن قوم کا جاسوس معلوم ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بردہ خاموش رہو اللہ تعالیٰ میری حفاظت کرنے والا ہے، جب تک کہ میرا دین سانس دین پر غالب نہ آجائے، اور آپؐ نے اس شخص کو کوئی اہمیت نہیں دلائی، اور آواز دہرایا۔

مقبول ہیں یہ پہنچ کر مسلمانوں نے بڑا ڈنڈا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ سے کمرے میں سے کھینچ لیا، اور سارا دین میں دشمن کی طرف سے آگے دے دیا، اس کے بعد وہاں پر آکر اور اپنے سب مسلمان کے مقابلہ پر گیا ہے، آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنگرم جہنم فرمایا اور کہا کہ یہ سارا سارا مسلمانوں کے لئے مایہ نیت ہیں کیا ہاتھ نہ لگا۔

اس جگہ شہر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ دشمن کے حالات کا پتہ چلائیں، وہ ان کی قوم میں جا کر دو دن رہے، سب حالات دیکھتے بیٹھے، ان کے لیڈر اور کمانڈر مالک بن عوفؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے فکروں سے کہہ رہا تھا کہ تم لوگو! جنگ کسی بیاد پر ہو، ہمارا قوم سے سادہ نہیں پڑا، اگر کہہ دے تو ہمارے قریبیوں کا مقابلہ کر کے نہیں اپنی طاقت کا وہم ہو گیا، اب ان کو بچ گئے، اس قسم لوگ آج بھی ہوتے ہیں اس طرح سعید بنی کر کہ کر ایک کے پیچھے اس کے پیچھے آدھل ہیں، اور اپنی تلواروں کی میٹھوں کو تھوڑا سا اور سب مل کر کیا دگ بڑھ کر وہ لوگ جنگ کے بڑے تجربہ کار تھے، اپنی قوم کے چند دستوں کو مختلف محاذوں میں بھجوا دیتا۔

اس طرف کنارے دشمن کی یہ تیاریاں تھیں، دوسری طرف مسلمانوں کا یہ پہلو ہوا تھا، جس میں جہاد ہر سہا ہی مقابلہ کرنے کے لئے تھے، اور سارا جنگ میں ہمیشہ سے زیادہ تھا، وہ یہ لوگ بدو و انتہہ کے میدانوں میں بدو و پچھلے تھے کہ صرف یہی سوچتے رہے سارا فکروں کی بڑا کر کے لشکر جہاد پر فرغ پائی، تو آج اپنی تیز اور تیزی پر لشکر کے مالک اور بڑا کر دواہت کے مطابق ان میں سے جس کی راہی سے اپنے حکمت عملی کے کوئی بھی نہیں کہ ہم کسی سے مغلوب ہو گیا، آج جو مقابلہ کر رہے کہ دشمن کو بڑا کر دیا۔

مالک النکب والکعبہ کہ یہی چیز یا مسلمانوں کو اپنی طاقت پر کوئی جہاد سیکھا ملے، جن بظہر مسلمانوں کو اس کاہن اس طرح ملا کہ جب قبیلہ ہوازن نے قرارداد کے مطابق کہا کہ اگر وہ اور گھاموں میں جیسے ہوتے دستوں نے ہمارا قوم سے گمراہ ڈال دیا، مگر وہ ہوازن نے دی کوئی بناوٹ کو صحابہ کر کے ہاں لگا دئے اور جہانگئے، مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری پر سوار پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے، اور بہت عقروں سے صحابہ کو اس میں اقتدار دینا سوا اور دشمن نے ایک سو اس سے بھی کم لڑائی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جے رہے، وہ بھی نہ جانتے تھے کہ آپؐ آگے بڑھیں۔

یہ حالت دیکھ کر آپؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے صحابہ کو بھار کہ وہ لوگ کہاں ہیں، انھوں نے شہر کے نیچے جہاد کی بہت کی تھی، اور سارا بغرو والے حضرت کہاں ہیں، اور وہ انسا کہاں ہیں جنھوں نے جان کی بازی لگائے کا جہاد کیا تھا، سب کو پتا ہے کہ وہاں آئیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان ہیں۔





خوفین و غمیز ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے وہ آپ سے صغی نہیں، آپ ہم پر احسان فرمائیے، رئیس و فرائد یک شاہدوی تھا، اس لئے کہ ہمارا رسول اللہ اگر ہم لوں اور ہمیشہ ہوا حق سے اپنی اہلی مصیبت کے پیش نظر کوئی دھڑاست کرتے تو ہمارا خیال یہ ہو کہ وہ بھی ہماری درخواست کو رد کرتے اور آپ کو قرآن تعالیٰ نے اخلاقی فاضل میں مبتلا فرمایا ہے آپ سے ہم پر ہی امید رہنے کر آئے ہیں۔

وَشَقَّ لِلْهَٰمِلِیْنَ عَلٰی اللّٰہِ عَلَیْہِ سَلَمٌ لِّئَلَّا یَمُوتَ دُوَّہِیْ یَحِلُّ کَا عَمَّا کَا یَاکُ مَلُوتِ ان لوگوں پر جسم کر کم کا قتل مٹانے کے سبب قیدی اور اموال کی اور دینوں کر دینے جائیں، دوسری ملوک کے اموال غنیمت میں عام بنادیں کا حق ہو تا ہے، ان سب کو ان کے حق سے محروم کر دینا اور دوسرے انصاف و درست نہیں، اس لئے صحیح حکمرانی کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا:

میرے ساتھ کس قدر مسلمانوں کا لشکر ہو، جو اپنی اموال کے حق دار ہیں، میں بھی اور دنیا بات کو پسند کرتا ہوں، اس لئے آپ لوگوں کو اختیار دیا تھا کہ وہ اپنے قیدی و اپنے مال کو مال غنیمت ان دونوں میں جس کو تم انتخاب کرو وہ جس سے دینے چاہیں گے، میرے قیدیوں کی واپس کر اختیار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا جو میں بعد و زمانہ کے بعد فرمایا:

میں تمہارے حکام کا نائب ہو کر آئے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کی واپس دے دیتے جائیں، تم میں سے جو لوگ خوش دل کے ساتھ اپنے حصہ واپس اپنے لئے تیار ہوں وہ احسان کریں اور اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ہم ان کو آکر ان اموال لئے ہیں، اس کا بدلہ دیں گے۔

حق کی معاملہ میں دانیہ عامہ، مختلف اطراف سے یہ آواز اٹھی کہ ہم خوش دل کے ساتھ میری قیدی معلوم کرنے کے لئے ہوا میں چلا واپس کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر عدل و انصاف اور حقوق کے کی آواز بھی نہیں، ہر ایک معاملہ میں امتیاز کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی مشقت آوازوں کو کافی نہ سمجھا، اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی لوگ اپنا حق چھوڑنے کے لئے خوش دلی سے تیار ہوئے اور کوئی ایسے میں جو شرنازاری غامض رہے، معاملہ کوئی کے حقوق کا ہوا اس لئے ایسا کیا جائے کہ ہر جماعت اور غلامان کے سرور اپنی اپنی جماعت کے لوگوں کے لگ الگ صحیح بات معلوم کر کے مجھے بتائیں۔ اس کے مطابق سرور ان کے ہر ایک سے ملو، علیہ داجانہ حاصل کرنے کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ سب لوگ خوش دل سے اپنا حق چھوڑنے کے لئے تیار ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب قیدی ان کو واپس کر دیئے۔

پہلی وہ لوگ تھے جن کے نائب ہونے کی طرف مذکورہ تیسری آیت میں اشارہ فرمایا تھا، پھر قیدیوں نے اللہ کو شکر ادا کیا، اذیت، مفرورہ میں پیش آنے والے واقعات کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہوا اور باقی مستند روایات حدیث سے لیا گیا ہے، منظر دیکھ کر شاعر

ان واقعات کے ضمن میں بہت سے استحکام دہانیاں اور مثنوی خواندہ کے احکام و مسائل ہیں، دیکھ ان واقعات کے بیان کر کے اصل مقصد ہیں۔

کیات مذکورہ میں سب پہلی جہانیت قوبہ دی گئی کہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی اپنی جہیت اور طاقت پر غور نہ کرنا چاہئے، جس طرح کہ دردی اور دلہ ساقی کے وقت ان کی نظر اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد پر رہتی ہے، اسی طرح قوت و طاقت کے وقت بھی ان کا تکل اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی امداد ہی پر ہونا چاہئے۔

غزوہ حنین میں مسلمانوں کی تعدادی کثرت اور سامانی حربہ کے کافی ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ عظام کی زبان پر جو بڑا بول آیا تھا کہ آج قریش کی مجال نہیں ہو کہ ہم سے بڑی لڑائی لڑے، اللہ تعالیٰ انہیں اس محسوس مجبور جماعت کی زبان سے ایسے کلمات پسند نہ کرے اور اس کا نتیجہ ہوا کہ انہوں نے جس کے وقت مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور جانے لگے، پھر اللہ تعالیٰ ہی کی عین امداد سے یہ عید افسانہ شمع ہوا۔

مشورہ و مغلوب کفار کے اموال دوسری ہدایت اس واقعہ سے یہ حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے لئے مکہ کے مفتوحہ علاقوں سے جو مسلمانیں جنگ نہ دیں اور نہ لے گئے تھے یہ ایسا موقع تھا کہ ان سے نہ بڑی دینی بھی نہ چوری لیا جاسکتی تھیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاریت نہ کر لیا اور پھر سب کو ان کی مستحق چھری واپس کر دی۔

اس واقعہ نے مسلمانوں کو دشمنوں کے ساتھ بھی پورے عدل و انصاف اور دردم و کرم کے محالہ سامنے دیا۔

تیسری ہدایت اس ارشاد و نبوی سے حاصل ہوئی جس میں حنین کی طرف جانے ہوئے خبیث نیک نیکانہ میں قیام کے وقت فرمایا کہ اس مقام پر قیام کر کے میں میں بیٹھ کر جانے والے دشمن قریش حکم نے مسلمانوں کے خلاف معطلوں کی ذل و ادب معاہدہ کیا تھا، اس میں





اور کسی ضرورت سے بامداد امیر المؤمنین داخل ہو سکتے ہیں، اور نہ قطعاً کا اعلان کا شائبہ کہ  
نفع نہ کرے کہ جب ان کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کو کربلا کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنے انکر  
مسجد میں غمزدار اعلان کیا کہ اگر اس وقت کا فرستے، صحابہ کرام نے ہوش بکھیا، یا رسول اللہ! یہ قوم  
جو قرآن پڑھنے لے کر آیا ہے، یہ قوم ہے کہ ان کی غیبت کا کوئی اثر نہیں ہے، نہ تاراجی، نہ  
اس روایت نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ قرآن کریم میں کسی مشرکین کو حق کہنے سے انکی  
غیبت کفر و شرک نہ رہے، جیسا کہ امام غزالی اور یقیناً کلام کا مسلک جو امامی مروج حضرت جابر  
ابن عبد اللہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ فرمایا کہ کوئی مشرک کہہ دے کہ  
نہ جانتے، بجز اس کے کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا کینز ہو تو یہ ضرورت اس کو داخل کر سکتے ہیں (قرطبی)  
یہ حدیث بھی اسی کی شہادت ہے کہ غیبت کا ہرگز کسی قرآن کے کفر و شرک میں کوئی مسجد حرام  
سے نہیں روکا گیا اور اس میں غلام اور جابر کی کوئی تخصیص نہ تھی، بلکہ بنیاد اصل کفر و شرک  
اور ان کے ذلیف کا حضور جو غلام و کینز میں بغیر انہیں، ان کو اجازت دیدی گئی، اس کے علاوہ  
ظاہری غیبت کے اعتبار سے تو مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کہ غیبت یا حدیث اگر کمالیہ  
ان کے لئے بھی مسجد حرام کا داخل مسموع ہے۔

نیز ہر کسی کے غیبت کے مطابق مسجد حرام سے اس مسجد پر اور حرم مزاحمہ تو وہی اس کا  
مقتضی ہو کہ یہ غیبت ظاہری غیبت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ کفر و شرک کی غیبت کی بنیاد پر ہو،  
اس لئے صرف مسجد حرام میں ان کا داخلہ مسموع نہیں کیا گیا، بلکہ بوسہ حرم مجرم میں مسموع قرار  
دیا گیا، کیونکہ وہ اسلام کا ہی اور ایک قلعہ ہے، اس میں کسی غیر مسلم کو رکنا اور داخل ہونا جائز  
نہیں، امام غزالی اور یقیناً یہ اس تحقیق کا ضامن ہے کہ اگرچہ غیبت غیبت سے مسجد کی تعلیم میں ایک  
مستقل مسئلہ ہے، جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے، لیکن اس آیت کا تعلق اس مسئلہ  
سے نہیں بلکہ اسلام کے اس سیاسی حکم سے ہے جن کا اعلان سورۃ بارات کے شروع میں کیا  
گیا، ہے کہ جسے مشرکین کفر میں مروج تھے، ان سے حرم مجرم کو خالی کرنا مقصود تھا، لیکن بتائے  
علیہ والصلوات ورحمہم کرم کتب میں ہوتے ہیں سب کو یہ نظر ملاحظہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ جن  
لوگوں کے کسی خاص عبادت کا عبادہ تھا اور وہ لوگ اس عبادہ پر قائم رہے تو ان کی عبادت و عبادت  
پوری کر کے اور اذیتوں کو کچھ کہ مہلت دے کر مال ہیرے اندر اس تجویز کی تعمیل پیش نظر تھی  
اس کی بنیاد اس آیت مذکورہ میں کیا کہ اس سال کے بعد مشرکین کا داخلہ حرم مجرم میں مسموع ہے  
وہ مشرکانہ حج و عمرہ نہ کرنے چاہیں گے۔

اور ہر طرح سورۃ قیوم کی آیات میں داخل مسموع پر یہ بیان کر دیا گیا کہ مسلمان ہر کسی کے بعد

کوئی مشرک حرم مجرم میں داخل ہو سکے گا اور بات حدیث میں آ حضرت مسلم بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے اس  
وائر کو اور وسیع فرما کر بوسہ حج پر انھیں سے کہنے میں نغم دیا تھا، مگر یہ رسالت میں اس کی  
تعمیل نہ ہونے پائی، یہ رسول اللہ ﷺ کو بھی دوسرے جگہ ایسی مسکن کی وجہ سے اس پر قیوم نہ ہونے  
خارج و داخلہ نے اپنے زمانہ میں اس حکم کو نہ خذ فرمایا۔

اب رہا انکار کی غیبت اور مسجد کی غیبت سے تعلیم کا مسئلہ وہ اپنی جگہ ہو جس کے  
مسائل کتب فقہ میں تفصیل سے مذکور ہیں، کوئی مسلمان بھی ظاہری غیبت یا مسکن کی غیبت  
میں کسی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، اور عام کفار و مشرکین جو ان کی اپنی کتاب وہ بھی حق ان کی غیبت  
سے پاک نہیں ہوتے، اس لئے بلا ضرورت شیعہ، اہل ان کا داخلہ بھی کسی مسجد میں جائز نہیں۔

اس آیت کی روش سے جب کفار و مشرکین کا داخل حرم میں مسموع کر دیا گیا تو مسلمانوں کے  
سامنے ایک معاشی مسئلہ پیش آیا کہ کسی کوئی پیداوار میں، یا ہر کے لئے وہ ہے اپنے ساتھ  
ضروریات لائے تھے، اور مسموع میں داخل ہونے کے لئے سب ضروریات جمع ہو جائیں، اب  
ان کا داخلہ مسموع ہو جانے کے بعد کام کیسے چلے گا، اس کا جواب قرآن میں یہ دیا گیا کہ قیوم  
یُحْضِطُ عَنِكَ قِسْمَ قِسْمٍ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ يَدَاكَ مِنْ بَنَاتِ النَّاسِ وَكَانَ يُرْسِلُ فِيهِمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ يَدَاكَ مِنْ بَنَاتِ النَّاسِ  
اندر لایہ جو تو سمجھ کر نظام معاش تمام مخلوق کا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے، اگر وہ چاہیں گے تو نہیں  
ان سب کفار سے متعلق کر دیں گے، اور یہاں اگر چاہیں گے کہ قید لگائے یا مطلب یہ نہیں کہ اس  
میں کوئی شک و تردد ہو، بلکہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ مومن ابی اسباب پر نظر کیے والوں  
کے لئے اگرچہ یہ بات بہت پیچیدہ اور مشکل نظر آئے گی کہ ظاہری ذریعہ معاش میں ہی غیبت ہے، انکی  
داخلہ مسموع کرنا پڑے گا اسباب معاش قطع کرنے کے معزاد ہے، مگر ان کو معلوم ہونا چاہیے  
کہ اللہ تعالیٰ ان کی اسباب کا محتاج نہیں، جب ان کا وہ کسی کام سے متعلق ہو جائے تو  
سب اسباب مطابق ہوتے چلے جاتے ہیں، چاہئے کی ویر ہے اور کچھ نہیں، اس لئے اپنی شانہ  
فرما کر اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ وَلَا يَمُونُوا بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا

لَا دُونَ ذَلِكَ فَمَنْ يَزِيدْكُمْ مِّنْهُمْ يَزِيدْكُمْ فِتْنَةً وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْقَائِلِينَ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْقَائِلِينَ

يَزِيدْكُمْ مِّنْهُمْ يَزِيدْكُمْ فِتْنَةً وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْقَائِلِينَ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْقَائِلِينَ

يَزِيدْكُمْ مِّنْهُمْ يَزِيدْكُمْ فِتْنَةً وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْقَائِلِينَ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْقَائِلِينَ

يَزِيدْكُمْ مِّنْهُمْ يَزِيدْكُمْ فِتْنَةً وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْقَائِلِينَ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْقَائِلِينَ

اور کسی ضرورت سے بامداد امیر المؤمنین داخل ہو سکتے ہیں، اور نہ قطعاً کا اعلان کا شائبہ کہ  
نفع نفع کے سبب ان کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہے، انکو  
مسجد میں غھبراہا ملائکہ رکے، وہ اس وقت کا فرستے، صحابہ کرام نے وزن بھی کیا، یا رسول اللہ! یہ قوم  
جو قرآن پڑھنے لے کر یا کہ مسجد کی زمین پر ان قرآن کی خواست کا کوئی اثر نہیں پڑتا (معاذ اللہ)  
اس روایت نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ قرآن کریم میں کسی مشرکین کو حق کہنے سے انکی  
خواست کفر و شرک نہ رہے، جیسا کہ امام غزالی اور یقیناً کلام کا مسلک جو دہائی مروج حضرت جابر  
ابن عبد اللہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے علم نے فرمایا کہ کوئی مشرک کہہ سکے کہ میں  
نہ جانتا، بجز اس کے کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا کثیر ہو تو نبوت اس کو داخل کر سکتے ہیں (قرطبی)  
یہ حدیث بھی اسی کی شائبہ کہ قرآن خواست کا ہرگز قرآن کے کرشمہ میں کوئی مسجد حرام  
سے نہیں روکا گیا ورنہ اس میں غلام اور جاری کی کوئی تخصیص نہ تھی، بلکہ بنیاد اصل کفر و شرک  
اور ان کے مذہب کا حضور جو غلام و کنیز میں بغیر نہیں، ان کو اجازت دیدی گئی، اس کے علاوہ  
ظاہری خواست کے اعتبار سے تو مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کہ خواست یا حدیث اگر کہ حالت میں  
ان کے لئے بھی مسجد حرام کا داخل مسموع ہے۔

نیز ہر کہ تفسیر کے مطابق مسجد حرام سے اس مسجد پر اور حرم مزاحمہ تو وہ بھی اس کا  
مقتضی ہو کہ یہ مملکت ظاہری خواست کی بنیاد پر نہیں، بلکہ کفر و شرک کی خواست کی بنیاد پر ہو،  
اس لئے صرف مسجد حرام میں ان کا داخلہ مسموع نہیں کیا گیا، بلکہ بوسہ حرم مجرم میں مسموع قرار  
دیا گیا، کیونکہ وہ اسلام کا ہی اور ایک قلعہ ہے، اس میں کسی غیر مسلم کو رکنا اور ان کی کھانہ  
ادام غزالی اور یقیناً کسی اس تحقیق کا حامل ہے کہ اگرچہ خواست سے مسجد کی تعلیم میں ایک  
مستقل مسئلہ ہے، جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے، لیکن اس آیت کا تعلق اس مسئلہ  
سے نہیں بلکہ اسلام کے اس سیاسی حکم سے ہے جن کا اعلان سورۃ بارات کے شروع میں کیا  
گیا ہے، کہ جتنے مشرکین تکہ میں موجود تھے، ان سے حرم مجرم کو خالی کرنا مقصود تھا، لیکن بتائے  
حلی والہ صاف و صریح حکم مذکور ہے کہ جتنے بھی سب کو یہ نظر خارج کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ جن  
لوگوں کے کسی خاص مینا کا معاہدہ تھا اور وہ لوگ اس معاہدہ پر قائم رہے تو ان کی مینا و معاہدہ  
پر کسی کے اور او قیوں کو کچھ کہ مہلت دے کر مال ہر کے اندر اس تجویز کی تعمیل پیش نظر تھی  
اس کی بنا پر اس آیت مذکورہ میں کیا کہ اس سال کے بعد مشرکین کا داخلہ حرم مجرم میں مسموع ہے  
وہ مشرکانہ و محرومہ کو نہ چاہیں گے۔

اور ہر طرح سورۃ قیوم کی آیات میں داخلہ مجرم پر یہ بیان کر دیا گیا کہ مسلمانہ ہر کے بعد

کوئی مشرک حرم مجرم میں داخل ہو سکے گا، اور بات حدیث میں آ حضرت مسلم بن عبد اللہ کے علم میں اس  
وائر کو اور وسیع فکر کر رہے تھے، بجز العرب کے لئے کسی نیک و بد یا خواہ مخواہ ہر سال کے اس کی  
تعمیل نہ ہونے پائی، ہر سال کو کچھ بھی دوسرے جگہ میں مسلمان کی وجہ سے اس پر قیود نہ ہونے  
خارج و اعظم نے اپنے زمانہ میں اس حکم کو خذ فرمایا۔

اب رہا تذکرہ کی خواست اور مسجد کی خواست سے تعلیم کا مسئلہ وہ اپنی جگہ پر نہیں کے  
مسائل کتب فقہ میں تفصیل سے مذکور ہیں، کوئی مسلمان بھی ظاہری خواست یا حالت جنابت  
میں کسی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، اور عام کفار و مشرکین جو باذیل کتاب وہ بھی حقاً ان خواست  
سے پاک نہیں ہوتے، اس لئے بضرورت شیعہ، ان کا داخلہ بھی کسی مسجد میں جائز نہیں۔

اس آیت کی روش سے جب کفار و مشرکین کا داخلہ حرم میں مسموع کر دیا گیا تو مسلمانوں کے  
سامنے ایک معاشی مسئلہ پیش آیا کہ کسی کوئی پیداوار نہیں، یا ہر کے لئے وہ اپنے ساتھ  
ضروریات لاتے تھے، اور موجود میں بھی اپنی مکہ کے لئے سب ضروریات جمع ہو جاتی تھیں، اب  
ان کا داخلہ مسموع ہو جانے کے بعد کام کیسے چلے گا، اس کا جواب قرآن میں یہ دیا گیا کہ قُلْ اِنَّ  
يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ فَيُخَوِّضُ فِيهِ مَنَاسِكَ ۚ فَيُخَلِّصُ مِنْهُ مَنَاسِكَ ۚ فَيُخَلِّصُ مِنْهُ مَنَاسِكَ ۚ فَيُخَلِّصُ مِنْهُ مَنَاسِكَ ۚ  
اندر لایہ جو ترجمہ کر کے نظام معاش تمام مخلوق کا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے، اگر وہ چاہیں گے تو نہیں  
ان سب کفار سے متعلق کر دیں گے، اور یہاں اگر چاہیں گے کہ قید لگائے یا مطلب یہ نہیں کہ اس  
میں کوئی شک و تردد ہو، بلکہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ مومن ابی اسباب پر نظر کیے والوں  
کے لئے اگرچہ یہ بات بہت ہیہ اور مشکل نظر آئے گی کہ ظاہری ذریعہ معاش میں ہی غیر مسلم تھے، انکی  
داخلہ مسموع کرنا پڑے لے اسباب معاش تعلق کرنے کے معزاد ہے، مگر ان کو معلوم ہونا چاہیے  
کہ اللہ تعالیٰ ان اوی اسباب کا محتاج نہیں، جب ان کا وہ کسی کام سے متعلق ہو جائے تو  
سب اسباب معاشی ہوتے چلے جاتے ہیں، چاہئے کی ویر ہے اور کچھ نہیں، اس لئے ان شانہ  
فرما کر اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ وَلَا يَمُونُوا بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا

لَا دُونَ ذَلِكَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ

يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ

قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ

قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ قُلْ يَوْمَ الْآخِرَةِ اللَّهُ يَرْبُ الْغَالِبِينَ ۚ

وَمِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ عَشِيَ يُغْوُوا السَّجْدَةَ عَنِ قَبْلِ وَهُمْ  
 ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ چھو دی اپنے اچھے ذلیل  
 طبع سے ۱۰ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى  
 عِيسَى ابْنُ اللَّهِ قُلْ بَشَرٌ مِثْرُكُمْ فَذَرْهُمْ لَا يَصْبِرُونَ قَوْلَ  
 کریم اللہ کا بیٹا کہہ دیجئے کہ میں اپنے مشرکوں کے لئے جھگڑا ہوں  
 الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَكَلِمَةُ اللَّهِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ قَوْلٌ  
 کی بات کی ۱۰ صاف کر دے ان کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ۔

### خلاصہ تفسیر

اہل کتاب جو کہ خدا پر لڑ پڑا اور ایمان رکھتے ہیں اور دنیا پرست کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور دنیا پرستوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام ٹھہرایا ہے اور نہ جتنے دین و اسلام کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ مخالفت ہو کر اور رحمت میں ہر چیز پر دینا منظور کریں اور یہودیوں سے بعض نے کہا کہ لوہو بنو اسرائیل عوڑ پر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ دین سے اکثر نے کہا کہ مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے کہ جسے کہیں کا وہی میں کہیں نام و نشان نہیں ہے لیکن ان لوگوں کی کسی بھی چیز کے لئے جو ان سے پہلے کا فر ہوئے ہیں مراد بشر کی عیب و خصلت کو خدا کی نشان دہی کرتے تھے، مطلب یہ کہ ان کو تو یہ بھی کافر سمجھتے ہیں، پھر اس کی کسی کفر یا عیب سے اور پہلے میں اس میں ہر ایک مشرکین کی گرائی قدیم تھی، اعلان کو قدرت کرے یہ کہ کھڑے جاوے ہیں ذکر خدا پر ایسا فخر ادا کرتے ہیں تو ان کے اقوال کفر ہی تھے ۱۰

### معارف و مسائل

آیات مذکورہ سے پہلی آیت میں مشرکین ملکہ سے چار و قاتل کا ذکر تھا ان آیت میں اہل کتاب سے چار کا بیان ہے یہ گویا غزوہ جہنم کی جبر سے جو اہل کتاب کے مقابل میں

پہنچا گیا ہے، مذکورہ مشرکوں نے حضرت عیسیٰ سے عقل سمجھا کر یہ بات غزوہ جہنم کے بارے میں نکال دی ہے، اور غفلت اہل کتاب اگرچہ اپنے نفی میں اس کے اعتبار سے ہرگز کافر نہ تھے یہاں تک کہ اس کتاب پر ایمان رکھیں تو یہ گویا ان کی مصلحت میں یہ غفلت صرف یہود نصاریٰ کے لئے متبادل ہو چکے، کیونکہ عرب کے قریب و چار میں یہ دو فرقے اہل کتاب کے معروف تھے، اس لئے قرآن کریم نے مشرکین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے  
 اَنْ تَقُولُوا لِمَنْ كُنَّا اَنْتَ ابْنُ اللَّهِ الْكِتَابُ تَقُولُ لِمَنْ كُنَّا اَنْتَ ابْنُ اللَّهِ  
 وَاَنْتَ ابْنُ اللَّهِ قُلْ بَشَرٌ مِثْرُكُمْ

اور چار و قاتل کا جو کہ اس آیت میں مقابلہ اہل کتاب دیا گیا ہے وہ حقیقت میں کتاب کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ تمام طوائف خدا کا جو حکم ہے، کیونکہ اس آیت میں حکم کتاب کو پہنچانے بیان کی گئی ہے وہ سب خدا کے مشرک ہیں، تو حکم میں مشرک بننا چاہئے، مگر ذکر میں اہل کتاب کی خصوصیت اس لئے کی گئی کہ یہ کہیں خدا کے مسلمانوں کو ان کے مقابلہ میں پیدا و قاتل کرنے سے اس بنا پر تنگ ہو کر یہ لوگ کسی وجہ میں ایمان نہ رکھتے ہیں، اولاد و انجیل اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام پر ان کا ایمان جو تو حکم تھا کہ انبیاء سابقین اور ان کی کتابوں کے ساتھ ایمان کا منسوب ہونا مسلمانوں کے لئے چار و قاتل کا سبب بن جائے، اس لئے انھیں ان کے دین کتاب کا ذکر دیا گیا۔

دوسرے سطر کا ذکر میں اہل کتاب کے ساتھ خصائص کرنے سے اس میں بھی اشارہ ہو گیا کہ ایک حیثیت سے یہ لوگ زیادہ مزارعہ کے حق میں، کیونکہ یہ اہل علم تھے، ان کے پاس تورات و انجیل کا علم تھا ان میں خاصہ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ملتا ہے اور علیہ السلام سے بڑے ہے، اس علم کے (اور چار و قاتل کا ذکر اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں ان حیثیت سے ان کا جرم زیادہ مشہور ہو گیا، اس لئے انھیں ان خصوصیات پر ان سے جنگ کا ذکر کیا گیا۔

جنگ کے حکم کی چار وجوہ اس آیت میں بتائی گئی ہیں، اول ان کی تورات و انجیل، دین ان کے دین پر ایمان نہیں رکھتے، دوسرے تو ان کا پیغمبر الٰہی، دین ان کی کثرت پر ایمان نہیں رکھتے، تیسرے ان کی تورات و انجیل میں ان چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے جن کو اللہ نے حرام بنالایا ہے، چوتھے ان کی تورات و انجیل میں ہے وہی جو قبل نہیں کرتے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ تو بطور خدا تعالیٰ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور آخرت و دنیا پرست کے بھی تھے، ان میں چاروں چیزوں کے ایمان کی نفی کیوں کی گئی ہے یہ جو کہ بعض ایمان لانے کے الفاظ کو کافی نہیں، جو طریقہ کا ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک

















حلب کو روکا کر کے لئے جو لوگ مہینہ چڑھا جاتا ہے، لیکن لوگوں نے اس کو بھی اس بات کے تحت ناجائز سمجھا ہے، مگر وہ صحیح نہیں، بلکہ وہیں حساب میں اور مذکور مہینہ چڑھاتے ہیں اس سے احکام شرعیہ کا تعلق نہیں، اہل جاہلیت قریٰہ اور شرعی مہینوں میں نزاد کی کر کے شرعی احکام کو کھڑکے تھے، اس لئے منہ کیا گیا اور مذکور الکر شرعی احکام پر نہیں چڑھاسا لے، اس مانتہ میں داخل نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ اٰيَةُ اللّٰهِ وَاٰيَةُ اللّٰهِ اَنَّا نَلْقٰهُمْ اِلٰى الْاٰرْضِ مِنْ اَحْضٰهُمْ بِالْحَيٰوةِ الَّذِيْنَ يَمُوْنُ الْاٰخِرَةِ مِمَّا قَبْلُ هَآءِهِمْ يَوْمَ ذٰلِكَ لَا يَخْتَفِرُ كَذٰلِكَ هُوَ ذِكْرٌ لِّمَنْ يَّحْكُمُ بَيْنَ سَعٰءِ الْخَيْرِ الَّذِيْنَ يَمُوْنُ الْاٰخِرَةِ الْاَقْلِيْلُ ۝۱۰ اِلَّا تَتَّقُوْا وَيَعْلَمَ بَلَمُ تَقِيْطُ اٰيَةُ ذٰلِكَ كَاٰخِرَتِ كَيْ مَقَابِلِمْ عَنَّا مَقَابِلِمْ ۝۱۱ اَلَمْ تَرَ كَيْ تَخْرُجُ كَيْ مَقَابِلِمْ عَدٰۤاِبُ الْاِيْمٰهٖ وَتَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهُ سِيْۤا ۝۱۲ وَاللّٰهُ

اور وہ گاہ اور جلد میں لاؤں گا اور وہ گاہ میں سوا اور کچھ نہ بچاؤں گے مگر اس کا، اور وہ گاہ میں شیء قیوم ہے، اگر تم مردہ کرو گے رسول کی قاضی مدد کی پادشاہی سے جس وقت اس کو الیٰین کفر، وانی التبیٰن، اذہما فی العار، اذہما یقول لصاحبه کلاما کا فرولے کر وہ مردہ تھا وہیں کا جب وہ دہول تھے غلامی جب وہ کہہ انا لایٰین لا تَعَزَّوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۝۱۳ قَاتِلْ لِّلّٰهِ سَيْلِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاٰیٰتُہ سے تو علم نہ تھا، بیشک اللہ ہماری ساتھ ہی، پادشاہی کے امری اپنی طرف سے اس پر نہیں اور اس کی مجتہد کفر وہاں و جعل جملة الذین کفر، والفقہیہ و کرد و غیر، یہیں کرتے لے نہیں دیکھیں، اور چچے ذیٰ بات کا فرول کی، اور حلیۃ اللہ ہی العلیاء واللہ عزیز حکیم ۝۱۴ اٰیہ و اٰیہا اللہ کی بات ہمیشہ اور ہے، اور اللہ (ہر دست پر حکمت والا،) بخیر

وَقِيْلَ لَوْ جَاهِدْ وَاٰمَنُوْا لَكُمْ وَاٰيَةُ اللّٰهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ اَوَّلُ وَاٰيَةُ اللّٰهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ اَوَّلُ وَاٰيَةُ اللّٰهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ اَوَّلُ

اَوَّلُ وَاٰيَةُ اللّٰهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ اَوَّلُ وَاٰيَةُ اللّٰهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ اَوَّلُ وَاٰيَةُ اللّٰهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ اَوَّلُ

خلاصہ تفسیر

اے ایمان والو تم کو توں کو کہا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہو کہ اللہ کی راہ میں دینی جہاد کے لئے، انکو تو تم ایمان کو لئے جاتے ہو دینی مانتے اور چلتے نہیں، کیا تم نے آخرت کے لئے حوض و نیادی زندگی پر فدا نہ کر دی ہو؟ سوئی زندگی کی فتح کو کچھ نہیں بہت قبول کیا اگر تم اس جہاد کے لئے، نہ تھکے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا، دینی تم کو ہلاک کر دے گا اور تم باہر سے دوسری قوم پر ہلا کر دے گا، اور اس سے اپنا کام لے گا، اور تم اللہ کے دین کو کچھ مزہ نہ پہنچا سکو گے، اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے، اگر تم لوگ رسول و رسول اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ آپ کی مدد کرے گا، بیشک اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کرے گا کہ آپ اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت نہا جبکہ آپ کو کافروں کے لشکر کر کے کہے، جلادیں کر دیا تھا جبکہ وہ آدمیوں میں ایک آپ تھے، اور دوسرے حضرت ابو بکر صدیق ؓ آپ کے چوراہے ہیں، اس وقت کہ وہ دونوں (صاحب) غار (نور) میں موجود تھے جبکہ آپ اپنے چوراہے سے فرار ہے تھے، تو تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہاتھ سے ہوا ہے، اور وہ مدد وہی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے قتل پر اپنی طرف سے، جسکی تلال فرمائی اور آپ کو ہلاک کر دیا، اے لشکروں سے قوت دینی جو کو تم کو توں کے نہیں دیکھا، اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات

۱۴







کے بعد آخری فیصلہ پر بھی متاثر ہو کر،

”اگر تم جہاد کے لئے نکلے تو اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا کہ تم میں سے کون سے اور  
کون سے جہاد کے لئے نکلے اور قوم کو کھڑا کر دے گا، اور وہی پر عمل نہ کرنے سے تم کو شکست  
کے رسول کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

یہی آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ پیش کر کے بہت دیا گیا کہ  
اللہ تعالیٰ کا رسول کسی انسان کی نصرت و امداد کا محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست فیض  
امداد پہنچا دیتے ہیں، جیسا کہ ہجرت کے وقت پیش آیا، جب آپ کو آپ کی برادری اور اپنی وطن  
وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا، مغربی کپڑا لٹین بھی ایک ملاحین کے سوا کوئی دھندہ، دشمنوں کے  
پیادے اور سوار لشکر کا ہر حصے تھے، آپ کی جگہ پر پناہ بھی کوئی مستحکم قلعہ تھا، ہر ایک غارتھا،  
جس کے نکلنے تک حاکمین کرنے والے دشمن ہر پہنچ چکے تھے، اور وہ لٹین غار اور کڑے کو اس کی جان  
کا تو خطر نہ تھا، مگر اس لئے ہمسہر رہے تھے کہ یہ دشمن سرور اور دوسل علم اللہ علیہ وسلم جہاد  
ہو جائیں گے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت ہے کہ وہ نہ صرف خود ملحق ہجو  
بلکہ اپنے رفیق صدیق کو فرما رہے تھے: **لَا تَخْشَوْنِ يَا اَيُّهَا الْمُحِبُّونَ** ”تم غشیں نہ ہو کیونکہ  
اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

یہ بات کہنے کو تو ذرا غلط ہیں، کاروان کچھ مشکل نہیں، مگر سننے والے حالات کا پورا  
نقص سامنے رکھ کر دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھیں کہ محض باؤ ذات پر نظر رکھنے والے سے یہ ایسا  
مکمل ہی نہیں، اس کا سبب اس کے سوا دھماجوں کو قرآن نے اچھے پیلے میں لوشاد فرمایا،  
”اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک پر تسلی نازل فرمادی، اور ایسے مشکور  
سے آپ کی امداد فرمائی، جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔“

یہ لشکر فرشتوں کے لشکر بھی ہو سکتے ہیں، اور پورے عالم کی قومیں خود بھی خدائی لشکر  
ہیں وہ بھی ہو سکتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو کھڑا کھڑے پہلے ہجرت کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ کا پہلا بیان ہوا  
ہو تو آیت میں پھر کہیں کے طور پر اس حکم کا اعادہ فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے تم کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا تو تم پر کھڑا ہر مال میں فرض ہو گیا، اور  
اس حکم کی تعمیل ہی میں تمہاری ہر مچھلی کا انحصار ہے۔

پانچویں آیت میں چاروں دوسرے غفلت و سستی شریک نہ ہونے والوں کے ایک مذکور  
ہوئے کہ اس کی حد تک لگائی کہ یہ مذکور قبول نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو اختیار و قدرت  
فرمائی تھی انھوں نے اس کو شک سے ہم قدم نہ رہا، حالانکہ ان کے پاس یہ تمام استعدادیں ملتی ہیں۔

**عَمَّا لَللّٰهِ عَمَلٌ اِمَّا اَدْنٰتُ لَهُمْ حَتّٰی يَكْبِتَ اِنَّ لَكَ الْاٰتِ بِنَصْرِكَ**

اللہ جتنے بھروسہ کرے گا، کیوں نصرت دے دی تو اے نبی! کہ یہاں تک کلام ہر جہان کچھ نہ کہنے والے

**وَلَعَلَّكُمْ الْاٰتِ بِنَصْرِكَ اِمَّا اَدْنٰتُ لَكَ الْاٰتِ بِنَصْرِكَ**

اور جان لینا تو ہر جہان کو، یہی نصرت دے گا، جسے تم سے دو لوگ جہان لائے اللہ کے اور

**الْاٰخِرَانِ يُجَادُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاَللّٰهُ عَلِيْمٌ**

آخرت کے دو جہان سے کہ انہیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے

**بِالنَّاسِ اِنَّ اِمَّا اَدْنٰتُ لَكَ الْاٰتِ بِنَصْرِكَ**

اور دواں کو، نصرت دے گا، جسے تم سے دو جہان لائے اللہ کے اور

**وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْتَ اَبَدٌ**

اور آخرت کے دن پر اور کب میں نہ رہے، میں دل لے کر سورہ اپنے کسی میں ہلک رہے ہیں

**وَلَوْ اَرَادَ الْاَعْرَاجُ اَلْعَدُوْا لَهٗ عُدَّةٌ وَلٰكِنْ كَرَّمَ اللّٰهُ**

اور اگر وہ چاہتے تھے تو مزبور تیار کرتے، کچھ سامان اس کا جس پسند دیکھا اللہ نے

**اَنْ يَّجْعَلَ لَّهُمْ قِبْطَةً مِّنْ قِبْلَتِهِمْ اَقْعُدُ فَاَمَّا الْاَقْعُدُ**

ان کا احساں سو کر دیا، ان کو اور کھڑا کر دیتے، وہ سب سامان چھوڑ دے، اگر

**عَزَّ جُوْرُ اَفِيْعَتِهِمْ مَا اَزَادُوْهُمْ اَلْعَبَالُ وَلَا اَرْسَلُوْا اَحْلَافَكُمْ**

نکلے تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تھے، تم کو توئی اور محو رہے، دیکھتے تھے اللہ

**يَعُوْذُكُمْ الْاَفْتِنَةَ وَفِيْعَتُهُمْ تَتَمَعُوْنَ لَهُمْ وَاَللّٰهُ عَلِيْمٌ**

اللہ تعالیٰ کھلاش میں اور تم میں بیٹھے جاسوس ہیں ان کے اور اللہ خوب جانتا ہے

**بِالظَّالِمِيْنَ** لَقَدْ اَبْتَعُوْا الْاَفْتِنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلْبُوْا اَلَا

ظالموں کو، وہ کھلاش کرتے، یہ بھی بھلائی پہلے سے اور اللہ دیکھ رہا ہے

**اَلَا مَوْسٰی حَتّٰی جَاءَ الْهٖمُ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهَمَّ يَكُوْهُنَ**

تیرے کام میں ان کے کہ آپ کا وعدہ اور غالب ہوا، حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہیں رہے

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ اِنَّنَا اِلٰهٌ اَوْ لَا تَعْلَمُ يَوْمَ الْاٰلَا فِ الْفِتْنَةِ سَقَطُوا  
اور سمجھتے ہیں کہ ہم خود کھشت دے اور ہم ہی خدا ہیں، مگر یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے ہی  
ذَلٰنْ جَعَلَكُمْ لِمُصِيبَةٍ لَا تَأْلِفُ الْكَافِرِيْنَ ۝ اِنَّ لِّصَبِّكَ حَسَنَةً لِّسَعْدِكُمْ  
اور جبکہ دور کا عجز ہے کہ اس قدر کہ اگر تم کو پہنچے کہ خودی خود ہی جتنی بدگمانی  
وَلَا تَصْبِكَ مُصِيبَةٌ يَّقُوْا اَنْ اَخَذْنَا اَمْرًا مِنْ قَبْلُ وَ  
اور اگر پہنچے کہ کوئی سختی تو کہتے ہیں ہم نے تو ستمناں کیا تو انہیں پہلے ہی اور  
يَتَوَلَّوْا وَهُمْ فِي رُخْوٰنٍ ۝ قُلْ لَنْ يُّصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ  
ہر گز ہمیں خوشیاں کرتے، تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا عجز ہی جو کہہ دے  
لَكَ اَمْ هُمْ مَوَّلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ۵۱  
تو کہہ دے تو وہی جو کار ساز ہمارا، اور اللہ ہی پر ہمارے کہ جو روبرو کریں مسلمان، تو کہہ  
كَلَّا تَرٰ بُصُوْنَ يٰۤاِلٰهَ الْاَحْدٰى الْحَسْبِكُنَّ ۚ وَتَحْنُ نَكْرَهْنَ  
نہ کیا امید کر گئے، جانے حق میں عجز وہی جو ہیں سے ایک کی اور ہم امید دہی ہمارے  
يَكْمُرُ اَنْ يُّصِيبَكُمْ اللّٰهُ يَعْصٰۤاِبُ مِنْ عَذَابٍ اَوْ يٰۤاَيُّهَا  
حق میں کہ تو نے ہم پر اللہ کوئی عذاب اپنے پاس سے یا جانے (تو کہہ)  
فَكَرِهْتُمُوْا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرٰۤيِّضُوْنَ ۝ ۵۲  
سو مشتعل ہو رہے ہیں تمہارے ساتھ مشتعل ہیں۔

## خلاصہ تفسیر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف تو فرما دیا، لیکن آپ نے ان کو راسی جلدی اہواز  
نہیں دی، جس کی وجہ سے آپ کے سامنے پہنچے لوگ غار پر چڑھے، اور وجہ تک کہ  
جس کوئی کہ معلوم نہ کر سکتے، تاکہ وہ خوش و خوش نہ ہوں، بلکہ ہم نے آپ کو دھوکا دیا اور  
جو لوگ اللہ پر ادا قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے ایمان اور ایمان سے جدا کرنے کے سزا  
ہیں اس میں شریک نہ ہوں گے، آپ سے رخصت نہ ہوں گے، بلکہ وہ ہم کے ساتھ

ورڈ پر ہیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان مشقوں کو عذاب جانتا ہے، راز اور قیامت دے گا، البتہ وہ  
لوگ دنیا میں جہانے کی آپ سے رخصت نہ ہوں گے، جو اللہ پر ادا قیامت کے دن پر ایمان  
نہیں رکھتے، اور ان کے دل واسطے ہم سے شکستیں پہنچے ہیں سو وہ اپنے مشکوک میں پڑے  
ہوئے... جن میں ہی وہیں موافقت کا خیال ہوتا ہے، ہمیں مخالفت کا، اور اگر وہ لوگ دوزخ وہ  
ہیں، پہنچے گا اور وہ کرتے دیکھا کہ، اپنے خدا کے وقت ظاہر کرتے ہیں کہ پہنچے گا قیامت، خدا  
نہیں کیا کیا جانے، فلاں مغزوت پیش آگئی سرگراں ہوا، تو اس پہنچے گا کچھ سامان تو دیتے  
کرتے دیکھا کہ سفر کے لوازم سے ہے، لیکن رازوں نے تو مشرت سے ارادہ ہی نہیں کیا  
اور اس میں غیر خودی دیکھا کہ، آپ نے تو فرمایا، اور اس کے غیر ہونے کی وجہ سے، اللہ  
تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا، اس لئے ان کو قیامت نہیں دی اور دیکھ کر بھی، ان  
بہرہ دیا کہ ان پہنچے لوگوں کے ساتھ ہمیں یہاں ہی رہو، رہو اور ان کے جانے میں غیر خودی  
کی وجہ یہ کہ، اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جائے، تو اس کے کہ اور دوزخ کا شکار گئے  
اور کیا ہوتا وہ خدا ہی ہوگا، تمہارے درمیان فتنہ پر داری کی فکر میں دوشے دوشے  
پہنچے رہیں، لیکن اللہ تعالیٰ بھائی کرے کہ آپ میں تفریق نہ دے، اور جوئی نہیں آؤ اگر یہ  
کرتے، دشمن کا دھب تمہارے قلوب میں ڈالنے کی کوششیں کرتے، اس لئے ان کا ٹھکانا  
اچھا چلا، اور اب بھی، تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں، جن کو اس سے زیادہ نساہ  
کی تعمیری میں عبادت نہیں، اور ان ظالموں کو اللہ خوب سمجھے گا اور ان لوگوں کی فتنہ ساز  
و فتنہ پر داری کچھ آج نہیں نہیں، انہوں نے تو پہنچے دیکھا کہ اللہ دوزخ میں، بھی فتنہ پر داری  
کی فکر کی، جس کو ساتھ ہو کر جہنم گئے کہ مسلمان دل شکستہ ہو جائیں، اور اس کے  
ظاہر میں آپ کی (مغزوت سالنے) کے لئے کاؤز انہوں کی اللہ سے کرتے ہیں، یہاں تک  
کہ سہا وعدہ کیا اور دامن کا آنا یہ کہ، اللہ کا حکم غالب ہو، اور ان کو ناکارہی گزری ہو،  
اس طرح آئندہ میں باطل قتل دیکھ کر کچھ نہ کہیے، اور ان (مناہضین) میں بعض  
وہ ہی جو آپ سے آگیا ہے کہ کچھ کو دوزخ میں نہ جانے کی اور کچھ دینے کی اجازت دے دیجئے  
اور کچھ کو خیر الی میں نہ ڈالئے، جو کہ لوگ خیر الی میں گڑھے ہیں، اور کچھ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی اور کمر سے بڑھ کر اور کوشش خیر الی ہوگی، اور بعض دوزخ و فتنہ  
میں ان کا قتل کر گزیرے گی اگر آپ کو کوئی بدی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کے لئے موجب  
کرم ہے، اور اگر آپ پر کوئی مارد آگیا ہے تو وہ خودی ہو کر کہتے ہیں کہ ہم نے تو اس  
واسطے پہنچے سے اپنا امتیاز کا پہلو اختیار کیا تھا، ورنہ ان کے ساتھ کوئی دوزخ میں نہیں گزرتے

اور وہ بیکر و خوش بخت ہے جسے چلے جاتے ہیں کپ در کپ میں اس سے دو باتیں اخراہہ کیجئے،  
 ایک تو یہ کہ ہم کوئی حادثہ نہیں جو سنا کر وہی جو اشرار نے اپنے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے،  
 وہ ہمارا مالک ہو، دوسری ایک حقیقت جو بزرگ سے ملے کہ اس پر ماضی ہوتا تھا جب ہم اور ہمارے  
 سب خاصہ ہیں، اللہ کے قوس سلطانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھنے کا ہمیں وہ دوسری بات  
 فرمادی کہ وہاں سے لے جیسی اچھی حالت بہتر ہے دیکھیں جو حادثہ بھی ہوتا تھا، ہم ہاں ہمارے  
 کو اس میں دلچ و دلورہات و قطع سہاگت ہوتا بہتر ہے، پس اس کو ہمارے حق میں وہ بہتر ہے  
 میں سے ایک بہتری کے منتظر ہے جو ہم میں جو ہماری حالت کے منتظر رہتے ہو کہ وہ  
 کیا ہو تو خود وہ حسد ہوا مصیبت ہمارے لئے دو دنوں میں ہی پہنچی ہے، اور ہم تمہارے  
 حق میں اس کے منتظر ہاں کرتے ہیں، اگر خدا تعالیٰ تم پر کوئی عذاب راجع کرے گا خود اپنی  
 طرف سے دو دنیا میں یا آخرت میں، انا ہمارے ہاتھوں سے وہ کچھ تم پر ہی کفر کرتا ہو کر وہ  
 قوسوں دوسرے تمہارے قتل کے جاذب اس طرح اپنے طور پر، انتظار کرو اور ہم تمہارے ساتھ  
 رہنے پر، انتظار کریں۔

## معارف و مسائل

اس سورہ کے مترکضین پانچ ہیں منافقین کا ذکر ہے، جنہوں نے جبریلؑ سے  
 پیش کر کے غزوہ تبوک میں مدینے کی اجازت دے لی کہ ہم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر اپنی حق  
 اس کے ضمن میں بہت سے احکام و مسائل اور ہدایات ہیں۔  
 پہلی آیت میں ایک طبعیت انہوں سے رسالت آگئی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی  
 شکایت ہے کہ ان منافقین نے جبریلؑ کو کہہ کر اپنے آپ کو معذور و ظاہر کیا اور آپؐ نے قبل اس  
 کے کہ ان کے حال کی تحقیق کر کے جبریلؑ کا پتہ لگائے ان کو رخصت دیدی جس کی بنا پر  
 یہ لوگ خوشیاں مناتے اور دیکھتے پھر کہہ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب حوکہ  
 دیا، اگرچہ اچھی باتوں میں حق تعالیٰ نے اس کا بھی اظہار فرمایا کہ یہ لوگ صحت جلیلہ والے تھے  
 خدا پیش کر رہے تھے، ورنہ اگر ان کو اجازت نہ دی جاتی جب بھی یہ لوگ جانے والے تھے  
 اور ایک آیت میں اس کا بھی اظہار فرمایا کہ اگر باغیوں نے لوگ اس جہاد میں جاتے ہیں تو ان  
 مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، بلکہ ان کی سازش اور فتنہ پروازی سے اور خطرہ ہوتا۔  
 جس فتنہ سے یہ کہ ان کو اگر اجازت دی جاتی تو پھر بھی یہ جانے والے نہ تھے مگر  
 ان کا اتفاق مکمل جانا، اور ان کو مسلمانوں پر یہ طعنے لگانے کا موقع نہ ملتا کہ ہم نے ان کو خوب

جو وقت بنایا، اور مقصد و حقیقت عتاب نہیں بلکہ بات یہ کہ اگر کافر ان لوگوں کی چالوں سے  
 باخبر ہیں، اور صورت جو ایک قسم کا عتاب بھی ہو تو کس مصلحت و عتاب کے ساتھ کہ عتاب کی  
 بات جو ہم آؤشت کہتے سے شروع ہوتی ہے، یعنی آپؐ نے ان لوگوں کو کسوں اجازت دیدی  
 اس کے ذکر کرنے سے پہلے ہی عتاب و عذراہ و ذکر فرمایا، ہمیں یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ  
 نے آپؐ کو معاف فرمایا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب و مقام اور آپؐ کے خلق مع اللہ م نظر  
 رکھنے والے حضرات نے فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عاقبت خلق حضرت علیؑ  
 کے ساتھ تھا اس کے پیش نظر یہ کہ قلب مبارک اس کا خلق ہی ذکر کرتا تھا کہ حق تعالیٰ کی  
 سے کسی معاملہ میں آپؐ سے جواب طلب کیا جائے، اگر شروع میں اپنے آؤشت کہنے کے الفاظ  
 ذکر فرمادیتے، اسے میں یہ صورت جواب علیؑ کا عنوان ہے تو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 قلب مبارک اس کا خلق نہ کر سکتا، اس لئے اس سے پہلے عتاب و عذراہ فرما کر ایک طرف تو  
 اس پر مطلع کر دیا کہ کوئی ایسا کام جو ایسا ہے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہ تھا، دوسری  
 اس کی معافی کی اطلاع پہلے دیدی تاکہ اللہ اسلام قلب مبارک... پھر یہ وہ شاف نہ ہو۔

اور لفظ معافی سے پیشہ نہ کیا جائے کہ معافی تو جرم و گناہ کی جو کرتی ہے، اور  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے معصوم ہیں تو پھر معافی کے یہاں کیا حق ہو سکتے ہیں  
 وجہ یہ کہ معافی جیسے گناہ کی ہوتی ہوا ہے یہی عتاب اولیٰ اور ناپسندیدہ چیز کے لئے بھی  
 معافی کا استعمال کیا گیا سکتا ہے، اور وہ عیب و عیب کے معافی نہیں۔

دوسری اور تیسری آیت میں مؤمنین اور منافقین کا یہ فرق بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ پر  
 صبر ایمان رکھنے والے ایسے موقع پر بھی اپنی جان و مال کی محبت میں جہاد سے جان چڑھانے کے  
 لئے آپؐ سے رخصت نہیں، انکار کے، بلکہ یہ کام صرف انہی لوگوں کا ہے جن کا اللہ پر اور اللہ  
 آخرت پر ایمان صحیح نہیں، اور اللہ تعالیٰ مسخ لوگوں کو خوب جانتے ہیں۔

چوتھی آیت میں ان کا ذکر فرمایا ہے کہ ایک قرینہ یہ بتلایا ہے کہ قرآن اور اللہ  
 انہوں نے ان کے لئے خلق کیا، یعنی اگر واقعی یہ لوگ جہاد کے لئے نکلے گا اور وہ رکھتے تو  
 اس کے لئے مذہبی حقائق کی دی بھی تو کرے، لیکن انہوں نے کوئی عبادی نہیں کی، چنانچہ  
 معلوم ہوا کہ ان کا جہاد غلط تھا، اور حقیقت ان کا ارادہ ہی جہاد کے لئے نکلنے کا نہیں تھا  
 مذہب معقول اور نامعقول میں امتیاز  
 اس آیت سے ایک اہم اصول مستفاد ہوا، جس سے معقول اور  
 نامعقول میں امتیاز کیا جاسکتا ہے، وہ کہ مذہب جہاد میں





اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

اللَّهُ اراد اس کے رسول نے اور کہنے کا یہی ہم کو اللہ اور وہ دیکھا ہم کو اپنے فضل سے

وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ نُشِيرُونَ

اور اس کا رسول ہم کو تو اللہ ہی ہائے۔

### خلاصہ تفسیر

آپ کے راہی منافقین سے افراد بچنے کو تم چاہو اور جو میں خواہ خوش سے خرچ کرو یا انکو  
سے تم کبھی طرح خدا کے نزدیک مقبول نہیں دیکھو کہ جو مسخرہ تم نافرمانی کرنے والے وقت ہوا  
وراد اس سے کہہ رہے ہیں کہ آج ہے اور ان کی تجارت ٹھہر رہی ہے اس کے سوا کوئی  
مال نہیں کہ انھوں نے اللہ کے سامنے اور اس کے رسول کے سامنے خرچ کر دیا اور ان کو  
کہا تھا اور ان کا کوئی عمل مقبول نہیں اور اس کو ان کی عمل مست ظاہر میں ہے کہ وہ  
وگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہمارے ہی سے اور دیکھ کام میں ان خرچ نہیں کرتے مگر ان کو ان  
کے ساتھ کر دیکھ کر ان میں ایمان نہیں ہے ان سے امید تو اب ہوا اور اس امید سے وحشت  
صحت پڑی ہے بچے کو لڑکے میں چون کہہ کر رہے ہیں اور جب وہ ایسے مردود ہیں تو ان کے اعمال  
اور اولاد کو کہہ کر اس تعجب میں نہ آئیں کہ ایسے غیر قبول مردود و فوٹوں کو اتنے انعامات  
کس طرح عطا ہوئے اور دیکھ واقع میں ان کے لئے نعمت نہیں ایک قسم کا عذاب بھی ہو کر رہا  
اللہ کو صرف یہ منظور کہ ان چیزوں کی وجہ سے دوسری زندگی میں دیکھ ان کو گرفتار عذاب  
دیکھ اور ان کی جان بقیہ کی حالت میں نکل جاوے جس سے آخرت میں بھی گرفتار عذاب  
ہوں تو جس مال اور اولاد کا یہ انجام ہو اس کو انعام جیسا ہی غلطی ہے اللہ یہ (منافع) و لوگ  
اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں دینی مسلمان ہیں) حال کھاتے (واقع میں) وہ تم  
میں سے نہیں لیکن ذرات یہ ہے کہ وہ درگاہ لوگ لوگ ہیں ڈر کے لئے جھولی تھیں ہمارے  
اپنے کو کہ جھیلے ہیں کہ ہمارے ساتھ دوسرے کھانا کا سامان مسلمانوں کی طرف سے نہ  
ہوئے گئے اور کسی دوسری جگہ ان کا کھانا نہیں چاہا ان کو آدھی بارہا میں دروازہ ان لوگوں  
کو اگر کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی تو وہیں پہاڑ وغیرہ میں ان کا داخل جاتے یا کوئی شخص غلط  
کی ذرا جگہ مل جاتی تو یہ سزا دیکھنا تھا کہ وہ کھری چل دیتے دگر یہ صورت ہے جس میں اس  
لئے جھولی تھیں کھانا کہ اپنے آپ کو مسلمان بناتے ہیں اور ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو

۱۳

صدقات و تقسیم کرنے کے ہوسے میں آپ پہنچ کر رہے ہیں اگر اس تقسیم میں فساد یا فساد  
نہیں کر لیا گیا تو اگر صدقات میں سے ان کو ان کی خود کوشش کے مطابق مل جائے تو وہ راضی ہو جائے  
ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو واپس خود کوشش کے مطابق نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جائے  
ہیں وہ جس سے معلوم ہو کہ ان کے اعزاز میں ان کا منشا اور اصل کوئی اصول نہیں بلکہ جس دنیا  
اور خود خوشی ہے اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ اس کو پر راضی رہتے ہوئے اللہ نے  
ان کو دے دیا تھا انھیں اللہ اس کے رسول نے دیا تھا اور اس کے متعلق ایسا کہتے .. کہ ہم کو  
اللہ رکھا دیا کافی ہے ہم کو انسان کا عہدہ سے مل سکتا تھا اس میں خیر و برکت ہوگی اور اگر  
اگر حاجت پیش آئے گی اور مصیبت ہوگی تو اللہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اور  
دے گا اور اس کے رسول و علی و علیہ وسلم وہی ہم کو دے گا اور اس سے اللہ ہی کی طرف  
راغب ہیں راضی سے سب امیدیں رکھتے ہیں

### معارف و مسائل

سابقہ آیات میں منافقین کی بد اخلاقی اور بد اعمالی کا ذکر تھا مذکورہ تمام آیات میں  
ہیں ہی مضمون ہوا اور ان کے لئے اللہ کی لعنت ہے ان میں جو یہ اوصاف فرمایا کہ منافقین کے  
بال و بال وہ ان کے لئے لعنت نہیں عذاب ہیں اور جس کی کہ ہے کہ دنیا کی جمعیت میں انہماک  
الانسان اس دنیا ہی میں ایک غیاب و مصیبت ہیں جانا ہے اول مل دنیا کے معامل کرنے کی  
فتناؤں اور پھر دوسروں میں کسی کسی محنت و مشقت اور گرفتاری اور روحانی اخلاقی  
پڑتی ہے نہ ان کا نہیں شرافت کی نیند نہ اپنے نہ بدن کی خبر نہ مل دیکھ ان میں میں مل سکتے  
کی فریبست، پھر اگر وہ معامل ہو گیا تو اس کی حفاظت اور اس کے بڑھانے کی فکر کی ولت  
کا مذاہب ہے اور اگر وہ اس انفعالی ہو گیا تو اس کی حفاظت اور اس کے بڑھانے کی فکر کی ولت  
اور اگر سادہ چیزیں ان کے لئے سے طبیعت اور عقلی شمس کے مطابق حاصل بھی ہو جائیں تو اس  
کے کھٹ جانے کا اندیشہ اور بڑھانے چلے جانے کی فکر کسی وقت نہیں نہیں بیٹے و بیٹی  
پھر یہی آخر کار یہ چیزیں موت کے وقت لے چکے ہیں اس کے ہاتھ سے جاتی ہیں تو  
اس پر جس کا نام مسئلہ ہو جاتی ہے یہ سب عذاب ہیں عذاب ہیں جس کو یہ وقت انسان جس نے سامان  
راحت کا کام نہ کر دیکھا ہے اور حقیقی راحت یعنی قلب کا سکون و الطمان ... کی  
اس کو ہوا بھی نہیں ملے گی اس لئے سامان راحت ہی کی کو راحت سمجھ کر اس پر متکی رہتا ہے جو  
حقیقت میں اس کیلئے دیکھ کے کہ اس کو کام نہیں ملے گا اور آخرت کے عذاب کا مقدمہ بھی۔

آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال صدقات میں سے منافقین کو بھی حصہ دیا کرنا تھا، مگر وہ خواہش کے مطابق دینے پر ناراض ہوئے۔

اور میں خوش رہنے لگے تھے، یہاں اگر صدقات سے مراد عام فتنے جانی جن میں صدقہ واجبہ اور فطر واجب شامل ہیں، تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ لغوی صدقات میں سے غیر مسلم کو دینا یا لغائی اہمت جائز اور سنت سے ثابت ہے، اور اگر صدقات سے مراد اس جگہ صرف فطر، ذکوۃ و عشو وغیرہ ہیں، تو منافقین کو اس میں سے حصہ دینا اس بنا پر صحیح کہ انہیں آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، اور ظاہری کوئی حجت اس کے نفی پر قائم نہ ہوئی تھی، اور اناشی تعالیٰ نے مصلحت حکم میں دے رکھا تھا کہ منافقین کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو مسلمان کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ ویسا ہی عسکرانہ مختصراً

لَا يَأْتِيَنَّكَ الْفُلُوكُ إِلَّا وَخَيْرٌ مُسَلَّاتٍ، اس آیت میں منافقین کی دُعا کا اظہار  
 جتنا بھی پورا ایک پرکھاؤ کو آؤں وہ سب کبھی اور اے جی سے کریں دوسرے امیر کے راہ  
 میں خرچ کریں تو ناگواری کے ساتھ خرچ کریں۔

اس میں مسلمانوں کو بھی اس پر تنبیہ ہے کہ نماز میں سستی، کمال اور زکوٰۃ و صدقات سے ملی  
مکواری پیدا ہونا ملامت و نفاق ہے، مسلمانوں کو کوشش کر کے ان علامات سے بچنا چاہیے۔

[illegible]

خلاصہ تفسیر

دوسری امرقات اور صرف حق پر موقوفین کا اور عینا اور کلاؤ کو کہیں ان امرقات کی تحصیل اصول کر کے ہے چہرہ  
 پر لکھ کر کہیں ان کے مستند ہوں غلاموں کو کہیں غلاموں پر دوسری امرقات کے قرضہ کا کہیں ان کے مستند ہوں  
 دلوں کے سامنے ان کے اور سامنے ان کے اعمال ہیں جس کی طرف سے مستند ہوں ان کے سامنے ان کے مستند ہوں

معارف ومسائل

**مَصَارِفُ الصَّدَقَاتِ** | اس سے پہلے آیتوں میں صدقات کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض منافقین کے اعتراضات اور جوکے لاکر حجاج میں منافقین نے انھیں صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگایا تھا کہ آپ وصالحین صدقات کا تقسیم نہیں کرتے، جس کو چاہتے ہیں وہ چاہتے ہیں ویدے ہیں۔ اس آیت میں بنی حنیئہ نے مصارف صدقات کو حنین فرما کر ان کی اس غلط فہمی کو دور کروا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات خود حسین فرمادی ہے کہ صدقات کو لوگوں کو دینے چاہئیں، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم صدقات میں اس ارشاد ربانی کی تعمیل فرماتے ہیں، ابھی دینے کے لمحہ نہیں کرتے۔

اس کی تعریفیں اس حدیث سے بھی جوتی ہے جرابرادراداور وادقطنی نے حضرت زیادؓ کا  
حادثہ حدیثی کردار پیش سے نقل کی ہے، یہ فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ ان کی قوم کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر مسلمانوں کا  
رولڈ فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ لشکر بھیجیں، میں اس کا رد فرمایا  
ہوں، کہ وہ مصیبت پر و فرما دیار پر کہ آج میں گئے، پھر میں نے اپنی قوم کو خط لکھا تو سب سب  
مسلمان ہو گئے، اس پر آپ نے فرمایا: یا ایہا المسلمین! اذ انظروا فی قومہ، جس میں گویا ان کو  
باعتصاب دیا گیا کہ اپنی قوم کے محبوب اور مقتدا ہیں، میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا کوئی  
کمال نہیں، اللہ تعالیٰ کے کرم سے ان کو ہدایت برتری اور مسلمان ہو گئے، یہ فرماتے ہیں  
کہ میں ابھی اس مجلس میں حاضر تھا کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں کوئی سوال کرنے کے لئے حاضر ہوا، آپ نے اس کو یہ جواب دیا کہ:

”صرفات کی تعظیم کو اسٹھ قائم کرنے کی بجائے غیر شریعت کے بموجب جاری نہیں کیا۔  
بلکہ خود ہی اس کے آٹھ معضرت متعین فرما دیئے، اگر مرنے والے ان میں سے کسی ایک کا  
جو تو متعین نہ کر سکا ہوں، اپنی“ (تفسیر قرطبی، ص ۱۶۸ تا ۱۷۱)۔

آیت کا کافی نزول معلوم کرنے کے بعد آیت کی کھلی تفسیر کو شروع کرنے سے پہلے  
 کچھ ایسے کراہی عمل شاندار نے تمام مخلوقات انسان و حیوان و غریب و کوریڈر دینے کا وعدہ  
 فرمایا ہے، و تاہن ذلک آیت فی الکلامین و لا یخلف الذی یبذل فیہا، اوسا ہے میں اپنی حکمت  
 باخفا سے ایسا نہیں کیا کہ سب کو کوئی میں برا کر رہے، غرض کہ فخر کا فرق دو رہا، اس میں

کی اخلاقی تربیت اور نظام عالم سے متعلق سیکھنے والوں کی تعلیم کا یہ موقع نہیں اس محنت کے باعث کہیں کو ملے اور دنیا و باطنی کو قریب فقیر پھر مال و دولت کے مال میں غریب فقیر کا دست لگا دو اور ارشاد فرما دے **اَوْ اَمْ اَلَيْكُمْ مِنْ شَيْءٍ مُّتَعَدِّكُمْ لِيُتْلٰى عَلٰی سَمْعِكُمْ** جس میں بندہ پاک مالداروں کے مال میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم مقدار کا حصہ فقراء کے لئے رکھ دیا ہے، جو ان فقراء کا حق ہے۔

اس سے ایک قوی معلوم ہوا کہ مال داروں کے مال میں سے جو صدقہ نکالنے کا حکم دیا ہو یہ کوئی ان کا احسان نہیں، بلکہ فقراء کا ایک حق ہے، جن کی ادائیگی ان کے ذمہ ضروری ہے، دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق اللہ تعالیٰ کے نزدیک متعین ہو، یہ نہیں کہ جس کا بھی چاہے جب چاہے اس میں کمی بیشی کر دے، اللہ تعالیٰ نے اس متعین حق کی مقدار بھی بتلائے کا کام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا، اور اس لئے آپ نے اس کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ صحابہ کرام کو صرف ذائقہ بتلائے پر کفایت نہیں فرمائی، بلکہ اس معاملہ کے متعلق مفصل فتویٰ دیا، پھر آنحضرت فاروق اعظم اور عمر بن حزم کو سپرد فرمائے، جس سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ زکوٰۃ کے نصاب اور ہر نصاب میں سے مقدار زکوٰۃ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے واسطے متعین کر کے بتلا دی ہے، اس میں کسی زاد و زوریوں کی گنجائی کسی کو کمی بیشی یا تغیر و تبدل کا کوئی حق نہیں۔

صدقہ زکوٰۃ کی فرضیت صحیح ہے، کہ اگر ادائیہ اسلام میں ہی نہ ہو کہ کرم کے اندر نازل ہو گیا تھی جبکہ اسلام فقیرانہ پیشکش سے سورۃ مزمل کی آیت **فَاَنْتُمْ حِجَابُ الْمَشَلٰٓئِ وَ اَنْتُمْ اَنْتُمْ كَقَدْحَةٍ سَارِبَةٍ تَمْلُؤُا** کے بعد شروع ہوئی فرمایا ہے، نیز یہ کہ یہ سورۃ بالکل ابتداء ہی کے زمانہ کی سورتوں میں سے ہے، اس میں ملائکہ کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم بھی ہے، البتہ روایات حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء اسلام میں زکوٰۃ کے لئے کوئی خاص نصاب یا خاص مقدار مقرر نہ تھی، بلکہ جو ایک مسلمان کی اپنی ضرورتوں سے بچ دے وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاتا تھا، نصابوں کا تعین اور مقدار زکوٰۃ کا بیان بعد از ہجرت مدینہ طیبہ میں ہوا ہے، اور پھر زکوٰۃ و صدقات کی وصول پائی کا نظام محمدانہ امانہ کا تو فیح کر کے بعد صل میں لایا گیا اس آیت میں **اِمَّا عِدۡتُكُمْ بِرَدِّهَا عَلٰی اَمْ اَلَيْسَ اِلَیَّكُمْ رَدُّهَا** میں اسی صدقہ داہجہ کے مصارف کا بیان ہے کہ ناز کی طرح مسلمانوں پر فرض ہے، کیونکہ جو مصارف اس آیت میں متعین کئے گئے ہیں وہ صدقات فرض کے مصارف ہیں، نقلی صدقات میں روایات کی تصریحات کی بنا پر بہت وسعت ہو، وہ ان آٹھ مصارف میں منحصر نہیں ہیں۔

اگرچہ اوپر کی آیات میں صدقات کا لفظ عام صدقات کے لئے استعمال ہوا ہے، مگر یہی وجہ اور نقل و دونوں داخل ہیں، مگر اس آیت میں **اِمَّا عِدۡتُكُمْ بِرَدِّهَا عَلٰی اَمْ اَلَيْسَ اِلَیَّكُمْ رَدُّهَا** مراد ہے اور فقیر قرطبی میں ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ صدقہ مطلقاً بولا گیا ہے اور کوئی قرینہ نقلی صدقہ کا نہیں ہے تو وہاں صدقہ فرض ہی مراد ہوتا ہے۔

اس آیت کو لفظ **اَلَمْ اَعِدۡتُكُمْ** شروع کیا گیا ہے، یہ لفظ فقہاء و اخصائے لئے بہت پرانا ہے، اس شروع ہی کے کلمے کے بعد دو صدقات کے جو مصارف آگے بیان ہو چکے ہیں تمام صدقات و اہم صرف انہیں میں خرچ ہونے چاہئیں، ان کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں خرچ صدقات و اہم صرف انہیں میں ہو سکتے، جیسے جہاد کی تیار یا بنا یا مسجد و مدارس یا دوسرے رفاد عام کے ادارے، یہ سب چیزیں بھی اگرچہ ضروری ہیں، اور ان میں خرچ کرنے کا بہت بڑا قرب ہو، مگر وہاں قرآن میں ان کے مقدار میں متعین کر دی گئی ہیں، ان کو ان میں نہیں لگایا جاسکتا۔

آیت کا دوسرا لفظ **مُنۡفَقَاتٍ** صدقہ کی جمع ہے، صدقہ لغت میں اس مال کے مجزئہ کرنا کہا جاتا ہے جو اللہ کے لئے خرچ کیا جائے، رقاموس، اقام راغب نے معرکۃ الفکر میں فرمایا کہ صدقہ کو صدقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا دینے والا کو یا یہ دیکھی کرتا ہے کہ میں اپنے قول و فعل میں صادق ہوں، اس کے خرچ کرنے کی کوئی غرض و نیوی نہیں، بلکہ صرف اللہ کی رضا کے لئے خرچ کر رہا ہوں، اسی لئے جس صدقہ میں کوئی نام و نمود یا دنیوی غرض شامل ہو جائے قرآن کریم نے اس کو کمال عدم قرار دیا ہے۔

لفظ صدقہ اپنے اصلی معنی کے دوسرے عام ہے، نقلی صدقہ کو بھی کہا جاتا ہے، فرض زکوٰۃ کو بھی، نقل کے لئے اس کا استعمال عام ہے ہی، فرض کے لئے بھی قرآن کریم میں بہت جگہ پر لفظ استعمال ہوا ہے، جیسے **مَنْ حَقَّ ذِیۡنُ اَوْ اَمْ اَلَيْسَ اِلَیَّكُمْ رَدُّهَا** زیر بحث **اَلَمْ اَعِدۡتُكُمْ** وغیرہ، بلکہ قرطبی کی تحقیق قویہ ہے کہ قرآن میں جب ملان لفظ صدقہ بولا جاتا ہے تو اس سے صدقہ فرض ہی مراد ہوتا ہے، اور روایات حدیث میں لفظ صدقہ ہر ایک کام کے لئے بھی استعمال ہوا ہے، جیسے حدیث میں ہے کہ کسی ملان سے خوش ہو کر ملنا بھی صدقہ ہے، کسی بوجہ اٹھانے دینے کا یا بوجہ اخلاص و ایمانی صدقہ ہے، کمزور سے پانی کا ڈول اپنے لئے نکالنا اس میں سے کسی دوسرے کو دینا بھی صدقہ ہے، اس حدیث میں لفظ صدقہ مجازی طور پر عام معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

بیمار لفظ اس کے بعد **وَالْفَقَرُ** آج سے شروع ہوا ہے، اس کے شروع میں صرف





مال کی طرف سے کسی سے پیسہ دے کر خریدے، یا بچوں و شخص جو کسی غریب فقیر نے صرف سے حاصل شدہ مال بطور ہدیہ پیش کر دیا ہو۔

وہاں مسئلہ کہ مال میں صدقہ کو اس میں سے کتنی رقم دی جائے سو اس کا حکم یہ ہے کہ ان کی محنت و عمل کی حیثیت کے مطابق دی جائے گی (احکام الفقہ انکساص، قرطبی) البتہ یہ ضروری ہوگا کہ مال میں کی تو انہیں نصف ذکوۃ سے بڑے نہ دیائیں، اگر ذکوۃ کی وصولی ان کی اتنی ہو کہ مال میں کی تو انہیں دس کے نصف میں بانٹیں، دس سے بڑھ کر تو انہیں ان کی مالانہ کی، نصف سے زائد صرف نہیں کیا جائے گا (تفسیر مظہری، دہلوی) بیانی ذکوۃ سے معلوم ہوگا کہ مال میں صدقہ کو جو رقم بڑو ذکوۃ سے دی جاتی ہے وہ ہمیشہ فقیر نہیں کیوں ان کی خدمت کا معاوضہ ہے، اسی لئے اگر وہ غنی اور مال دار ہونے کے بھی وہ اس رقم کے مستحق ہیں، اور ذکوۃ سے ان کو دینا جائز ہے، اور یہ معاوضہ ذکوۃ کی اکثر حالت میں سے صرف ایک بھی مال میں ہے جس میں رقم ذکوۃ بطور معاوضہ خدمت دی جاتی ہے، ورنہ ذکوۃ ختم ہی اس طریقہ کا ہے جو عربوں کو اپنے کسی معاصر نے خدمت سے دیا جائے، اور اگر کسی طرح فقیر کو کی خدمت کے کرنا یا ذکوۃ دیا گیا تو ذکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

اس لئے یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں، اول یہ کہ مال یا ذکوۃ کا معاوضہ خدمت میں کیسے دیا گیا، دوسرے یہ کہ مال دار کے لئے یہ مال کیوں حلال کیسے ہوا، ان دونوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہوگا کہ مال میں صدقہ کی اصل حیثیت کو سمجھ لیا جائے، وہ یہ ہے کہ حضرات فقراء کے وسیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور یہ سب جانتے ہیں کہ وسیلہ کا قبضہ اصل وکیل کے قبضہ کے حکم میں ہوتا ہے، اگر کوئی شخص اپنا قرض وصول کرنے کے لئے کسی کو وسیلہ بخیر بنا دے، اور قرض دار یہ قرض وکیل کو سپرد کر دے تو وکیل کا قبضہ ہوتے ہی فرضدار بری ہو جاتا ہے، تو جب رقم ذکوۃ مال میں صدقہ لئے فقراء کے وسیلہ ہونے کی حیثیت سے وصول کرنی تو ان کی ذکوۃ ادا ہوتی، اب یہ پوری رقم ان فقراء کی ملک ہوگی ان کی طرف سے بطور وسیلہ انھوں نے وصول کی جو اب جو رقم بطور تحریک ان کو دی جاتی ہے وہ مال داروں کی طرف سے نہیں بلکہ فقراء کی طرف سے ہوتی، اور فقراء کو اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار ہے، ان کو یہ بھی حق ہو کہ قبضہ کرنا کام ان کی طرف سے لینے ہیں، اپنی رقم میں سے ان کو معاوضہ خدمت دیدی۔

اب سوال یہ وہ جانا ہے کہ فقراء نے قرائ کو وکیل مختار بنایا نہیں، اب یہی کے وسیلہ کیسے بن گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی حکومت کا سربراہ جو کسی امر کا احکام دے وہ قدرتی طور پر صاحب الامر ہونے تک کے فقراء، غریب واکیل ہوتا ہے، کیونکہ ان سب کی ضروریات

کی ضروریات پر مبنی ہوتی ہے، اب ہر ملک میں جس کو ضروریات کی وصولی دینی پر عامل بنائے وہ صاحب الامر کے نائب کی حیثیت سے فقراء کے کرنا ہو جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ مال میں صدقہ کو جو کچھ دیا گیا وہ درحقیقت ذکوۃ نہیں دی گئی، بلکہ ذکوۃ جن فقراء کا حق ہے ان کی طرف سے معاوضہ خدمت دیا گیا جیسے کوئی غریب فقیر کسی کو اپنے مقدمہ کا وکیل بنا دے اور اس کا حق ان خدمت ذکوۃ کے حاصل شدہ مال سے ادا کرنے کی ضمانت دے دے، اور بطور ذکوۃ کے دے دیا اور دینے والا ذکوۃ کی حیثیت سے رہا ہے۔

**فائدہ** تفصیل مذکور ہے یہی معلوم ہو گیا کہ اکمل جو اسلامی مدارس اور خانوں کے متبر یا ان کی طرف سے بھیجے ہوئے سفیر خدمات ذکوۃ و بطور عارضہ اور انھوں کے لئے وصول کرتے ہیں، ان کا وہ حکم نہیں جو مال میں صدقہ کا اس آیت میں مذکور ہو کہ ذکوۃ کی رقم میں سے ان کی تنخواہ دی جائے، بلکہ ان کو مدارس اور انھیں کی طرف سے جہاں کا تنخواہ دینا ضروری ہو ذکوۃ کی رقم سے ان کی تنخواہ نہیں دی جاسکتی، وجہ یہ ہے کہ لوگ فقراء کے وسیلہ نہیں، بلکہ صاحب ذکوۃ مال داروں کے وسیلہ ہیں، ان کی طرف سے سالانہ ذکوۃ کو مصروف پر لگانے کا انکو اختیار دیا گیا ہے، اسی لئے ان کے قبضہ ہو جانے کے بعد بھی ذکوۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی جب تک یہ حضرات اس کو مصروف پر خرچ نہ کر دیں۔

فقراء کا وکیل بن جانا اس لئے ظاہر ہے کہ قریبی طور پر کسی فقیر نے ان کو اپنا وکیل بنا لیا نہیں، اور اگر مال میں ان کی ولایت عام کی بنا پر جو خود بخود وکالت فقراء میں ہوتی ہے، وہ بھی ان کو حاصل نہیں، اس لئے ہر اس کے کوئی صورت نہیں کہ ان کو اس صاحب ذکوۃ کا وکیل قرار دیا جائے، اور جب تک یہ اس مال کو مصروف پر خرچ نہ کر دیں ان کا قبضہ ایسا ہی ہو جیسا کہ ذکوۃ کی رقم کو مال دار کے پاس رکھیں ہو۔

اس معاملہ میں عام طور پر غفلت برتی جاتی ہے، بہت سے ادارے ذکوۃ کا شد و ول کر کے اس کو سالانہ سال دیکھ دیتے ہیں اور صاحب ذکوۃ سمجھتے ہیں کہ ہماری ذکوۃ ادا ہو گئی، حالانکہ ان کی ذکوۃ اس وقت ادا ہوئی جب ان کی رقم مصروف ذکوۃ میں صرف ہو جائے۔ اسی طرح بہت سے لوگ نادانانہ قبضہ سے ان لوگوں کو مال میں صدقہ کے حکم میں دیاں سمجھ کر ذکوۃ بھی ان کی رقم سے ان کی تنخواہ دیتے ہیں، یہ نہ دینے والوں کے لئے جائز ہے نہ لینے والوں کے لئے۔

تک اور سوال ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے اشارات اور احادیث عبادہ میں اجبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی تصریحات سے یہ بات ثابت ہو کر کسی

عبادت پر اجرت و معاوضہ اسلام ہے، منہ اس حدیث میں روایت عبد الرحمن بن شبل مقلد  
 بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَلْعَرَضُ اَوْ اَلْاَنْفَاقُ اَوْ اَلْاَقْلَاقُ اَوْ اَلْاَبْقَاقُ** یعنی قرآن نہ پڑھو،  
 مگر اس کو کھائے کا ذریعہ نہ بناؤ اور بعض روایات میں اس معاوضہ کو قطعہ کلمہ فرمایا ہے جو قرآن  
 پر لیا جائے اس کی بنا پر نجات امت کا اتفاق ہے کطاعات و عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں  
 اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صدقات وصول کرنے کا کام ایک دینی خدمت اور عبادت ہے، رسول کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک قسم کا جہاد فرمایا ہے، اس کا معنی یہ تھا کہ اس پر بھی کوئی اجرت  
 و معاوضہ لینا حرام تھا، حالانکہ قرآن کریم کی اس آیت نے صراحت اس کو جائز قرار دیا، اور اگر کلمہ  
 کے کچھ مصارف میں اس کو داخل فرمایا۔

امم قرطبہ نے اپنی تصریح میں اس کے متعلق فرمایا کہ جو عبادات فرض یا واجب ہیں ان  
 ان پر اجرت لینا مطلقاً حرام ہے، لیکن جو فرض کفایہ ہیں ان پر کوئی معاوضہ لینا اسی آیت  
 کی مد سے جائز ہے، فرض کفایہ کے معنی ہیں کہ ایک کام پوری امت یا پورے شہر کے ذمہ  
 فرض کیا گیا ہے، مگر وہ قوم جس کو سب ہی اس کو کر سکیں، اگر بعض لوگ ادا کر لیں تو سب  
 سبکدوش ہو جاتے ہیں، البتہ اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوتے ہیں۔

امام قرطبہ نے فرمایا کہ اسی آیت سے ثابت ہے کہ اگر امامت و خطابت کا معاوضہ  
 لینا بھی جائز ہے، کیونکہ وہ بھی واجب علی العین نہیں بلکہ واجب علی الکفایہ یعنی اس طرح تعلیم  
 قرآن و حدیث اور دوسرے دینی علوم کا بھی کوئی حال ہے مگر سب کام پوری امت کے ذمہ  
 فرض کفایہ ہیں، اگر بعض لوگ کر لیں تو سب سبکدوش ہو جاتے ہیں، اس لئے اگر اس پر کوئی  
 معاوضہ اور نفع دیا جائے تو وہ بھی جائز ہے۔

چونکہ مصروف عبادت رکوعاً و رکوعاً میں سے مؤلفہ الغلوب ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی  
 دل جوئی کے لئے ان کو صدقات دئے جاتے تھے، عام طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ان کا  
 تین چار قسم کے لوگ شامل تھے کچھ مسلمان کچھ غیر مسلم، پھر مسلمانوں میں بعض تو وہ لوگ تھے  
 جو غریب حاجت مند تھے، اور دوسرے بھی، ان کی دل جوئی اس لئے کی جاتی تھی کہ اسلام  
 پر تہمت نہ ہو جائیں، اور بعض دوسرے جو مال دار بھی تھے اور مسلمان ہو گئے تھے، مگر ایک تک  
 ایمان کا رنگ ان کے دلوں میں نہ تھا، اور بعض وہ لوگ تھے جو خود کوچے مسلمان  
 تھے مگر ان کی قوم کو ان کے ذریعہ حاجت پر لانا اور تہمت نہ کرنا مقصود تھا، اور غیر مسلموں میں  
 بھی کچھ وہ لوگ تھے جن کے شرع سے بچنے کے لئے ان کی دل جوئی کی جاتی تھی، اور بعض وہ  
 تھے جن کے لئے میں یہ تحریر تھا کہ تبلیغ و تعلیم سے اثر پذیر ہوتے ہیں، نہ جنگ و تشدد سے

بکہ احسان و حسن سلوک سے متاثر ہوتے ہیں، اور عالم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ چاہتے تھے کہ کلین حکاک  
 کوئی مصلحت سے کمال کر فرمایا جائے، ان کے لئے یہ وہ کارنامہ ہے کہ جس سے یہ  
 لوگ متاثر ہو سکیں، یہ سب قسمیں عام طور پر مؤلفہ الغلوب ہیں، داخل بھی جاتی ہیں، ان کو صدقات  
 کا چوتھا مصروف اس آیت میں قرار دیا ہے۔

چونکہ مصروف مؤلفہ الغلوب ہیں، ان کے متعلق اگر مشرک صفات میں سے بنا دیا جاسکے کہ یہ  
 وہ لوگ ہیں جن کی دل جوئی کے لئے ان کو صدقات سے حسد دیا جاتا تھا، عام خیال کے مطابق ان  
 میں مسلم و غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ تھے، غیر مسلموں کی دل جوئی اسلام کی ترغیب کے لئے اور  
 مسلمانوں کی دل جوئی اسلام پر پختہ کرنے کے لئے کی جاتی تھی، عام طور پر مشہور یہ ہے کہ ان کو  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک خاص مصلحت اور مصلحت کے لئے جس کا  
 ذکر ابھی آچکا ہے، صدقات دیے جاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد  
 جب کہ اسلام کو ماری وقت میں سامنے ہو گئی اور کفار کے شر سے بچنے یا مسلمانوں کو اسلام پہنچانے  
 کرنے کے لئے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ مصلحت اور مصلحت ختم ہو گئی، اس لئے  
 ان کا حصہ بھی ختم ہو گیا، جس کو بعض فقہاء نے منسوخ ہو جانے سے تعبیر فرمایا ہے، فاروق اعظم  
 حسن بصری، عسقلانی، ابو حنیفہ، مالک بن انس ..... کی طرف سے یہی قول منسوب ہے۔

اور بہت سے حضرات نے فرمایا کہ مؤلفہ الغلوب کا حصہ منسوخ نہیں، بلکہ عالم علیہ  
 اور فاروق اعظم کے زمانہ میں اس کو ساقط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت نہ رہنے کی وجہ  
 سے ان کا حصہ ساقط کر دیا گیا، آئندہ کسی زمانہ میں پھر بھی ضرورت پڑے تو آجائے تو پھر  
 دیا جاسکتا ہے، اہام زہری، قاضی عیاض، ابوالفتح ابن عربی، امام شافعی، اور امام احمد کا بھی  
 مذہب یہی تحقیق اور صحیح بات ہے کہ غیر مسلموں کو صدقات و عیوض سے کسی وقت بھی  
 زمانہ میں حصہ نہیں دیا گیا، اور نہ مؤلفہ الغلوب میں داخل ہیں، جن کا ذکر مصروف صدقات  
 میں آیا ہے۔

امم قرطبہ نے اپنی تصریح میں ان سب لوگوں کے نام تفصیل کے ساتھ شمار کئے ہیں جن کی  
 دل جوئی کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات سے حصہ دیا ہے، اور یہ سب شمار  
 کرنے کے بعد فرمایا ہے: **وَمَا يَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا فَرَقًا مِّنْ فَرَقٍ** یعنی خلاصہ  
 یہ ہے کہ مؤلفہ الغلوب سب کے سب مسلمان ہیں تھے، ان میں کوئی کافر داخل نہیں تھا۔

اس طرح تصریح ہو چکی ہے، **كَمْ يَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا فَرَقًا مِّنْ فَرَقٍ** یعنی یہ بات کسی روایت  
**أَخْلَى كَلِمَاتٍ أَوْ كَلِمَاتٍ يَخْلَقُ فِيهَا شَيْءٌ مِّنَ الْكَلِمَاتِ** یعنی یہ بات کسی روایت

ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا ذکر کیا کہ وہ کسی کی لڑائی کے حصہ دار ہوا۔ اس کی آیت تفسیر کشاف کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صلہ عقیقہ کا بیان یہاں ان کے نزدیک نہیں ہے۔ اگر آپ میں آپا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قبضہ صدقات کے بارے میں اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ قبضہ نہیں ہوتا کہ میں ملکات کی قبضہ لیا کرتا ہوں۔ غلط فہمی کو بتلایا جائے کہ کافر کا کوئی حق مالی صدقات میں نہیں ہے، اگرگزشتہ القاب میں کافر بھی داخل ہیں تو اس جواب کی ضرورت نہ تھی۔

تفسیر مظہری میں اس منہ خط کو بھی اچھی طرح واضح کر دیا ہے جو بعض روایات حدیث کے سبب افہام کو پہنچا کر آیا ہے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ غیر مسلموں کو کچھ عطیات دیے ہیں، اچھا چھوٹا صلہ اور غریب کی روایات میں جو یہ ذکر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں ان اور کافر کو دینے کے زمانے میں کچھ عطیات دیے، اس کی تفسیر امام ربیع کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ یہ عطیات زکوٰۃ کے مال سے دیے گئے، بلکہ حضرت عباس کے مالی غلبہ سے جو خمس بیت المال میں داخل ہوا اس میں سے دیئے گئے، اور یہ ظاہر ہے کہ بیت المال کی اس مدد سے مسلم و غیر مسلم دونوں پر خرچ کرنا اتفاقاً فقہاء ہائے زہد سے، پھر فرمایا کہ امام بیہقی نے ابن سید الناس، امام ابن کثیر وغیرہم سب نے یہی قرار دیا ہے کہ یہ عطیہ مالی زکوٰۃ سے نہیں، بلکہ غیر غنیمت سے تھی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم فائدہ عہد مبارک میں اموال صدقات اگرچہ بیت المال میں تھے مگر جتنے جتنے تھے مگر ان کا حساب بالکل جدا تھا، اور بیت المال کی دوسری ذرات جیسے غیر غنیمت یا خمس معادن وغیرہ کا حساب جدا، اور ہر ایک کے مصارف جدا تھے، جیسا کہ حضرات فقہاء نے تصریح فرمائی ہے، اگر اسلامی حکومت کے بیت المال میں چار مدخلیہ ملے، دینی چاہیں اور اصل ملکہ ہے کہ صرف حساب ملکہ رکھنا چاہیں، بلکہ ہر ایک مدد کا بیت المال الگ ہونا چاہئے تاکہ ہر ایک کو اس کے صرف میں خرچ کرنے کی پوری اختیاریت ملے، البتہ اگر کسی وقت کسی خاص آدمی کی ہو تو دوسری مدد بطور حق لے کر اس پر خرچ کیا جاسکتا ہے یہ بدایت بیت المال ہے۔

اول خمس غنم، بین جو مال شفا سے بعد بید جنگ حاصل ہوا اس کے چار حصے چارچو میں تقسیم کر کے باقی پانچواں حصہ، بیت المال کا حق ہے، اور خمس مادی بین مختلف قسم کی سالوں سے بچنے والی اشیاء میں سے پانچواں حصہ، بیت المال کا حق ہے، خمس زکات، یعنی جو

قدیم تو اس کی زمین سے برآمد ہوا اس کا بھی پانچواں حصہ بیت المال کا حق ہے، یہ نیزول خمس کے تحت بیت المال کی ایک ہی حد میں داخل ہے۔ دوسری صدقات ہیں، جن میں مسلمانوں کی زکوٰۃ، صدقہ الغلو اور ان کی زمینوں کا عشر داخل ہے۔

تیسری مدخراج اور مال فنی ہے، جن میں غیر مسلموں کی زمینوں سے حاصل شدہ اخراج اور ان کا جزو بردار سے حاصل شدہ تجارتی ٹیکس اور وہ تجارتی مال داخل چارچو غیر مسلموں سے ان کی رضامندی کے ساتھ معاف یا بطور صلہ حاصل ہوں۔

چوتھی مدخلیہ ان کی ہے، جن میں لا وارث مال، لا وارث غنص کی میراث وغیرہ مل جاتی ہیں، ان چار ذرات کے مصارف اگرچہ الگ الگ ہیں، لیکن فقہاء و مسالکین کا حق ان چاروں ذرات میں رکھا گیا ہے، جس سے انرا اور لگا جاسکتا ہے کہ اسلامی حکومت میں قوم کے اشیاء حضرت کوئی کرنا سیکھا، قدر اہتمام کیا گیا ہے، و جو حقیقت اسلامی حکومت کا فطری امتداد ہے، درود دنیا کے عام نظام میں ان کی ایک مخصوص طبقہ بن رہتا ہے، غریب کو ابھرنے کا موقع نہیں ملتا، جس کے نتیجے میں غنص اور کسرت کم ہوتا، مگر وہ بالکل ایک غیر فطری اصول اور بادشہ سے ہمارا کرنا نہ کہ بچے کو بچے کے مرادوں اور انسانی اخلاق کے لئے ستم قائم ہے۔

فقہاء یہ کہ اسلامی حکومت میں چار بیت المال چار ذرات کے لئے الگ الگ فرق ہیں اور فقہاء و مسالکین کا حق چاروں میں رکھا گیا ہے، ان میں سے پہلی میں مزار کے مصارف اور زکوٰۃ کے لئے تفصیل کے ساتھ متعین فرما کر واضح طور پر بیان کر دیئے ہیں، پہلی مدخلیہ خمس خاتمہ کے مسئلہ کا بیان سورۃ انفال میں مذکور ہے، اور دوسری مدخلیہ صدقات کے مسئلہ کا بیان سورۃ توبہ کی مذکورہ صدر ساخو میں آیا ہے، جس کی تفصیل اس وقت زیر بحث ہے، اور تیسری مدخلیہ اصطلاح میں مالی فنی سے تفسیر کیا جاتا ہے، اس کا بیان سورۃ احقر میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے، اسلامی حکومت کی ہر ذرات فنی اخراجات اور مالی حکومت کی تحویل و قبضہ و اس کے خرچ کی بنیاد میں چار حق ملنے لا وارث مال، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور خلفائے راشدین کے تعامل سے اپنا حق عطا ہوں اور لا وارث چوں کہ یہ مخصوص ہے۔ (شامی کتاب الزکوٰۃ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرات فقہاء بیت المال کی چار ذرات بالکل الگ الگ رکھنے اور اپنے اپنے معینہ مصارف میں خرچ کرنے کی ہدایات دی ہیں، یہ سب فرقان ارشادات

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غلامانے راشیہ کے تعامل سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ اس معنی فائدہ کے بعد پھر اصل مسئلہ مؤلفۃ الغلوب کو سمجھنے کے بعد دیکھنا ضروری ہے کہ متعلقین کی تعداد کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ مؤلفۃ الغلوب کا حصہ کسی کا فخر کو کسی وقت بھی نہیں دیا گیا، دوسری کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد مبارک میں اور مدغنا سے راشیہ کے زمانہ میں اور جن غیر مسلموں کو دینا ثابت ہے وہ عداوت و ذلکوت سے نہیں بلکہ خیر غلبت میں سے دیا گیا ہے، جس میں سے ہر حاجت مندرجہ مسلم و غیر مسلم کو دیا جاتا ہے۔ وہ مؤلفۃ الغلوب صرف مسلم رہ گئے، اور ان میں جو قرآن میں ان کا حصہ بدستور باقی ہونے پر ہر کسی امت کا اتفاق ہے، اختلاف صرف اس صورت میں رہ گیا کہ لوگ غنی صاحب نعمت ہوں تو امام شافعی امام حمہد کے نزدیک چونکہ تمام مصارف زکوٰۃ میں فقرو حاجت مندی شرط نہیں، اس لئے وہ مؤلفۃ الغلوب میں اپنے لوگوں کو بھی داخل کرتے ہیں جو غنی اور صاحب نصاب ہیں، امام عظیم ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مال میں حد کے علاوہ باقی تمام مصارف میں فقر و حاجت مندی شرط ہے، اس لئے مؤلفۃ الغلوب کا حصہ بھی ان کو ہی شرط کے ساتھ دیا جائے گا کہ وہ فقیر و حاجت مند ہوں، ایسے غار میں اور رقاب، ابن سبیل وغیرہ سب میں اسی شرط کے ساتھ ان کو زکوٰۃ دی جاتی ہے کہ وہ اس جگہ صاحب نعمت ہوں، گھر اپنے مقام میں مال دار ہوں۔

اس شخص کا نتیجہ یہ نکلا کہ مؤلفۃ الغلوب کا حصہ ان افراد کے لئے زکوٰۃ مندرجہ نہیں فرق صرف اتنا ہے کہ بعض حضرات نے فقرا و مساکین کے علاوہ کسی دوسرے مصر و دنیا فقر و حاجت مندی کے ساتھ مشروط نہیں کیا، اور بعض نے یہ شرط ہے، جن حضرات نے یہ شرط رکھی ہے وہ مؤلفۃ الغلوب میں بھی صرف انہی لوگوں کو دیتے ہیں جو صاحب نعمت و عاقل و عاقل ہوں، بہر حال یہ حضرت عثمان اور ابی ہے۔ (تفسیر شافعی)

یہاں تک مصارف کے اظہار صحت میں سے چار کا بیان آیا ہے، ان چاروں کا حق فقر قائم ہے تحت بیان ہوا، بقدر آواز و آواز گھنٹی، آگے جن چار مصارف کا ذکر ہے ان میں عنوان بدل کر لام کی جگہ حرف ثانی استعمال فرمائی، ان کے افعال و افعال، رعشہ نے کثرت میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا منظور ہو کر یہ آخری چار مصارف باسبقت پہلے چار کے زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ حرف ثانی غلظت کے لئے بولا جاتا ہے، جس کی وجہ سے صفیٰ یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف کثرت کو ان لوگوں کے اندر دیکھ دینا چاہئے، اور ان کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ ان کا زیادہ ضرورت مند ہونا ہے، کیونکہ جو شخص کسی کا ملک غلام کی

وہ بہ نسبت عام فقرا کے زیادہ محبت میں ہے، اسی طرح جو کسی کا قرضدار ہے اور قرضدار کا اس پر قرض مانگا ہے وہ عام غرا، فقرا سے زیادہ محبت میں ہے کہ اپنے اخراجات کے فکر سے بھی زیادہ قرضداروں کے قرض کی فکر اس کے ذمہ ہے۔

ابو ابی ناعہ چار مصارف میں سب سے پہلے ذی الزناب کا ذکر فرمایا ہے، رقاب زکوٰۃ کی جگہ ہے، اصل میں گردن کو زکوٰۃ دیتے ہیں، عورت میں اس شخص کو زکوٰۃ دیا جائے جس کی گردن کسی دوسرے کی غلامی میں مقید ہو۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ رقاب سے مراد اس آیت میں کیلئے؟ جمہور فقہاء ر حد نہیں اس پر بھی کہ اس سے مراد وہ غلام ہیں جن کے آقاؤں نے کوئی مقدار مال کی تعیین کر کے کر دیا ہے کہ اتنا مال کما کر دیں دیہ و تو تم آزاد ہو جو کہ زکوٰۃ سنت کا مسلمان کا شکاب کہا جائے کہ ایسے شخص کو اتنا اس کی اجازت دیدہ جائے کہ وہ تجارت یا زوری کے ذریعہ مال کمائے، اور آقا کو لا کر دے، آیت مذکورہ میں رقاب سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کو رقم زکوٰۃ میں سے حصہ دے کر اس کی غلامی میں ادا کر دیا جائے۔

یہ قسم غلاموں کی اتفاق مفسرین و فقہاء لفظ ذی الزناب کی مراد ہے، کہ رقم زکوٰۃ ان کو دے کر ان کی غلامی میں ادا کر دیا جائے، ان کے علاوہ دوسرے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا یا ان کے آقاؤں کو رقم زکوٰۃ دے کر یہ مجاہد کہ ایسا کہ ان کو آزاد کر دیں گے، اس میں اختلاف تھا، اختلاف ہے، جمہور ائمہ ابوحنیفہ، شافعی، احمدی، حنبلی وغیرہ عجم ائمہ اس کو کہ نہیں سمجھتے، اور حضرت امام مالک بھی ایک روایت میں جمہور کے ساتھ متفق ہیں کہ ذی الزناب کو صرف شکاب غلاموں کے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں، اور ایک روایت میں امام مالک سے یہ بیان نقل ہے کہ ذی الزناب میں عام غلاموں کو داخل کر کے اس کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ رقم زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کرنا میں (احکام القرآن ابن عربی مالکی)

جمہور ائمہ و فقہاء جو اس کو جائز نہیں دیکھتے، ان کے پیش نظر فقہاء اختلاف ہے کہ اگر رقم زکوٰۃ سے غلام کو خرید کر آزاد کیا گیا تو اس پر پھر بھی تعزیریں ہی صادق ہیں، آئی، کیونکہ حدیثہ، مالکی جو کسی متعین کو بلا معاوضہ دیا جائے، رقم زکوٰۃ اگر قاعدی جائے تو ظاہر ہے کہ نہ وہ متعین زکوٰۃ کو دے اور نہ اس کو رقم بلا معاوضہ... دی جائے گی ہے، اور غلام جو متعین زکوٰۃ سے اس کو یہ رقم دی نہیں گئی، یہ آگاہ ہوتے ہیں کہ اس رقم کے دینے کا فائدہ غلام کو پہنچ گیا کہ اس نے خرید کر آزاد کر دیا، مگر اتنا ذکرنا حدیث کی تعزیر میں داخل نہیں ہوتا، اور حنفی معنی کی لا دھچھوڑ کر حد کے مجازی معنی میں عام مراد لینے کا بعض وقت کوئی جواز نہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایت مذکورہ میں

محاربت مصداقات کے بیان کئے جا رہے ہیں، اس لئے ان پر القاب کا مصداق کوئی ایسی چیز نہیں ہو سکتی جس پر صدقہ کی قرابت ہی صادق نہ آئے، اور اگر یہ رقم زکوٰۃ خود غلام کو دی گئے تو تمام کوئی ملک نہیں ہوتی وہ خود بخود ناقابل ہی بن جائے گا، پھر آؤ لو کہ اگر باقی اس کے غم ہستی میں رہے گا۔

اسی لئے لکھا کہ جو سے بہرہ ور نہ اور فقیرانہ فرمایا کہ ان پر کتاب سے مراد صرف غلام و ملک جنگاں سے ہے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صدقہ کی ادائیگی کے لئے یہ شرط ہے کہ کسی شخص کو ملک، بنا کر اس کے قبضہ میں دیا جائے نہ جب تک مستحق کا ملک نہ قبضہ میں نہیں ہوگا زکوٰۃ اور نہیں ہوگی۔ چنانچہ مصروف الفقار یعنی، غلام کی بیع ہے جس کے معنی مرقون یعنی قرضدار کے ہیں یہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ پانچواں اور چھٹا مصروف جو حرفت کے لئے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس احتیاج میں پہلے چاروں مصارف سے زیادہ ہیں، اس لئے غلام کی کو غلامی کے لئے یا قرضدار کو ادائے قرض کے لئے دینا عام فقراء و مساکین کو دینے سے زیادہ افضل ہے، شرط یہ ہے کہ اس قرضدار کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ قرض ادا کر سکے، کیونکہ غلام لغت میں ایسے ہی قرضدار کو کہا جاتا ہے، اور بعض ائمہ فقہاء نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ یہ قرض اس کے کسی ناجائز کام کے لئے نہ کیا ہو، اور اگر کسی گناہ کے لئے قرض کر لیا جائے شراب وغیرہ یا ناشائستگی کی ناجائز چیزیں وغیرہ تو ایسے قرضدار کو زکوٰۃ سے نہ دیا جائے گا، تاکہ اس کی معصیت اور اسراف بے جا کی حوصلہ افزائی نہ ہو۔

ساقول مصروف فی شینہنی المذہب ہے، یہاں بھرتی، ان کے آغا و آغا دیا گیا۔

تفسیر رکشاق میں ہے کہ اس اعادہ سے اس طرف اشارہ کرنا منظور ہے کہ یہ صرف پہلے سب مصارف سے افضل اور بہتر ہے، وجہ یہ کہ انہیں دو ذخائر ہیں ایک تو غریب مفلس کی اعادہ دوسرے ایک دینی خدمت میں اعانت، کیونکہ فی شینہنی المذہب سے مراد وہ قاضی اور مجاہد ہے جس کے پاس اسلحہ اور جنگ کا ضروری سامان خریدنے کے لئے مال نہ ہو، یا وہ شخص جس کے ذمہ حج فرض ہو چکا ہو مگر اس کے پاس اب مال نہیں رہا جس سے وہ حج فرض ادا کرے، وہ دونوں کام خاص دینی خدمت اور عبادت ہیں، اس لئے مالی زکوٰۃ کو ان پر خرچ کرنے میں ایک مفلس کی ادائیگی سے اور ایک عبادت کی ادائیگی میں تمادوں میں اس طرح محضرت فقہاء نے طالب علموں کو بھی اس میں شامل کیا ہے کہ وہ بھی ایک عبادت کی ادائیگی کے لئے لیتے ہیں (روایت بحوالہ ظہری)۔

اور صاحب بدائع نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو کوئی نیک کام یا عبادت کرنا چاہتا ہو

ادراس کی ادائیگی میں مال کی ضرورت ہے تو وہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے، بشرطیکہ اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے اس کام کو پورا کر سکے، جیسے یہی کہ تعلیم اور تبلیغ اور ان کے لئے لشرا و شاحت، اگر اگر کوئی مستحق زکوٰۃ یہ کام کرنا چاہے تو اس کی ادائیگی زکوٰۃ سے کر دی جائے مگر مال و ادواصا ب نصاب کو نہیں دیا جاسکتا۔

ذکر تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان تمام مصروفوں میں جو فی سبیل اللہ کی تفسیر میں مذکور ہیں لغز و ماحبتی کی شرط ملحوظ ہے، مگر صاحب نصاب کا اس میں بھی حصہ نہیں، کیونکہ اس کا موجودہ مال اس ضرورت کو پورا نہ کر سکتا ہو، جو چاہا یا حج کے لئے وہ نہیں ہے تو اگرچہ بقدر نصاب مال موجود نہ ہے کی وجہ سے اس کو حق بہرہ نہیں ہے، یہاں ایک حدیث میں اس کو حق کیا گیا ہے، مگر وہ بھی اس اعتبار سے فقیر و ماحبتی ہی ہو گیا، کہ جس قدر مال چاہا یا حج کے لئے نہ دیا کرے وہ اس کے پاس موجود نہیں، فی حق فقیر و ماحبتی ہی ہوتا ہے، فرمایا کہ آیت مصداقات میں جتنے مصروف ذکر کئے گئے ہیں ہر ایک کے الفاظ و اس پر ولایت کرتے ہیں کہ وہ فقیر و ماحبتی کی بنا پر حق ہیں، لفظ فقیر و مسکین میں قیہ ظاہر ہی ہے، و کتاب، فارقتی فی سبیل اللہ اور کتابیں کے الفاظ بھی اس طرف تشریح کی کہ ان کی حاجت و دوائی کی بنا پر ان کو دیا جاسکے، ان تمام میں کو بطور ممانعت خدمت دیا جاسکے، اسی لئے اس میں غنی و فقیر بڑا برابری ہے، غازیہ کے مصروف میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ہر شخص کے ذمہ دس ہزار روپے قرض ہے اور پانچ ہزار روپے اس کے پاس موجود ہے تو اس کو بقدر پانچ ہزار کے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، کیونکہ جو مال اس کے پاس موجود ہے وہ قرض کی وجہ سے نہ ہونے کے حکم میں ہے۔

## تنبیہ

الفاظ فی سبیل اللہ کے لفظی معنی بہت عام ہیں، جو ہر کام اشرفی و صالحی کے لئے کئے جاتے ہیں وہ سب اس عام مفہوم کے اعتبار سے فی سبیل اللہ میں داخل ہیں، جو اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر بیان اور ائمہ تفسیر کے لاشرا و سے قطع نظر بعض لفظی ترجمہ کے ذریعہ قرآن مجید چاہتے ہیں یہاں ان کو یہ متاخط لگا ہو کہ مذلت فی سبیل اللہ دیکھ کر زکوٰۃ کے مصارف میں ان تمام کاموں کو داخل کر دیا ہو جس کی حیثیت سے ممکن یا عبادت ہیں، مساجد، مدارس، دفاتر خاتون، مسافر خانوں وغیرہ کی تعمیر، سکون اور دیکھ اور سرزمین بنانا، ادوائی و فاقہی ادوائی کے ملازمین کی تنخواہیں اور تمام دینی ضروریات ان سب کو انہوں نے فی سبیل اللہ میں داخل کر کے مصروف زکوٰۃ قرار دیا، جو سراسر غلط ہے، اور اجماع امت کے خلاف ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کو براہِ راست رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چڑھا اور صحابہ ان کی اور ائمہ تابعین کی جتنی تفسیریں

اس لفظ کے متعلق منقول ہیں ان میں اس لفظ کو حاج اور حاجہ ہی کے لئے مخصوص قرار دیا گیا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست کو فی سبیل اللہ ..... وقف کرو یا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اس اوت کو حاج کے سفر میں ہشت سال کرو (مبسوط مصری، ص ۱۰۱)۔

انہی میں جریر، ابن کثیر و قرآنی تفسیر و دلائل صریحہ ہی سے کرنے کے باوجود ہیں ان سب نے لفظ فی سبیل اللہ کو ایسے جاہلین اور حجاج کے لئے مخصوص کیا ہے جن کے پاس جہاد یا حج کا سامان نہ ہو، اور جن حضرات فقہانے طالب علموں یا دوسرے نیک کام کرنے والوں کو اس میں شامل کیا ہے تو اس شرط کے ساتھ کیا ہے کہ وہ فقیر و محتاج نہ ہوں، اور یہ ظاہر ہے کہ فقیر و محتاج کو خود ہی معاصرت زکوٰۃ میں سب سے پہلا معرفت ہیں، ان کو فی سبیل اللہ کے مفہوم میں شامل نہ کیا جانا چاہیے وہ بھی فقیر و محتاج نہ ہوں، لیکن اگر فقیر اور محتاج اشتہار سے یہ کہیں نے نہیں کہا کہ عام کے ارادوں اور مساجد و مدارس کی تعمیر اور ان کی جلیب و زواری معاصرت زکوٰۃ میں داخل ہیں، بلکہ اس کے خلاف اس کی تصریحات قرآنی ہیں کو مالی زکوٰۃ ان چیزوں میں صرف کرنا جائز نہیں، فقہاء حنفیہ میں سے شمس المآثر میں نے مبسوط اور شرح میں اور فقہاء شافعیہ میں ابو قتیبہ نے کتاب الاموال میں اور فقہاء مالکیہ میں سے درر المختار و مختصر شامی ہیں اور فقہاء حنابلہ میں سے ترمذی نے مفتی میں اس کو پوری تفصیل سے لکھا ہے۔

اگر تفسیر اردو فقہاء یا مفتی کے مذکورہ تصریحات کے علاوہ اگر کو ایک بات پر غور کریا جائے تو اس مسئلہ کے سمجھنے کے لئے بالکل کافی ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ کے مسئلہ میں اس عام ہوتا کہ تمام معاملات و وجہات اور ہر قسم کی نیک پر خرچ کرنا اس میں داخل ہو جو ہر قسم کے ان آٹھ مصروف کا بیان (معاذ اللہ) بالکل فضول ہو جاتا ہے، اور دوسری کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو پہلے اسی سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے معاصرت صدقات متین کرنے کا کام نبی کو بھی سپرد نہیں کیا، بلکہ خود ہی اس کے آٹھ معرفت متین فرما دیے۔

تو اگر فی سبیل اللہ کے مفہوم میں تمام معاملات اور نیکیاں داخل ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے تو معاذ اللہ یہ ارشاد عجوبی بالکل غلط نظر آتا ہے، معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ کے لغوی ترجمہ سے جو ادافت کو محوم سمجھ میں آتا ہے وہ

مع مبیط، مکتا ج ۲، ص ۲۰۸، شرح سیرت ج ۲، ص ۲۰۸، شرح مختصر العین ج ۲

اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے، بلکہ مراد وہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور صحابہ و تابعین کی تصریحات سے ثابت ہے۔

آنحضراں معرفت اپنے جلیل بری سبیل کے معنی راستہ، اور ان کا لفظ اصل میں تو بیٹے کے لئے بولا جاتا ہے، لیکن عربی عبارات میں ابن، اور نائب اور آئندہ دوسرے کے الفاظ ان چیزوں کے لئے بھی بولے جاتے ہیں جن کا گھر قطعاً کسی سے ہو، اسی معادہ کے مطابق ابن، یا ماہ گیر و مسافر کو کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کا گھر قطعاً راستہ قطعاً کرنے اور منزل قطعاً پر پہنچنے سے ہے، اور معاصرت زکوٰۃ میں اس سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس غرضی بقدر ضرورت مال نہ ہو، اگرچہ اس کے وطن میں اس کے پاس تنکائی مل ہو، ایسے مسافر کو مال زکوٰۃ دیا جاسکتا ہے جس سے وہ اپنے سفر کی کمزوریات پوری کر لے، اور وطن واپس جاسکے۔

یہاں تک ان آٹھ معاصرت کا بیان پورا ہو گیا جو آیہ مذکورہ میں صدقات زکوٰۃ کے لئے بیان فرمائے گئے ہیں، اب کچھ ایسے مسائل بیان کئے جاتے ہیں جن کا تعلق ان تمام معاصرت سے یکساں ہے۔

**مسئلہ تکلیف**  
جب اور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ کے معین آٹھ معاصرت میں بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے بشرط ہے کہ ان معاصرت میں سے کسی شخص کو مالی زکوٰۃ پر امکان قبضہ ویداجائے، لیکن اگر وہ قبضہ نہ کرے تو اگر کوئی مال ایلی وکون کے قائم سے کے لئے خرچ کر دیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اسی وجہ سے اگر بعد از جب اور فقہاء یا مفتی اس پر متفق ہیں کہ رقم زکوٰۃ کو مساجد یا مدارس یا شفا خانے، قیام خانے کی تعمیر میں یا ان کی دوسری ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں، اگرچہ ان تمام چیزوں سے فائدہ ان فقہاء اور دوسرے معاصرت کو پہنچتا ہے جو معرفت زکوٰۃ ہیں، مگر ان کا امکان قبضہ ان چیزوں پر نہ ہونے کے سبب زکوٰۃ اس سے ادا نہیں ہوتی۔

البتہ قیام خانوں میں اگر قیام خانہ یا کھانا خانہ یا دوسرے امکانات حیثیت سے دیا جاتا ہے تو صرف اس خرچ کی حد تک رقم زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے، اسی طرح شفا خانوں میں جو دوا حاجت مندرجہ یا کو امکانات حیثیت سے دیدی جاتے اس کی قیمت رقم زکوٰۃ میں محسوب ہو سکتی ہے، اسی طرح فقہاء یا مفتی کی تصریحات ہیں کہ لاوارث میت کا کفن رقم زکوٰۃ سے نہیں لگایا جاسکتا، کیونکہ میت میں مالک ہونے کی منسلکیت نہیں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ رقم زکوٰۃ کسی غریب کو دی جائے اور وہ اپنی خوشی سے اس رقم کو لاوارث میت





یہ ایسا کر ثابت ہو کر قطعی، اور بعض ائمہ فقہاء نے فرمایا کہ اس زمانہ میں نقد قیمت ہی دینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ فقراء کی مزدوری مختلف اور کثیر چلیں، نقد میں تو کسی بھی مزدور کے کام میں لایا جاسکتا ہے۔

مسئلہ: اگر اپنے عزیز غریب کو مبلغ رکزۃ جوں تو ان کو رکزۃ و صدقات دینا زیادہ بہتر اور دودہر ثواب ہے، ایک ثواب صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا، اس میں بھی مزدوری نہیں کہ ان کو بھٹکا کر دے کہ صدقہ رکزۃ دے رہا ہوں، کسی نقد دہرے کے عنوان سے بھی دیا جاسکتا ہے، مگر لینے والے شریف آدمی کو اپنی عفت محسوس نہ ہو۔

مسئلہ: جو شخص اپنے آپ کو پہنے قول یا عمل سے مستحق رکزۃ حاجت مند غلام کر کے اور صدقات وغیرہ کا سالانہ کرے، وہ مال دینے والوں کے لئے یہ مزدوری ہے کہ اس کے حقیقی مالک کی تحقیق کرے، اور بغیر اس کے صدقہ مندرجہ اس کے متعلق ردایا بہ حدیث اور اقوال فقہاء یہ ہیں کہ اس کی مزدورت نہیں، بلکہ اس کے غلامی حال ہے اگر یہ گناہ غالب ہو کہ جو شخص غفلت میں فقیر حاجت مند کو قواس کو رکزۃ دی جاسکتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ ہندایت شکستہ حال آئے آپ نے ان کے لئے لوگوں سے صدقات جمع کرنے کے لئے فرمایا کہ ان مقدار میں جو کتنی تو وہ ان کو دی دی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مزدورت نہیں بھیجی کہ ان لوگوں کے اندرونی حالات کی تحقیق فرمائے (قرطبی)۔

ابنہ قرطبی نے احکام انفاق میں فرمایا کہ مصارف صدقات میں سے ایک درجن میں بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرے ذمہ اشتراق میں ہے اس کی ادائیگی کے لئے مجھے رکزۃ کی رقم دیدی جائے تو اس فقر کا ثبوت اس سے طلب کرنا چاہئے (قرطبی) اور ظاہر ہے کہ کفرام، فی سبیل اللہ، ایچ، سبیل، رفیقہ میں بھی ایسی تحقیق کر لینا دشوار نہیں، ان مصارف میں حسب موقع تحقیق کر لینا چاہئے۔

مسئلہ: مال رکزۃ اپنے عزیز پر مشتمل واروں کو دینا زیادہ ثواب ہو گا مگر مالیاتی اور والدین والدہ یا اس میں ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے، وجہ یہ ہے کہ ان کو دنیا ایک حیثیت سے پہنچا ہی پاس رکھنا ہے، کیونکہ ان لوگوں کے مصارف عموماً مشترک ہوتے ہیں، مگر اگر یہی کوئی بیوی ہے تو شوہر کا اپنی رکزۃ دیدی، تو درحقیقت وہ اپنے ہی ہستی مال میں رہی، اسی طرح والدین اور اولاد کا معاملہ ہو، اولاد کی اولاد اور ماہر واداکا بھی یہی حکم ہو کہ ان کو رکزۃ دینا بہتر نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے کسی شخص کو اپنے گناہ کے مطابق مستحق اور ضروری رکزۃ رکزۃ دیدی، جس میں معلوم ہو کہ وہ اس کا غلام یا کافر تھا تو رکزۃ ادا نہیں ہوگی، اور اگر وہی شخص کیونکہ غلام کی ملکیت تو آقا ہی کی ملکیت ہوتی ہے، وہ اس کی ملک سے غلام نہیں، اس لئے رکزۃ ادا نہیں ہوگی، اور اگر کافر رکزۃ کا مستحق نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اگر یہ شخص ثابت ہو کہ جس کو رکزۃ دیدی گئی ہے وہ مال دار یا سید یا اسی یا باپ یا بیٹا یا بڑی یا شوہر ہے تو رکزۃ کے ادا دہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ رقم رکزۃ اس کی ملک سے نکل کر محل ثواب میں پہنچ چکی ہے، اور ثوابی مصروف میں جو غلبہ کسی اندر ہے یا مخالفت کی وجہ سے برعکس ہو، وہ معاف ہے (درمختار) آیت صدقات کی تفسیر اور اس کے متعلق مسائل کی تفصیل بقدر ضرورت لہر دی ہو گئی۔

وَقِيْلَ لِيْزِيْنَ يُؤْذِنُ النَّبِيَّ وَيَقُولُوْنَ هُوَ اَذْنٌ مِّنْ

اور کہتے ہیں ان میں سے جو کہتے ہیں نبی کی اجازت چاہئے شخص کو کہان ہے تو کہ

اَذْنٌ مِّنْ عِندِ رَبِّكَ يُؤْذِنُ مِنْ اِلٰهِ وَيَقُولُوْنَ اَلَمْ نَكُنْ مِنْ اٰتِ

میں کہ تمہارے چھٹے واسطے کہتے ہیں کہنا ہے اللہ اور یقین کرنا کہ مسلمانوں کی اجازت اور کہتے

لِيْزِيْنَ اَلَمْ نَكُنْ مِنْ اٰتِ رَبِّكَ يُؤْذِنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَكُمْ

انہی دلوں کے حق میں ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں انہی کے رسول کی ان کے لئے

عَذَابُ الْاَلِيْمِ ۝ يَتَخَفَتُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُؤْذِنَكُمْ وَاللّٰهُ

عذاب ہے دردناک، قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی قسمیں آگے تاکہ تم کو راہی کریں، اور اللہ

وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضَوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ

اور اس کے رسول کو بہت مزدور راہی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہیں، کیا وہ

يَعْلَمُوْنَ اِنَّهٗ مَنْ يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ

جان نہیں ہے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے تو اس کی آگ جہنم

خَالِدًا فِيْهَا اَوْ يَكُوْنُ اَلْاُخْرٰى الْعَظِيْمَ ۝ يَحْدِلُ السُّفٰهَوْنَ

کہ ایک سلسلہ ہو اس میں، یہی ہے بڑی رسوائی، ڈرا کرتے ہیں مسلمان



کہد بچے کر کیا ایشکھا ایشکھا اور اس کی آنکھوں کے ساتھ انہی کے رسول کے ساتھ تم میں سے کسی کے حق  
دین کے خلاف نہیں کہ بھی ہو مگر یہ تو دیکھو کہ تم اپنے اس کا کر رہے ہو جو تم کے ساتھ ہے نہ کہ کسی کو  
سے بھی درست نہیں) حکم دے ہو (وہ) مذمت کرو نہ مطلب یہ کہ مذمت مقبول نہیں اور اس  
مذمت کے ساتھ نہ جانو نہیں جو حال تم کو اپنے کو تو میں کہہ کر کفر کرنے لگے دیکھو کہ دین کے ساتھ  
اپنا اور مطلقاً کفر ہے مگر میں تو پہلے بھی ایمان دے تھا البتہ اگر کوئی دے دے تو یہ کرے اور دوسرے  
خاص میں جانتے تو البتہ کفر اور فساد کفر سے چھوٹ جائے لیکن اس کی بھی سب کو تو قین ہوگی  
یاں باطل البتہ مسلمان ہو جائی گے اور وہ معاف کر دے جائیں گے میں صلی علیہ وسلم اگر ہم  
تم میں سے جس کو چھوڑ بھی دیں اس لئے کہ وہ مسلمان ہو گئے تو ہم جس کو مرنے والی آسرو  
دیے گئے بسبب اس کے کہ وہ (ظلمانی میں) مجرم تھے زمین وہ مسلمان نہیں ہوتے) ۱۶

## معارف و مسائل

آیت مذکورہ میں بھی ساتھ آیت کی طرح منافقین کے سپردہ اعزازات اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی اذہار رسائی اور پھر چھوٹی تہلیل کھا کر اپنے ایمان کا نہیں دھانے کے واقعات  
اور ان پر تفسیر ہے۔

پہلی آیت میں مذکور ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بطور دشمن یا بے ہوش  
ہیں کہ وہ تو قین کا ہی ہیں یعنی جو کچھ کسی سے سن لیتے ہیں اسی پر یقین کر لیتے ہیں اس لئے ہیں  
کہ کفر نہیں اگر پہلی سازش مکمل ہیں تو قہم پر قسم کھا کر آپ کا ہائی برات کا جہنم کو لے گئے  
جس کے جواب میں من تعالیٰ نے ان کی طاقت کو دواش فرما دیا کہ وہ منافقین اور منافقین کی  
طاقتوں کو کٹ کر اپنے مقام میں اخلاق کی بنا پر فساد و فحش پورہ ہے اس سے یہ نہ سمجھو کہ آپ کے  
حقیت حال کی سمجھو نہیں صرف تمہارے کہنے پر یقین کرتے ہیں بلکہ وہ سب کی پوری پوری  
حقیت سے باخبر ہیں تمہاری غلطی میں شک و دھما دھما کی سچائی کے قائل نہیں ہو جاتے البتہ  
پہلی شرافت نفس اور کرم کی بنا پر تمہارے منہ پر تمہاری تردید نہیں کرتے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ۝۱۷ اس آیت میں یہ خبر دی جاتی ہے کہ من تعالیٰ منافقین  
کی غلط سازشوں اور شرارتوں کو ظاہر فرما دیا گئے جس کا ایک واقعہ قرآن مجید سے دیکھیں کہ  
جب کہ کفر منافقین نے آپ کے قتل کی سازش کی تھی من تعالیٰ نے آپ کو اس پر بڑا ایسا تحریک  
مطلق کر کے اس رستہ سے ہٹا دیا جہاں یہ منافقین اس کام کے لئے جمع ہوئے تھے۔  
(منظری ص ۱۸۷)

اور حضرت میں جہاں فرماتے ہیں کہ من تعالیٰ نے شر منافقین کے نام مع ان کی ولایت  
پڑے نشان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانہ بنے تھے مگر وہ تعالیٰ نے ان کو  
دکھن بظاہر نہیں فرمایا (منظری)

الْمُفِيقُونَ وَالْمُفِيقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَّأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ  
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبُضُونَ أَيْدِيَهُمْ حَسْرَاتُ اللَّهِ  
اور چھوڑیں اہل بیعتی اور ہند زمین اہل بیعتی بھول گئے اند کو

فَلَيْسَ لَهُمْ مِنَ الْمُنْفِقِينَ ۝۱۸ وَالْمُنْفِقُونَ هُمُ الَّذِينَ  
سود بھول گئے کہ حقین منافق دیکھیں منافقان دعوہ دیا ہو اللہ نے  
الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتُ وَالْمُنْفِقَاتُ تَارِكَةً خِيَلَيْنَ فِيْمَا  
منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور کافروں کو دوزخ کی آگ کا پڑھ گئے ہیں

فِي حَبِطٍ مُّجْدٍ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۱۹  
دیکھیں کہ ان کو اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نکال دیا اور ان کے لئے عذاب ہو برقرار رہنے والا  
کَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنكُمْ قُوَّةً وَآكْثَرَ أَمْوَالًا  
جہاں کہ جسے اعلیٰ رک زیادہ تھے جس سے زور میں اور زیادہ رکھے تھے مال

وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِحُلَا وَهُمْ قَسَمْتَ لَكُمْ مَحَلًا وَكُفِّرُوا  
اور اولاد پھر فائدہ اٹھائے اپنے حصہ سے پھر فائدہ اٹھا کر اپنے حصہ سے  
كَمَا اسْتَمْتَعْتُمُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِحُلَا وَهُمْ وَحُصْنَكُمْ  
جیسے فائدہ اٹھائے جس سے اعلیٰ اپنے حصہ سے اور تم بھی چلے ہو

كَالَّذِينَ عَاثَرُوا آلَ لُوطٍ فَأَخْرَجَتْهُمُ آلُ لُوطٍ فِي الدُّنْيَا  
انہی کی سی حال وہ لوگ مٹ گئے ان کے عمل دنیا

کہد مجھے کہ کیا اللہ بھلا خدا اور اس کی آیتوں کے ساتھ لو اس کے رسول کے ساتھ تم میں کسی کرتے حق  
دین کے خلاف میں کچھ بھی ہو کر یہ تو دیکھو کہ تم اپنے خدا کی راہ پر بھیجے کے ساتھ اپنے خدا کی راہ  
سے بھی درست نہیں) حکم دے ہو (وہ) خدا کی راہ پر گرو طلب یہ پرکھو خدا مقبول نہیں اور اس  
خدا کے ساتھ نہ جانا نہیں جو حال تم کو اپنے کو تو میں کہہ کر کفر کرنے لگے دیکھو کہ دین کے ساتھ  
اپنا خدا مطلقاً کھڑے ہو گئی ہو پہلے بھی ایمان نہ تھا البتہ اگر کوئی دے دے تو کہہ کرے اور تو میں  
خلف میں جانتے تو البتہ کفر اور فساد کفر سے چھوٹ جائے لیکن اس کی بھی سب کو تو قین ہوگی  
یاں باطل البتہ مسلمان ہو جائی گئے اور وہ معاف کر دے جائیں گے میں صلی علیہ وسلم اگر ہم  
تم میں سے جس کو چھوڑ بھی دیں اس لئے کہ وہ مسلمان ہو گئے تو ہم جس کو فراموشی آسزا  
دیئے گئے بسبب اس کے کہ وہ (ظلمانی میں) جہنم تھے زمین وہ مسلمان نہیں ہوتے) ۱۶

## معارف و مسائل

آیت مذکورہ میں بھی ساتھ آیت کی طرح منافقین کے سپردہ اعزازات اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی اذہار رسائی اور پھر چھوٹی تہلیل کھا کر اپنے ایمان کا نہیں دھانے کے واقعات  
اور ان پر تفسیر ہے۔

پہلی آیت میں مذکور ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بطور دشمن یا بے ہوش  
ہیں کہ وہ تو قین کا ہی ہیں یعنی جو کچھ کسی سے سن لیتے ہیں اسی پر یقین کر لیتے ہیں اس لئے ہیں  
کہ کفر نہیں اگر پہلی سازش مکمل میں حق تو یہ ہر قسم کھا کر اپنے کھانے پر اس کا بھین کر لے لے  
جس کے جواب میں من تعالیٰ نے ان کی طاقت کو دوا شیخ فرمادیا کہ وہ منافقین اور منافقین کی  
طاقتوں کو کھنکھانے کے ساتھ ان کے ہمارے فسادات پر پورے ہیں اس سے یہ نہ سمجھو کہ ان کے  
حقیت حال کی سمجھو نہیں صرف تمنا ہے کہ پھر یقین کر لیں ہیں بلکہ وہ سب کی پوری پوری  
حقیت سے باخبر ہیں بخاری غلطی میں شکورہ ضروری چال کے قائل نہیں ہو جاتے البتہ  
پہلی شرافت نفس اور کرم کی بنا پر تمنا ہے منہ پر تمنا یہ تردید نہیں کرتے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰمُ خُصَمٰٓئِكُمْ وَ اَنَّ اِس آیت میں یہ خبری جتنی سے کہ حق تعالیٰ منافقین  
کی غیروں سازشوں اور شرارتوں کو ظاہر فرما دیا گئے جس کو ایک واقعہ قرآنہ ترک سے وہ بھی کفر  
جب کہ کہ منافقین نے آپ کے قتل کی سازش کی حق تعالیٰ نے آپ کو اس پر بڑا ایسا پھیل  
مطلق کر کے اس رستہ سے بڑا دیا جہاں یہ منافقین اس کام کے لئے جمع ہوئے تھے۔  
(منظری ص ۱۸۷)

اور حضرت میں جہاں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے شر منافقین کے نام مع ان کی ولایت  
پڑے نشان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکار رہے تھے مگر حق تعالیٰ نے ان کو  
دگوں بظاہر نہیں فرمایا! (منظری)

اَلْمُفٰٓئِقُوْنَ وَ اَلْمُنٰفِقٰتُ جُھُھُم مِّنْ بَعْضِ یَّامُرُوْنَ بِالْمُنٰفِکِ  
مُنافی مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے منافی است نری  
و یَقُوْنُ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَ یَقِطُّوْنَ اٰیٰتِہُمْ مِّنْ سُوْرِ اللّٰہِ  
اور چھوڑتے ہیں است بھلی اور بند دیکھیں ان کی نئی بھلی کے اندر کو

فَلٰی سَیْمُ اِنَّ الْمُنٰفِکِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۷ وَعَدَ اللّٰہُ  
اور بھلی ایمان کو حقین منافق دیکھیں تا سہ ماہ ۱۷ وعدہ دیا کہ اللہ نے  
اَلْمُنٰفِکِیْنَ وَ اَلْمُنٰفِکٰتُ وَ اَلْکٰفِرَہُ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا  
منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور کافروں کو دوزخ کی آگ میں جا کر رہنے کا ہے

فِیْ جَہَنَّمَ وَ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ وَ لَعَنَہُمُ عَنَ اَبِیْہِمْ یٰۤاَیُّہَا  
وہاں میں برائی کو اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کھار دیا اور ان کے لئے عذاب کو برقرار رہنے والا  
کَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ کَانُوْا اَشَدَّ مِنْہُمْ قُوًۃً وَ اَکْثَرُ اَمْوَالًا  
جہنم کے اشد از ان سے زیادہ تھے سہ زور میں اور زیادہ رکھتے تھے مال

وَ اَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِعَلٰہِہُمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِعَلٰہِہُمْ  
اور اولاد پھر فائدہ اٹھائے اپنے ختم سے پھر فائدہ اٹھا کر تم نے اپنے ختم سے  
عَمَّا اسْتَمْتَمَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ بِعَلٰہِہُمْ وَ عَصٰہُمْ  
جیسے فائدہ اٹھائے تم سے اٹھائے اپنے ختم سے اور تم بھی چلے ہو

کَالَّذِیْنَ عَاثَرُوْا اَوْلَیَٔاکُمْ حٰطَتِ اَعْمَالُہُمْ فِی الدُّنْیَا  
ایہ کی سی چال وہ لوگ مٹ گئے ان کے عمل دنیا





وفاقی کمال ہوئی ہے، اور یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے، انہیں انہیں اس صانع کا خاصہ یہ ہے کہ ہر آدمی کو اپنی مرضیت پیدا کرتا ہے، قرآن کریم کا ارشاد اسی کے متعلق ہے:

يَسْتَعِينُ فَهَؤُلَاءِ الْمُتَعَتِّلُونَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۚ

ان کے آپس میں قتل اور گھری دوستی پیدا فرادیتے ہیں، اور کچھ ہمارے یہاں دھن صالح ہی کو کہتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں تعلقات کسی ایسے نظر نہیں آتے، بلکہ اخلاص کے تابع ہیں۔

تَبَاهِيَهُمُ الْمُتَكَلِّفُونَ ۚ وَالْمُتَكَلِّفُونَ عَمَلُهُمْ ۚ اِسْأَلِيَنَّ مِنْهُمْ كَفَارًا وَدَمًا نَفَقَةً ۚ

یہ جاد اور ان کے معاملہ میں شدت اختیار کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے، ظاہری کفار کے ہاں کا معاملہ تو واضح ہے، لیکن منافقین کے ہاں کا مطلب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ سے یہ ثابت ہو کر ان کے ساتھ چاروں مراد فرمائی جاتا ہے، کہ ان کو اسلام کی معافی نہ کیے کی طرف دعوت دینا اور اپنے دھوکے اسلام میں غلام ہو جائیں اور قریب و دوری و ظالمی و ظالمی علیہ کفر لفظ کے اصل معنی یہ ہیں کہ غلام ہیں غلامی کا معنی ہے اس میں کوئی رعایت اور نرمی نہ رہتی جائے، یہ لفظ رافقت کے مقابل پہنچا مال جڑا ہے اس کے معنی رست اور نرم دل کے ہیں۔

امام قرطبی نے فرمایا کہ اس جگہ غفلت ہتھمال کرنے سے علی غفلت مراد ہے کہ ان پر ان کا شرع جاری کر کے میں کوئی رعایت اور نرمی نہ رہتی جائے، زبان اور کلام میں غفلت اختیار کرنا مراد نہیں، بلکہ وہ نسبت انہما کے غفلت ہے، وہ کسی سے سخت کلامی اور سبب شکم نہیں کرتے، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا اَكُنْتُ اَسْأَلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ اَنْ تَكُونُوا عَلَيْهِ ۚ

”اگر تمہاری کوئی چیز نہ ہو تو اس کی گزارش نہ کرو“

”اگر تمہاری کوئی چیز نہ ہو تو اس کی گزارش نہ کرو“

”اگر تمہاری کوئی چیز نہ ہو تو اس کی گزارش نہ کرو“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں خود حق تعالیٰ نے فرمایا: وَكَذَلِكَ فَكَلَّمْنَا بَيْنَهُمَا النَّاسَ لَمْ تَكْشُرْ اَوْ تَكْشُرْ ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا قَوْلُكَ ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا قَوْلُكَ ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا قَوْلُكَ ۚ

کہ ہاں سے جاگ جائے، اور انہیں صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں بھی کہیں یہ ثابت نہیں کر سکا، وہ منافقین سے گفتگو اور خطاب میں بھی غفلت اختیار فرماتا ہو۔

تَبَاهِيَهُمُ الْمُتَكَلِّفُونَ ۚ اِسْأَلِيَنَّ مِنْهُمْ كَفَارًا وَدَمًا نَفَقَةً ۚ

آج کل کے مسلمان دوسرے مسلمانوں کے اپنے میں یہ دعویٰ استعمال کرتے ہیں اور ہمت ہے کہ وہ اس کو کفر کی خدمت سمجھ کر غرض ہوتے ہیں، اِنَّمَا يَدْعُو ۚ

يَعْلَمُونَ بِاللهِ مَا قَالُوا ۚ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةً كَثِيرَةً وَكُفِرُوا ۚ

انہیں کھاتے ہیں انہیں کہہ رہے ہیں کیا اور بیشک کیا اور انہوں نے کفر کیا اور انہیں کفر ہو گئے

اِسْلَامًا بِهِمْ وَهُمْ يَوْمَئِذٍ لَا يَمَيُّوْنَ ۚ وَمَا نَقَمُوا ۚ اِلَّا اَنْ اُغْنِيَهُمْ

سلمان ہو کر اور تصد کیا تھا اس چیز کا جو ان کو نہ ملے، اور یہ سب کچھ اس کا بدلہ تھا کہ وہ تصد نہ کرنا

الله وَرِسْوَتُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ اِنْ يَتُوبَا إِلَىٰ عَسَاوِيٍّ اَلْهَمَ ۚ وَ اِنْ

ان کو اس نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے سوا کہ تو بہ کر لیں تو یہاں ان کے حق میں اور اگر

يَتُوبَا اَعْلَىٰ ۚ هُمُ اللهُ عَدَا اَبَا اَيْمَانٍ اِنِّي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ ۚ

دعا میں گئے تو عذاب دیا ان کو اللہ عذاب دردناک، دنیا اور آخرت میں

وَمَا اَلْعَمْرُ فِي الْاَرْضِ مِنْ دَقِيقٍ وَلَا تَصِيْرٍ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ

اور انہیں اسی کا دوسرے زمین پر کوئی حقیقی اور نہ مددگار، اور انہیں ان میں وہ ہیں

عَصَا الله لِيُنْزِلَ اَنْتَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ

کہ عید کیا تھا اللہ سے اگر دوسرے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم ضرور بخیرات کریں اور جو رہیں ہم

الصَّاحِقِينَ ۚ فَلَمَّا اَنَّ اَنْتَا مِنْ فَضْلِهِ بَخِلْنَا بِهِ وَكُوْنَا

تکی دلوں میں، پھر جب دیا ان کو اپنے فضل سے تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے

وَهُمْ مَعِيَ صَوْنٌ ۚ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا ۚ اِنِّي فُلُوْهُمْ اِنِّي يَوْمَ

ملا کر، پھر اس کا اثر نہ دیکھ دلیہ لائق ان کے دلوں میں جس دن تک کہ

يَلْقَوْنَهُ وَمَا اَخْلَعُوا الله مَا وَعَدَ وَدَّعِيَا كُوْنَا اَيْلِيْنَ ۚ

وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے غلام کیا اللہ سے جو وہ اس سے کیا تھا اور پھر کھڑے ہوئے

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ وَ اِنْ

سکا وہ جان نہیں ہے کہ اللہ جانتا ہے ان کا سید اور ان کا منور اور وہ کہ

اللَّهُ عَلَامُ الْغُيُوبِ ۝
اللہ غیب جانتا ہے سب سے چھپاؤں کو

## خلاصہ تفسیر

وہ لوگ نہیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات دیکھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں، انہیں بھی مائیکو ایستھا انھوں نے کھانے کی بات کہی تھی، دیکھ لیا کہ آپ کے منہ سے بارے میں گفتگو کرنے کا کفر جو ناکارہ ہے، اور یہ وہ بات کہ کہ اپنے اسلم و ظاہری اس کے بعد وہ ظاہری کیا کا فر ہو گئے وگرنہ ہی جنت میں ہیں جن کی خبر مسلمانوں کو بھی چرچا میں اور اس سے عام طور پر کفر کھل گیا، اور انھوں نے انہی بات کا راہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا گمراہی کا نام ہے، اور یہ انھوں نے صرف اس بات کا دوا ہے کہ ان کا کفر نے اور اس کے رسول کے ذریعہ خداوندی سے ملنا ڈاکر دیا اس احسان کا بدلہ ان کے نزدیک یہی ہو گا کہ ان کا یہاں سوا کر داس کے بعد بھی تو یہ کہیں قادی کے لئے (دور چلے ہیں) بہتر دوا دانیہ پر گا دینا جسے جو سچ کو تو یہ کی توفیق ہو گئی، اور اگر وہ یہ سچ و گردانی کی اور کفر و کفایت ہی پر ہے، کہ اگر ان سے ان کو دیکھا اور آخرت کے دنوں میں درویشانگ سزا دے گا، اور ان کے چہرے پر زہم اور بے ایمان اور خالفت دین اور مرتے وقت مصیبت کا مشاہدہ کرنا یہ دینی عذاب ہے اور آخرت میں دوزخ میں جانا ظاہری ہے، اور ان کا دنیا میں دکھائی دیا ہے اور مذکورہ ذکر عذاب سے بچانے اور جب دنیا میں کوئی یاد دہکار نہیں چاہا اگر خدا ہو جاتی ہے تو آخرت میں تو یہ جہنم اولیٰ منیٰ کر اور ان (مناظفین) میں جیسے آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے چمکے ہیں تو کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حد کرنا اور خدا سے حد کرنا بار ہے، اور وہ حد یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ پر کہ اپنے فضل سے دہشت سالانہ عطا فرمائے تو ہم داس میں سے خوب نیرات کریں اور ہم داس کے دوسرے سے خوب نیک نیک کام کیا کریں، سبج اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دہشت سالہ دیدار قیاس میں بھل کر لئے تھے، اور کفر و کفری اور اطاعت سے اور گردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے دیکھے ہیں سے) حادثی میں سوا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی سزا میں ان کے دنوں میں فساد و فحاشی، گرد یا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک دینی دم مرگ تک اور ان کا اس سبب سے کہ انھوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ داس وعدہ میں شرمناک ہیں، بھوکھولنے لگے دینی ثروت ان کا اس وقت بھی نہ تھی میں اتفاق قریب اس وقت بھی دل میں خفا جس کی فرج یہ کلاب و خلافت ہے، پھر اس کلاب و خلافت کے وقرعہ سے اور زیادہ بہت غضب ہوتا، اور اس زیادہ غضب کا اثر یہ ہو گا کہ وہ لفظی سانچا اب دینی اور غیر دینی ہو گا کہ تو یہ بھی نصیب نہ ہوگی، اسی حالت پر مر کر ادا کا بوجہ جہنم

رجحان نصیب ہو گا، اور یہ جو کفر معنی کے جو اسلام اور اطاعت کا انہاد کرتے ہیں تو کیا انی دستا فہم کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز ادراک کی سرگزشتی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں اور داس نے وہ ظاہری اسلام اور اطاعت ان کے کام نہیں آئے، بالخصوص آخرت میں اس سزا سے جہنم خردی ہے۔

## معارف و مسائل

آپ نے دیکھا میں سے پہلی آیت کی تفسیر میں کتنا تعجب کا تذکرہ ہو گا وہی جلیل میں کلمات کفر کہتے دیتے ہیں، پھر اگر مسلمانوں کو اطلاع ہو گئی تو جو فی قیاس کھاراجی روادت سے کرتے ہیں، اس آیت کے خلاف قریل میں ہو جی، نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک خطبہ دیا، جس میں منافقین کی بدحالی اور انہاد پر کھار فرمایا، حاضرین میں ایک منافق تھا جس کی عمر چھوڑ تھا، اس نے اپنی مجلس میں باکر کہہ کر سخت ضد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ کہتے ہیں اگرچہ یہ تو بہم کہہ رسول سے بھی زیادہ خراب ہیں، اس کا یہ کلمہ ایک صحابی حاضرین قیاس نے سن لیا تو کہا یہ شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ سچ ہے اور ہم واقعہ رسول سے بھی زیادہ بفر ہو۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر تبوک سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حاضرین قیاس نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، اور مقولہ اس نے کہے سے چکر چھڑا، اور کہنے لگا کہ حاضرین قیاس نے تجھ پر جھٹ، ہاں میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو حکم دیا کہ انہی نبوی کے پاس کھڑے ہو کر قسم کھائیں، ان کے لئے یہ سید سڑک جھوٹی قسم کھانی کہ میں نے ایسا نہیں کیا، حاضرین بول رہے ہیں، حضرت عمار کا فرمایا تو انھوں نے بھی قسم کھائی، اور پھر رسول نے ہاتھ اٹھاتے کہ یا اللہ کیا ہے رسول پر یہ دلیل، وہی اس معاملہ کی حقیقت روشن فرامیں، ان کی دماغی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں نے آئین ہیں، ہمیں یہ لوگ اس جگہ سے بے بھی نہیں تھے کہ جڑ تیل میں دھکیں کہ حاضر ہو گئے ہیں، آیت مذکورہ میں جلتا ہے کہ جب آیت سن کر فوراً کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اب میں اللہ کو کرتا ہوں کہ یہ غلطی مجھ سے ہوئی تھی، اور حاضرین قیاس نے جو کچھ کہا وہ سچ تھا، مگر اس آیت میں جن تعالیٰ مجھے تو کا یہی حق دیدیا ہے، میں اب اللہ سے مغفرت مانگا ہوں اور تو بکرنا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمائی، اور بعد میں اپنی توبہ پر قائم رہے، ان کے حالات درست ہو گئے (منظری)





فَاَنْتُمْ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ تَلَاقُ يَوْمَئِذٍ يَخْلُقُ جَهَنَّمَ ثَلَاثَ اَشْدَادٍ لِّئَلَّا تَكُنْ اِيَّاهُ سَاحِلًا اَوْ بَدْعًا يَوْمَئِذٍ يَخْلُقُ جَهَنَّمَ ثَلَاثَ اَشْدَادٍ لِّئَلَّا تَكُنْ اِيَّاهُ سَاحِلًا اَوْ بَدْعًا يَوْمَئِذٍ يَخْلُقُ جَهَنَّمَ ثَلَاثَ اَشْدَادٍ لِّئَلَّا تَكُنْ اِيَّاهُ سَاحِلًا اَوْ بَدْعًا

یہاں کے دونوں میں نفاق کو اور بڑھ کر دیا کہ اگر ای کو تو جس کو توین ہی نہ ہوگی۔  
فَانْزِلْ: اس سے معلوم ہو کہ بعض اعمال کی بد کو مست ایسی ہوتی ہے کہ وہ کی توین سلب ہو جاتی ہے، انحراف یا شرمندہ

ابن جریر نے حضرت ابو امامہ کی تفصیل روایت ہو اسی ذکر کی گئی ہے اس کے آخر میں لکھا ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کے لئے قازحہ اقلیت میں مرقہ فرمایا تو اس میں اس میں قبلہ کے کچھ حوزہ واقرب بھی موجود تھے، پیش کران میں سے ایک آدمی فوراً مسخر کر کے قبلہ کے پاس پہنچا، وہ اس کو ملاہمت کی، اور شیلہ کی صفائی ہائے میں قرآن کی آیت نازل ہو گئی ہے، یہ سن کر قبلہ گھبرا، اور وہ نہ حاضر ہو کر دعا خواست کی کہ اسے قبول کر لیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری یہ دعا اصدۃ قبول کرنے سے منع فرمادی ہے، یہ سن کر قبلہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو خدا کا پناہ ہے، میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اطلاع نہ کی، اب تمہارا صدقہ قبول نہیں ہو سکتا، قبلہ کا نام واپس ہو گیا، اور اس کے کچھ دن بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، اور صدیق اکبر قبلہ ہوئے تو قبلہ اصدیق اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ میرا صدقہ قبول کر لیجئے، صدیق اکبر نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کیا تو میں کیجئے قبول کر سکتا ہوں۔

پھر صدیق اکبر کی وفات کے بعد قبلہ قازوق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وہی دعا خواست کی اور وہی باب ملا جو صدیق اکبر نے دیا تھا، پھر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں آیا سے دعا خواست کی انھوں نے بھی انکار کر دیا، اور خلافت عثمانؓ کے زمانہ میں قبلہ مر گیا، ونحوہ یا شرمندہ یا شرمندہ الاعمال، وغلطی

مستقلہ: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قبلہ تائب ہو کر حاضر ہو گیا تو اس کی توبہ کیوں قبول نہ کی گئی، اور جتنا ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ اب بھی انھوں نے توبہ نہیں کرنا ہے، اس کے دل میں نفاق موجود ہے، انھیں یقین صلحت سے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر باغی کرنا چاہتا ہے، اس لئے قبول نہیں، اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق قرار دیا تو بعد کے خلفاء کو اس کا صدقہ قبول کرنے کا حق نہیں رہا، کیونکہ وہ کسی لئے مسلمان ہونا شرط ہی البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر کسی شخص کے دل کا نفاق ظنی طور پر کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا، اس لئے آئندہ کا حکم یہی ہے کہ جو

فَاَنْتُمْ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ تَلَاقُ يَوْمَئِذٍ يَخْلُقُ جَهَنَّمَ ثَلَاثَ اَشْدَادٍ لِّئَلَّا تَكُنْ اِيَّاهُ سَاحِلًا اَوْ بَدْعًا يَوْمَئِذٍ يَخْلُقُ جَهَنَّمَ ثَلَاثَ اَشْدَادٍ لِّئَلَّا تَكُنْ اِيَّاهُ سَاحِلًا اَوْ بَدْعًا

یہاں کے دونوں میں نفاق کو اور بڑھ کر دیا کہ اگر ای کو تو جس کو توین ہی نہ ہوگی۔  
فَانْزِلْ: اس سے معلوم ہو کہ بعض اعمال کی بد کو مست ایسی ہوتی ہے کہ وہ کی توین سلب ہو جاتی ہے، انحراف یا شرمندہ

ابن جریر نے حضرت ابو امامہ کی تفصیل روایت ہو اسی ذکر کی گئی ہے اس کے آخر میں لکھا ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کے لئے قازحہ اقلیت میں مرقہ فرمایا تو اس میں اس میں قبلہ کے کچھ حوزہ واقرب بھی موجود تھے، پیش کران میں سے ایک آدمی فوراً مسخر کر کے قبلہ کے پاس پہنچا، وہ اس کو ملاہمت کی، اور شیلہ کی صفائی ہائے میں قرآن کی آیت نازل ہو گئی ہے، یہ سن کر قبلہ گھبرا، اور وہ نہ حاضر ہو کر دعا خواست کی کہ اسے قبول کر لیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری یہ دعا اصدۃ قبول کرنے سے منع فرمادی ہے، یہ سن کر قبلہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو خدا کا پناہ ہے، میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اطلاع نہ کی، اب تمہارا صدقہ قبول نہیں ہو سکتا، قبلہ کا نام واپس ہو گیا، اور اس کے کچھ دن بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، اور صدیق اکبر قبلہ ہوئے تو قبلہ اصدیق اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ میرا صدقہ قبول کر لیجئے، صدیق اکبر نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کیا تو میں کیجئے قبول کر سکتا ہوں۔

پھر صدیق اکبر کی وفات کے بعد قبلہ قازوق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وہی دعا خواست کی اور وہی باب ملا جو صدیق اکبر نے دیا تھا، پھر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں آیا سے دعا خواست کی انھوں نے بھی انکار کر دیا، اور خلافت عثمانؓ کے زمانہ میں قبلہ مر گیا، ونحوہ یا شرمندہ یا شرمندہ الاعمال، وغلطی

مستقلہ: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قبلہ تائب ہو کر حاضر ہو گیا تو اس کی توبہ کیوں قبول نہ کی گئی، اور جتنا ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ اب بھی انھوں نے توبہ نہیں کرنا ہے، اس کے دل میں نفاق موجود ہے، انھیں یقین صلحت سے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر باغی کرنا چاہتا ہے، اس لئے قبول نہیں، اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق قرار دیا تو بعد کے خلفاء کو اس کا صدقہ قبول کرنے کا حق نہیں رہا، کیونکہ وہ کسی لئے مسلمان ہونا شرط ہی البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر کسی شخص کے دل کا نفاق ظنی طور پر کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا، اس لئے آئندہ کا حکم یہی ہے کہ جو

### خلاصہ تفسیر

یہ دنا تفسیر: ایسے ہیں کہ قتل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر عداوت کے لئے یہی وعدہ دیا ہوئے ہیں، انھیں کہتے ہیں اور انھیں انھوں نے ان کو گول پر داؤد زباہہ میں کہ بڑھت ہو گا وہی کی آمدنی کے اور کچھ پیش نہیں ہوتا اور وہ بچا ہے اسے مزدوری میں سے بہت کر کے کچھ عہد کا لہجہ ہیں، جن کی سے سو کر کے ہیں زمین مطلق حق تو سب ہی پر کرتے ہیں کی جھڑی کی جھڑی صدقہ میں ملا، اور ان محنت کش غریبوں سے حق بھی کرتے ہیں کہ وہی کی عداوت دینے کے قابل ہو گئے یا شرمندہ یا شرمندہ الاعمال، وغلطی کا اور دوسرے مطلق حق کا یہ بدلے کا کام، ان کے لئے رافرت میں، دردناک سزا ہوگی، آپ خود ان منافقین کے لئے استغفر گریں، یا ان کے لئے استغفار نہ کریں وہ دونوں حال ہلا کر ہیں کہ ان کو اس سے کوئی نفع نہیں ہوگا، انکی

ملفوظ نہیں کی جائے گی، اگر آپ ان کے لئے مشورہ دینی کرنا چاہیں، اسے مستغفار کریں، جب یہی اللہ تعالیٰ کو قرضے کا، یا اس وجہ سے کہ انھوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کیلئے سرکشی و کون کو جو بھی ایمان اور حق کی طلب ہی کر رہی، جاہلیت نہیں کیا کرتا اس وجہ سے یہ عمر بھر کفر ہی پر قائم رہے، اسی پر مبنی ہے

## معارف و مسائل

پہلی آیت میں غفلت صدقات دینے والے مسلمانوں پر منافقین کے طعن و تشنیع کا ذکر ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوسمیرہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں صدقہ کا حکم دیا گیا، اور ہمارا حال یہ تھا کہ ہم کشت مزدوری کرتے تھے، کوئی مال ہمارے پاس نہ تھا، اسی مزدوری سے..... جو کچھ ہمیں ملتا تھا اسی میں سے صدقہ بھی نکالتے تھے، چنانچہ ابوصحیفہؓ کو اس صانع (قریباً) پونے دو ہزار صدقہ پہنچ گیا، دوسرا آدمی اس لئے اس سے کہہ کر زیادہ صدقہ کیا، منافقین اسی پر طعن و تشنیع کرنے لگے کہ کیا حقیر اور ذی اس چیز صدقہ میں لائے، اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی ضرورت نہیں، اور جس نے کچھ زیادہ صدقہ کیا اس پر الزام لگا دیا کہ اس نے دیا، اور ان کو کھانا کئے لئے صدقہ کیا ہے، اس پر یہ گیت نازل ہوئی۔

نَحْنُ اللَّهُ بِشَعْنِهِمْ مِنْ جَزَاءِ مَسْكُوتِهِمْ تَعْبِيرٌ كَمَا يَأْتِي

دوسری آیت میں جو منافقین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیا تھا کہ آپ ان کے لئے ہتھیار کریں یا شکر ہی برا ہے، اور کتنا ہی ہتھیار کریں ان کی مغفرت نہیں ہوگی، اس کا پورا بیان آگے آئے والی آیت اور آیت لَوْ كُنْتُمْ عَلَىٰ عَهْدٍ بَيْنِنَا لَآتَيْنَاكُمْ كَافًا سے ملے گا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ

غرض ہوئے، پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہے تھے، عجباً جو کہ رسول اللہ سے اور کھڑے اس

يُجَاهِدُوا يَا مَوَالِيَهُمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا

ہے کہ لو اس اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں اور بولے

لَا تُفْهِمُوا إِنِّي الْخَوَافِقُ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَّكُلِّ كَافٍ

کہ تم کو کچھ کر رہی ہو، تو کہہ دو، ناری کی آگ جلتی گرم ہے، اگر ان کو

يَفْقَهُونَ ۝ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكِوْا كَثِيرًا ۚ جَزَاءُ بِمَا

کچھ بولی، سو وہ ہنس لیوں، غمناک اور روروی ہوں، جزا اس کا

كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ

جو واپس آئے، تو اگر وہ لوٹ جائے، تو کہہ کہ اللہ کسی فرقہ کی طرف سے

فَاسْتَأْذِنُوا لَكُمْ لِنَبْرِؤْجَ قَعْلٍ لَّنْ تَعْرِجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَكِنْ

پھر اجازت چاہیں، مجھ سے کہنے کی تو کہہ دینا کہ تم ہرگز نہ چلو گے، میرے ساتھ نہیں اور

تَعَالَوْا مَعِيَ عَلَىٰ فَاذَاتُمْ رَضِيكُمْ بِالْفَقْدِ أَوَّلَ مَرَّةٍ

اور لوگ میرے ساتھ ہر کسی میں، تم کو پسند آیا، بیٹھ رہنا، پہل بار

فَاتَعَدُّوا مَعَ الْخُلَفَاءِ ۝

سو بیٹھے رہو، بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ۔

## خلاصہ تفسیر

پہلی آیت میں جو منافقین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیا تھا کہ آپ ان کے لئے ہتھیار کریں یا شکر ہی برا ہے، اور کتنا ہی ہتھیار کریں ان کی مغفرت نہیں ہوگی، اس کا پورا بیان آگے آئے والی آیت اور آیت لَوْ كُنْتُمْ عَلَىٰ عَهْدٍ بَيْنِنَا لَآتَيْنَاكُمْ كَافًا سے ملے گا۔





حاصل ہو کر آیت **وَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى** کو اٹھارویں سے نوآپ کو اختیار دی دینا ثابت ہوا تھا پھر عشقِ دلیل سے اندازہ جاری رکھنا .... ثابت ہو گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ سے پہلے ہی تو یہودیوں کو اس کی مغفرت نہیں ہوگی، مگر کسی دوسری آیت کے ذریعہ اب تک آپ کو ہٹھکا کر گرنے سے روکا بھی نہیں گیا تھا۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے قیام سے یا نماز پڑھانے سے اس کی مغفرت نہیں ہوگی، مگر اس سے دوسری اصلاح اسلام حاصل ہونے کی توقع تھی کہ اس کے خاندان کے لوگ اور دوسرے کفار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ اس کے ساتھ دیکھیں گے تو وہ اسلام کے قریب آجائیں گے، اور مسلمان ہو جائیں گے، اور منافق مزید نماز پڑھنے کی اس وقت تک موجود نہ رہیں گے، اس لئے آپ نے نماز پڑھ کر اس کو اب کا شاید ایک قرہ جملہ پر جو حج بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے منقول ہے اگر لکھیں یہ معلوم ہوگا کہ شرع سے زیادہ دعا مغفرت کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں یہ بھی کہتا - (قرطبی)

دوسرا شاہد وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرا کرتہ اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، مگر میں نے یہ کام اس لئے کیا کہ مجھے امید ہے کہ اس عمل سے اس کی قوم کے ہر آدمی کو مسلمان ہو جائیں گے، چنانچہ بخاری اور بعض کتب تفسیر میں اگر اس واقعہ کو دیکھ کر خوشی قبیلہ کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ آیت سابقہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ توقع نہیں ہو گیا تھا کہ ہمارے کسی عمل سے اس منافق کی مغفرت نہیں ہوگی، مگر چونکہ ظاہر الفاظ آیت میں اختیار دیا گیا تھا، اور کسی دوسری آیت سے بھی اس کی ممانعت اب تک نہیں آئی تھی، دوسری طرف ایک کافر کے احسان سے دنیا میں نجات حاصل کرنے کا قاعدہ بھی تھا، اور اس معاملہ میں دوسرے کافروں کے مسلمان ہونے کی توقع بھی اس لئے آیت نے نماز پڑھنے کو ترجیح دی اور خاروقِ عظیم نے یہ سمجھا کہ جب اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ مغفرت نہیں ہوگی تو اس کیلئے نماز پڑھنا چھوڑ کر دعا بغفرت کرنا ایک فعلِ حبث اور بے کار ہی جو حیثانِ نبوت کے خلاف ہو، اسی کو رسول نے ممانعت سے قہر فرمایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس فعل کو فی اللہ فیہ رد سمجھتے تھے مگر دوسروں کے اسلام دینے کا تاکہ پچھلے نظر تھا، اس لئے فعلِ حبث نہ ہوا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر کوئی اشکال رہتا ہو نہ تھو، خاروقِ عظیم نے

قول پر بیان ہوا ہے کہ

البتہ جب حراۃ یہ آیت نازل ہو گئی تو نصیحتی، تو معلوم ہوا کہ اگر یہ نماز پڑھیں ایک دن مسلسل آپ کے پیش نظر تھی، مگر اس میں ایک خرافی اور مفسدہ بھی تھا، جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہیں ہوا، وہ یہ کہ خود اہلِ مسلمانوں میں اس عمل سے ایک بے دلی پیدا ہونے کا خطرہ تھا کہ ان کے یہاں اہلِ مسلمان اور منافق سب ایک جگہ میں کھڑے ہوں گے، اس خطروں کے پیش نظر قرآن میں یہ ممانعت نازل ہو گئی، اور پھر بھی آپ کے کسی منافق کی نماز پڑھنا نہیں چاہی۔

**مسئلہ ۱:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کا منہ سے جواز کی نماز اور اس کے لئے دعا مغفرت جائز نہیں۔

**مسئلہ ۲:** اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کا فر کے اہلِ اسلام کے لئے اس کی قہر کرنا ہونا یا اس کی زیارت کے لئے جانا حرام ہے، ہجرت قائل کرنے کے لئے ہو یا کسی مجبوری کے لئے تو وہ اس کے خلاف نہیں، کیونکہ یہاں سے کہ اگر کسی مسلمان کا فر رشتہ دار ہو جائے اور اس کا کوئی ولی وارث نہیں تو مسلمان رشتہ دار اس کو اس طرح بغیر رعایت طریقِ مسنونہ کا حشر سے میں دبا سکتا ہے (بیان ہوا ہے کہ)

**وَلَا تُجْنِبُكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُعَذِّبَ بِهُمُ الْيَاقِينِ** (۱۹) اور جب ذکر ان کے مال اور اولاد سے اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ عذاب پہنچے، مگر یہاں الذیاء و ترہن انفسہم و ہول کفر و کفر

یہ دیکھ کر ان چیزوں کے باعث دنیا میں اور جتنے ان کی جان اور وہ اس وقت تک کافر تھے،

**فَلَا تُنْزِلُكَ سُورَاتِ الْاٰمُوٰلِ اِنَّ اللّٰهَ وَجَّهٌ قَاہِدٌ رَّسُوْلُهٗ** اور جب نازل ہو کر کہ ان کی سورت کہ ان کو اللہ پر اور اولاد پر کرا دے رسول کے ساتھ ہو کر

**اَسْتَاذِنُكَ اَوْ لَوْ اَلْتُوْلِيْ مِنْهُمْ وَقَالُوْا اِذَا نَاكَنَ مَعَ** تو کہہ دےتے اچھے ہیں معذور، دالے ان کے اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑنے کا وہ جاویں ساتھ

**اَلْفُعْدٰیۙ اِنَّ رَّصُوْاۤیۡاَنَ یَّكُوْنُوْنَ اَمَعَ اَلْعَوٰلِہٖ وَطٰلِعَ عَلٰی** جتنے دالوں کے غرض ہوں کہ وہ جاویں گے روئے والی ہو تو کیا ساتھ، اور ہر کہہ دینے ان کے

كُلُّوْهُمْ فَمَنْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۵۰ لٰكِنَ الرَّسُوْلَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا  
اولیٰ پر سورہ پیش کیجئے، انہیں رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں  
مَعَهُ جَعَلَ دَآئِرَۃً مِّنْ اَمْوَالِهِمْ لَا تُغْنِيْهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْعَذَابُ  
ساتھ اس کے دائرے ہیں اپنے مال اور جان کے اور انہی کے لئے ہیں عوبیاں  
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْمَقٰلِقُوْنَ ۝۵۱ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنٰتٍ تَجْرِيْ  
اور وہی ہیں ملاو کہ پہنچنے والے، تیار کر رکھے ہیں اٹلنے ان کے واسطے باغ کہیں  
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْعَوْنُ  
ہیں نیچے ان کے نہریں راہیں آں ہیں ۔ یہی ہے بڑی  
الْعَظِيْمُ ۝۵۲  
کامیابی ۔

### خلاصہ تفسیر

اور ان کے اعمال اور اولاد کو اس لعیب میں ڈالیں کہ انہیں پر ہے  
نہیں کیسے ہوگی سب واقع ہیں ان کے لئے لعبتیں نہیں بلکہ آفات مذاب ہیں کہ ان کو  
مرحہ میں منظور نہ کران نہ کر دہ اور چھوڑ دے وہاں ان کو گرفتار مذاب دے اور ان کو  
دم جانب کفر ہی میں نکل جائے جس سے آخرت میں بھی مبتلائے عذاب رہیں اور یہی بھی کوئی  
خبر اور ان کی کامیابی میں نازل کیا جائے کہ تم رخصت دل سے) اللہ پر ایمان لاؤ تو ماس کے  
دول کے ہوا ہو کہ یہاں کہ و قرآن میں کے عقد و دالے آپ سے رخصت مانگے ہیں اور رخصت  
کا یہ عقوبت ہوتا ہے کہ کہتے ہیں کہ کم کو امانت دیجئے کہ ہم بھی یہاں طہر نے و ان کے ساتھ  
رہ جائیں و انہا ایمان و اخلاص کے جوئے میں بچ کر ناپس پڑنا اس کو کہہ دیا کہ تم ہم  
وہ لوگ رعایت دے میں سے) عقاد نصین حوروں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور ان کے  
دول پر ہر گز کمی جس سے وہ رخصت دے میں کو) بچتے ہیں انہیں ہاں لیکن وصل وصل اللہ علیہ  
اور آپ کی ہر ایسی میں جو مسلمان ہیں انھوں نے (انہا حکم کو مانا اور) اپنے انوں سے اور ان کی  
جانوں سے جدا کیا اور انہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں اور وہ خوشی  
اور کامیابی یہی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے چمے نہریں

۱۹

جہاں ہیں (اور) وہ ان میں جیسا کہ وہی ہے اور یہی کہ ان کا ایمان ہے۔

### معارف و مسائل

آیات مذکورہ میں بھی اپنی مثال کا حال بیان کیا گیا جو خود جوگ میں شریک ہونے سے  
بچنے والے کے لئے رکھے گئے تھے، انہی مثال نصین میں جس میں مال و ادنیٰ مال لوگ بھی تھے ان کے حال  
سے مسلمان کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ جب یہ لوگ اللہ کے نزدیک مردود و مقبول ہیں تو ان کو دنیا  
میں ایسی نعمتیں کیوں ملیں۔

اس کے جواب میں پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر غور کرو گے تو ان کے اعمال و ارادہ ان کے  
لئے رحمت و نعمت نہیں بلکہ دہائی میں ہی مذاب ہیں، آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے، دہا  
میں مذاب ہونا اس طرح ہے کہ ال کی بخت اس کا حفاظت کی اور پھر اس کے بڑھانے کی فکر کیا  
ان کو ایسی تھی کہ جس میں کو کسی وقت کسی حال میں نہیں لینے و نہیں ساد و سامان راحت کا ان کے  
پاس مستحبابی ہو مگر راحت نہیں ہوتی جو قلب کے سکون و اطمینان کا نام ہے، اس کے علاوہ  
یہ دنیا کا مال و متاع ہو کہ ان کو آخرت سے قائل کر کے کفر و معاصی میں انہماک کا سبب بنی  
ہیں رہا ہے اس لئے سبب مذاب بننے کی وجہ سے بھی اس کو مذاب کیا جاسکتا ہے، ایسی الفاظ  
قرآن میں ہیں جو ظاہر و باطن کا اللہ تعالیٰ ان اعمال میں کے ذریعہ ان کو سزا دینا چاہتا ہے۔  
تو کو ان کو ان کا لفظ انھیں کے لئے نہیں بلکہ اس سے غیروانی انھیں یعنی غیر تسلیم  
وگوں کا حال بدرجہ اولیٰ مسلم ہو گیا کہ ان کے پاس تو ایک ظاہری عذر بھی تھا۔

وَجَاءَ الْمَعْلٰی رُوْنٌ مِّنَ الْاَنْعٰمِ اَبْوَدٰنَ لَھُمْ وَقَعَدَ الْاٰتِیٰ  
اور آئے جہاں کرنے والے غلوار تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور چھوڑ دے انھوں نے

گد بوا اللہ و رسولہ لیسبیب الیٰ بن کفر وامنہم  
جہاں بولا تھا اللہ سے اور اس کے رسول سے اب بچنے کا ان کو جو کافر ہیں ای میں

عَذَابُ الْاٰتِیٰ ۝۵۲	
مذاب درد ناک ۔	







جو یہ قسیدہ اور نظاں سب کا جاننے والا ہے جس سے تمہارا کوئی اعتقاد کوئی حق معنی نہیں، پھر وہ مذکور  
بنائے گا جو کچھ تم کرتے تھے زاد و اس کا بدلے گا، اُن وہاب تمہارے سامنے اُفتدٰی کریں  
کھا جاویں گے کہ ہم معذور تھے، جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت  
پر بھیجے کہ وہ زور و طاقت وغیرہ نہ کرو، سو تم ان کا مطلب پورا کرو اور ان کو ان کی حالت پر  
پھرتو وہ دوسرے موضوع کافی کے محل ہونے سے ان کا کچھ بھلا نہ ہوگا، کیونکہ وہ لوگ بالکل گنہگار  
ہیں اور دوسرے ہیں، ان کا تمہارا دور رخ ہے اللہ کا مل کے بدل میں کچھ وہ اللہ تعالیٰ و مخلوق وغیرہ  
کیا کرتے تھے وہ دنیا کا بھی مقتضائے کر ان کو ان کے حال پر بھیج دو یا باریے، کیونکہ تم عرض  
سے مقصود ہے اصلاح اور اس کی ان کے شہادت سے امید نہیں اور نیز یہ اس لئے کہ تمہاری  
کوتراں سے واسطی پر جاؤ سو داخل و مخرج و نشان خدا سے واسطی میں ہیں جو تھے گئے لیکن بالفرض  
اگر تم ان سے واسطی میں پر جاؤ تو ان کو کیا نفع ہوگا، اللہ تعالیٰ تو اپنے شریر کو گنہگار سے واسطی  
ہیں پکڑا اور بد و نیک سے خالق کے دشمن خلق نہیں بے سود ہے، ۶

## معارف و مسائل

پہلی آیت میں اُن منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے غزوہ تبوک میں سنبھلے سے پہلے چھوٹے  
چیلے پہانے کر کے چھا دیں جانے سے ضرور روکا تھا، مذکورہ آیت میں ان کا ذکر ہے، جنہوں نے  
چھا دیا وہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی چھا دے  
فرما ماضی کے جھوٹے مدد پیش کرتے، یہ آیت وہ بیعت مدینہ واپس آنے سے پہلے نازل ہو چکی تھی  
جس میں اس آئندہ پیش آنے والے واقعہ کی خبر تھی کہ جب آپ، مدینہ واپس پہنچیں گے تو منافقین  
مذکورہ کے لئے آیت کے پاس آئیں گے، چنانچہ اسی طرح واقعہ پیش آیا۔

آیت مذکورہ میں ان کے مشفق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم دیتے تھے واول  
یہ کہ جب یہ مذکورہ کے لئے نکلیں تو آپ، ان سے کہہ دیں کہ فضول جھوٹے مدد نہ کرو، ہم تمہاری  
بات کی تصدیق نہ کریں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بے درجہ وحی ہمیں تمہارے سب معاملات اور خیالات  
اور تمہاری شہادت اور دلوں میں چھپے ہوئے خفیہ اور سب بتلا دیتے ہیں جس سے تمہارا ہر  
جو کام پر واضح ہو گیا، اس لئے عذر بیان کرنا فضول ہے، اس کے بعد فرمایا اذ تباکری اللہ علیکم  
اذا اس میں ان کو ہمت دینی کی بات بھی تو یہ کہیں اتفاق چھوڑ کر چھٹا دیں جو عوامی، کیونکہ  
اس میں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نور اس کے رسول تمہارا فعل دیکھیں گے کہ وہ کیا اور کیا جانتا ہے  
اس کے مطابق عمل ہوگا، اگر تم تو یہ کہیں بچے مسلمان ہو گئے، تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے

و درجہ بھرتے چلے پہانے تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔  
دوسرا حکم دوسری آیت میں بیان ہوا ہے کہ وہ آپ کی واپس کے بعد جو بھی شیعہ کر  
آپ کو مطلع کرنا چاہیں گے، اور مقصد اس سے ہے ہر جگہ کہ بشری مشاغل اختتام، میں آپ ان کی آس  
خبر ماضی کے چھا کر لفظ اللہ کو دیا، اس پر ملامت نہ کریں، اس پر ہر ارشاد ہو کہ ان کی بغاوت  
آپ پر ہی کر دی، قاطع مشاغل اختتام، میں آپ ان سے احوال نہ کریں، وہ ان پر ملامت و سرزنش  
کریں اور مشغلتہ تعلقات ان سے رکھیں، کیونکہ ملامت سے تو کوئی فائدہ نہیں، جب ان کے  
دل میں ایمان ہی نہیں اور اس کی طلب بھی نہیں تو ملامت کرنے سے کیا ہوگا، فضول اپنا وقت  
ضائع کیوں کیا جائے۔

تیسرا حکم تیسری آیت میں یہ ہے کہ یہ لوگ تمہیں کھا کر آپ کو اور مسلمانوں کو راسخ کرنا چاہتے  
اس کے مشعل حق تعالیٰ نے بے ہدایت فراہم کر ان کی بغاوت میں پوری مدد کی جائے، آپ ان سے  
واسطی نہ کریں، اور یہ بھی فرما دیا کہ بالآخر اگر آپ، واسطی میں پہنچیں تو ان کو کوئی فائدہ اس لئے نہیں  
چھہ گا کہ اللہ تعالیٰ ان سے واسطی نہیں ہے، اور اللہ کیسے واسطی ہو جبکہ اپنے کفر و منافقت پر قائم ہیں۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ لُغْرًا وَّ اَقْدَرًا اَلَا يَعْلَمُوْا اَنَّ وُدَّ مَّا

گنوار بہت سخت ہیں لغز میں اور لائق ہیں اور اسی لائق ہیں کہ یہ بھیجیں وہ قاصد

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاَللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَمِنَ الْاَعْرَابِ

ہو نازل کئے اللہ نے اپنے رسول پر اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے، اور جسے گنوار

مَنْ يَّخْلُجْ مَا يُفِيْقُ مَغْرَبًا وَّ يَكْرَبُ يَكْمُلُ اَللّٰهُ وَاَكْبَرُ عَلٰیہُمْ

یہ کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو کہ ان اور انتظار کرتے ہیں کہ یہ زائد کی حرکتوں کا ان کی

وَاَشَدُّ لُغْرًا وَاَللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَن

انہ کی ہرگز، اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے، اور جسے گنوار وہ ہیں کہ

يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْاَخْرُجُ يَخْلُجُ مَا يُفِيْقُ قُرْبًا عِنْدَ اللّٰهِ

ایک دن آئے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن یہ اور شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو کہ ان کی

وَصَلُّوْا الرَّسُوْلَ اَلَا اَنَّمَا قُرْبَةٌ لِّمَنْ سَبَّلَ اللّٰهُ

اور دعا لین رسول کی سنتا کہ وہ ان کی حق میں نزدیک ہو، داخل کرنے کا ان کو اللہ



اور اب ان کو وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں جاہل فرمائی ہے کہ ان کو آواز دہرائے و ان کے لئے کہی  
و عام میں سمجھا کر یہ ہے آگے والی آیت میں ارشاد ہے: **ثُمَّ جَاءَ مِنْ أَتَمَّ إِلَهُمْ مَدَقَّةً فَتَعْلَمُونَ**  
**فَتَرَى الَّذِينَ فِي أَنْفُسِهِمْ آسَافَاتٍ مِنْ دُخَانٍ يَصْلَحُونَ لِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ** اس کے ساتھ  
نہم بھی دیا ہے کہ ان کے لئے دھماکیاں کریں، ایسے حکم لفظ صلاۃ کے ساتھ آیا کہ حسن تکبیر جو اس لئے  
ذکر وہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو غلط تلاوت سے تعبیر کیا ہے۔

**وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الذِّكْرَ وَلَوْ مِنْ آلِ الْفِتْرِ وَالَّذِينَ**  
اور جو لوگ ذکر میں سب سے پہلے بھجوت کہنے والے اور دوسرے والے اور جو ان کے بعد  
**اتَّبَعُوا هُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ**  
ہوئے ان کے ساتھ اللہ و اسی ہوا ان سے اور وہ اسی ہوا ان کے ساتھ اور ان کے بعد  
**لَهُمْ جَنَّاتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَدُنْ ذَٰلِكَ**  
واسطے ان کے بارگاہ کہ بہشت میں رہنے والے ان کے جہنم و ان کے جہنم

	الْفَوْزَ الْعَظِيمَ ۝۱۱
	بڑی کامیابی۔

## خلاصہ تفسیر

اور جو بہترین اور انصاف دہان لائے میں سب امت سے (سائین اور مقدم ہیں اور  
رفیع اُمت میں، جتنے لوگ انصاف کے ساتھ دہان لائے میں، ان کے بعد وہیں اللہ ان سب  
سے و اسی ہوا و ان کا یہاں قبول فرمایا جس پر ان کو جزا ملے گی، اور وہ سب اللہ سے و اسی ہوا  
و کا احاطہ اختیار کی جسکی جزا سے یہ رضا اور رزق و ہوگی اور اللہ نے ان کے لئے ایسے بارگاہ  
تیار کر دیے ہیں جس کے پیچھے نہیں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے و ان پر یہی ہے

## معارف و مسائل

اس سے پہلی آیت میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کو ذکر تھا، اس آیت میں تمام فرمائیں  
مخلصین کا ذکر ہے جن میں ان کے درجات فضیلت کا بھی بیان ہے۔  
**الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الذِّكْرَ وَلَوْ مِنْ آلِ الْفِتْرِ وَالَّذِينَ** اس میں اس کا ذکر ہے

مفسرین نے حرمت ہن کو بھیض کے لئے قرار دے کر بہترین و انصاف دہان لائے میں سب امت سے  
کئے ہیں، ایک سابقین اولین کا وہ دوسرا دوسرے دوسرے کے حضرات صحابہ کرام کا۔

پھر اس میں احوال بیان ہیں، بعض حضرات نے صحابہ کرام میں سے سابقین اولین کو قبول  
دیا ہے جنہوں نے دونوں قبول کی طرف ترازو ہے، یعنی قبول قبلہ سے پہلے جو مسلمان ہو چکے تھے  
وہ سابقین اولین ہیں یا تو قبول مسجد میں بیت اور مٹا دیا کہ وہ حضرت حجاز میں الیہاں نے فرمایا کہ  
سابقین اولین وہ صحابہ ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے، اور فقیر نے فرمایا کہ جو صحابہ حدیبیہ  
کی بیت و حوضان میں شریک ہوئے وہ سابقین اولین ہیں، اور یہ قول کے مطابق یا تو صحابہ کرام  
بہترین یا انصاف سابقین اولین کے بعد دوسرے دوسرے ہیں (مفسر، قرطبی)

اور تفسیر دیگر میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ حرمت ہن کو ان میں بھیض کے لئے  
نہا جاتا ہے بلکہ بیان کے معنی میں جو نو مسلم اس پہلے کا پہلے کہ تمام صحابہ کرام بہشت باقی ہوتے  
کے سابقین اولین ہیں، اور ان میں آئندہ جو ہیں و ان انصاف اس کا بیان ہے، بیان القرآن کا خلاصہ  
جو اب نقل کیا گیا اس میں اس تفسیر کو تسلیم کیا گیا ہے۔

پہلی تفسیر کے مطابق صحابہ کرام میں دو طبقے ہو جاتے ہیں، ایک سابقین اولین کا وہ دوسرا  
دوسرا پہلی قبلہ یا غزوہ بدر یا بیت و حوضان کے بعد مسلمان ہوئے اور آخری تفسیر کا حاصل یہ  
ہو کہ صحابہ کرام سب کے سب سابقین اولین ہیں، کیونکہ ان کا بیان باقی امت سے  
اول اور سابق ہے۔

**وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ هُمْ بِإِحْسَانٍ** یعنی جن لوگوں نے اعمال و اخلاق میں سابقین اولین  
کا اتباع مکمل طریقہ کر لیا، پہلے پہلے کے مکمل تفسیر کے مطابق ان لوگوں میں دو طبقے اولیٰ ہوں گے  
و انصاف صحابہ کرام جو قبول قبلہ یا غزوہ بدر یا بیت حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو کر صحابہ کرام میں آئیں  
ہوئے، دوسرا وہ جن کے بعد کے سب ملانوں کا ہے جو قیامت تک ایمان اور اعمال میں  
اور اخلاق کا فاضل میں صحابہ کرام کے ساتھ رہے، اور ان کا مکمل اتباع کیا۔

اور دوسری تفسیر کے مطابق **الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ** میں صحابہ کرام کے بعد کے حضرات  
داخل ہیں جن کو اصطلاح میں تابعین کہا جاتا ہے، اور پھر ان اصطلاحی تابعین کے بعد قیامت  
تک آئے والے وہ سب ملان بھی اس میں شامل ہیں جو زمانہ و محل صالح میں صحابہ کرام کا  
مکمل اتباع کریں۔

صحابہ کرام کے سب بلا استثنا تابعین ہیں، محمد بن کعب قرظی سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول اللہ  
و اہل قبا کی رضا سے مشرف ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے بارے میں آپ کیا







تفسیر قرطبی، احکام اہل ان کے مابین ملحقہ ہو گئے ہیں اور قرطبی اور  
 انھوں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اگر اس بات میں خلیفہ خدود میں سے کسی ایک کو قرار دیا جائے  
 ہے تاکہ اس کو اپنا پناہ کے لیے یہ بھی اصولی مشورہ کی ضرورت ہے کہ ہم یہ رہے گا، اور قضا میں تنگی کے  
 مسلمانوں پر ہمارے یہاں کوئی کوئی کریم کے بیشتر احکام خاص خاص واقعات میں ملاؤں جو ہوں، مگر  
 یہ کہ وہ ان کے کسی عمل کے لئے ہو، اس خاص واقعہ تک محدود نہیں ہوتا کہ جب تک کوئی دلیل  
 نہیں ملے کہ یہ جو حکم تمام مسلمانوں کے لئے عام اور شامل ہے تو قرار دیا جا سکے۔

پہلے ایک کچھ بڑی آفتبند مسجد کے پاس رہی، اتفاق ہو کر اس آفتبند میں اگرچہ خطا خاص نہیں کی کہ اس پر اللہ علیہ وسلم کو ہے، مگر جسکے درپے کے ساتھ مخصوص ہے اور درپے کے بعد مراد نکلتے۔ محدود تکبیر پر آحضرت علی اللہ علیہ وسلم کے قاتل مقام مسلمانوں کا ہے اور اس کے بعد کا غائب اور نامور ہوگا، اس کے فرائض میں داخل ہوگا کہ مسلمانوں کی نگرانی، حد و قید کے وصول کرنے اور صرف پر خرچ کرنے کا انتظام کرے۔

[illegible]

انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اگر کوئی شخص صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
خصوصی کرنے اور آپ کے بند اس کے ساتھ جاملے کے قائل ہوئے تو اس کو یہ بھی کہہ سکتا  
ہے کہ اگر کوئی شخص صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی تھی، کیونکہ قرآن کریم میں یہ آیت میں  
آئی ہے، اَتَمَّ الشَّلَاةِ لِلَّهِ وَلِلَّهِ الشُّعْبُ، جس میں اقامتِ صلاۃ کے مخاطب نبی کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم ہیں، مگر جس طرح آیت نماز کا حکم دی آیت کے لئے عام ہے اور اس کو شخص  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی ہونے کی غلط فہم کرنے والوں کو کفر سے نہیں بچا سکتی  
اس طرح آیت شخصی میں اتَمَّ الشَّلَاةِ میں یہ نالی اور کھڑا رمل سے نہیں جائے گی، اس پر

لہذا وہ اعظم کہ جسے ایمانان ہو گیا اور با جماعت صحابہ ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا گیا۔  
 قرآن کریم نے یہ آیت رکھی ہے: **مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَاعِثًا**  
**مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَاعِثًا** جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنالیا، وہ گمراہی میں

ہرگز کلمۂ و صدقات کوئی حکومت کا ایسی نہیں جو عام حکومتیں نظام حکومت چلانے کے لئے وصول کرتی ہیں بلکہ اس کا مقصد غرورِ اصحابِ اموال کو گھٹانے سے پاک صاف کرنا ہے۔

جہاں بہت سی خانگی لڑکوں کو رکھ کر وہ صاف کافور کو مٹی کرنے سے درحقیقت روٹا تھا۔  
 حاصل ہوتے ہیں، ایک فائدہ جو صاحب مال کا ہے کہ اس کے زہر سے دو چھٹا ہوں سے اور اس کی  
 حصص و محبت سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے جزا شمس سے پاک و صاف چھٹا ہے، دوسرا  
 فائدہ یہ ہے کہ اس کے زہر قوم کے اس ضعیف عنصر کی پرورش ہوتی ہے جو خود اپنی ضرورت  
 میں جانے سے مجبور ہوتا ہے جیسے شیم ہے، یہ خود غریب، المیہ و مستحق ضرورت و غور میں اور ہم انھیں  
 دیکھ سکتے ہیں۔

تیس قرآن حکیم نے اس جگہ صراحتاً مذکور ہے، یہاں کرنے پر اصرار کیا کہ اس صراطِ نبویؐ اشارہ کر رہا ہے کہ ذکر و صلوٰۃ کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان فائدہ دے، دوسرا فائدہ اس سے ضمنی طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر بالفرض کسی جگہ ایسی رقت کوئی ظہیم، بیودہ، فقیر و مسکین معزوت ہو جس پر بھی اصحابِ ہوائی سے ذکر و صلوٰۃ کا حکم صادر نہ ہوگا۔

اس شخص کی تائید اس سے بھی ہوئی ہے کہ کچھ امتوں میں جو مال اللہ کے لئے نکالا جاتا تھا اس کا ہسپتال میں کئے جانے والے خیرات تھے، لہذا یہودیوں کے حکام اس کو کس علیحدہ جگہ پر رکھ دیا جاتا تھا اور آسانی پہنچ کر اس کو ملازمین یعنی یہی عوامت خود اس بات کی کہ یہود اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا، اور جو اس کی تائید کلمہ دکانی قصد کے غیر مقبول ہونے کی علامت سمجھ جاتی تھی۔ یہ اس شخص مال کو کوئی اثر نہ دکھاتا تھا۔

اس سے واضح ہو گیا کہ اگرچہ وہ قاتل کی اصل مشروریت کسی کی حاجت روائی کے لئے نہیں بلکہ وہ ایک ایک حق اور عبادت ہے، جیسے نماز روزہ جہاں عبادات ہیں، یہ امر بی رحم کی خصوصیات میں سے ہے کہ یہ لڑ جو فی سبیل اللہ نکال دیا گیا ہے اس وقت کے نفار و کینہ کے لئے اس کا استعمال جائز کر دیا گیا، جیسا کہ مسلم کی حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تصریح منقول ہے۔

ایک سوال اور جواب | یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ واقعہ میں جب ان حضرات کی توبہ قبول کر لی تو پھر عتہ کی معافی اور قلعہ کی توبہ کیسے ذریعہ ہو سکی، پھر مال لینے کو ذریعہ قطعیہ





واہب ہوا اور وہی جھوٹا نہیں تھا رہا جسے وہ پہلے بھی پہچان رہا تھا جسے پہچان کر رہا تھا  
بھلائی کے اور ہمارے کسبت نہیں بھلائی سے مراد عاشق اور محبت ہے اور اس قدر کہ وہ ہے  
کہ وہ اس دوسرے میں اپنا نقل جوڑے جسے وہ اس کے ساتھ کہ وہ واقع میں سمجھ رہا ہے  
بلکہ مع اس اسلام ہے تو آپ اس میں بھی (خفا کے لئے) کھڑے نہ ہوں، البتہ میں سجد کی جہاد  
افل دن سے دینی و دنیاوی سے (تعلقی اور اخلاص پر) کبھی گئی ہے (مراد سجد ہے) وہ  
دو اہل اس لائق ہے کہ آپ اس میں اور مذاکرے لئے (کھڑے ہوں) چنانچہ کھانا چھوڑ دیا  
قرآن لیتے جاتے اور مذاکرے ہوتے اس (مذہب) میں ایسے راجھے تھے کہ وہ خوب پاک ہوتے  
کو سجد کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہوتے والوں کو پسند کرتا ہے (جب وہ دونوں سجدوں کے  
باہر کمال حاصل معلوم ہو گیا تو پھر وہ کھڑے ہو کر آپ کی انھیں پیڑ سے لے کر اپنی حمارت میں مسجد  
کی بنیاد خدا سے لئے پر اور خدا کی خوشنودی پر بھی چڑھ کر وہ شخص (بہتر ہوگا جس نے اپنی حمارت  
و میں مسجد کی بنیاد کس گمان کی اور دینی غار کے کنارہ پر جو کھڑے ہوئے تو پھر وہی جو درمیان اس  
افضل (مطلوبہ) میں ناپائیداری میں اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی) پھر وہ عمارت، اس (دہائی  
کرنے کو کائنات) دروازہ میں گر پڑے (یعنی وہ عمارت تو گری ہو چکی اس کے کنارہ پر ہے، جب  
وہ کنارہ پانی سے کٹ کر گرے گا وہ عمارت بھی گرے گی اور اسی گرا اس لئے کہ اس عمارت میں  
رہنما اور جو کھڑا اس سے اخراج کرتے ہیں جو مصلحتی اشارہ اس لئے ہے فرمایا کہ وہ جو  
لے کر ہم میں جا کر اسی اور اللہ تعالیٰ (لئے) قانون کر دینا) ابھی میں نہیں دیا، اگر بنا تو فوج  
کے نام سے جو کہ دن کے شعاع میں سے ہے اور خط میں اس میں کسی کیس فاسد کر لیں) اُن کی یہ  
عمارت (یعنی مسجد) جو انھوں نے بنائی ہے بیشک ان کے دلوں میں رکنا سا (تھکتی ہوئی)  
دیکھ کر جس شخص سے بنائی تھی وہ پوری نہ ہوئی اور اُن کی شکل میں سراسر ایک اور پھر وہی نہیں  
کر دی گئی، فوج کوئی لیا نہ نہ نکلا اس لئے ساری عمارت کا انھوں اور لیا نہ بانی وہی کا ادا  
مگر ان کے (اہل) میں بھی میں وہ لیا نہ ہے) قتا پر جاری تو خیر وہ لیا نہ بھی اس وقت  
علم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں ان کی حالت کو جانتے ہیں اور  
اس کے مناسب سزا دیں گے

## معارف و مسائل

منافقین کے حالات اور خلاف اسلام ان کی حرکتوں کا ذکر اور بہت سی آیات میں آچکا  
ہو، مگر انھوں نے ابھی ان کی ایک سازش کا ذکر نہیں کیا اور یہ ہے کہ مدینہ طیبہ

میں ایک شخص اور عمارت میں لیا نہ جاہلیت میں لیا نہ تھا، اور ابو عامر اب کے نام سے مشہور تھا،  
یہ وہی شخص ہے جس کے لئے منکر و منی اللہ مشہور صحابی ہیں جن کی لاف کو فرشتوں نے غسل دیا  
اس نے خلیل ملائکہ کے نام سے معروف ہوئے مگر آپ اپنی گزشتہ اور نصرت پر قائم رہا۔  
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ قرآن لیتے تو ابو عامر اب حاضر خدمت ہوا  
اور اسلام پر حاضر انھوں نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر بھی اس پر نصیب کا اطمینان  
نہ ہوا بلکہ یہ کہ ہم دونوں میں جو ہوتا ہو وہ مردود اور احباب و اقداب سے دور ہو کر سافرت  
میں مرے، اور کیا آپ کے مقابلہ میں جو میں دشمنی کا میں اس کی دور کردیا چنانچہ خود تنہا  
تک تمام خواتین میں مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ قتال میں شرکت کی جب جہاز کا بڑا اور قوی  
قبیلہ بھی شکست کھا گیا تو یہ اس جہاز کو بکھیر کر تمام گاہک گاہک بھی لگ کر کھڑا  
وہیں جا کر اپنے احباب و اقداب سے دور کر دیا جو مکتبی وہ اس کے سامنے آ گئی، جب کسی  
شخص کی رسوائی مقصد ہوتی ہے تو وہ ایسے ہی کام کیا کرتا ہے، بڑا ہی دماغ سے ذلیل و خوار ہوا  
مگر جب تک زندہ رہا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں لگا رہا پھر قیہ قیہ  
روم کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کر دے اور  
مسلمانوں کو یہاں سے نکال دے۔

اسی سازش کا ایک معاملہ یہ بھی آیا کہ اس نے منافقین، مدینہ کو جس کے ساتھ اس کا  
ساوازیہ خطا کھسکا کہ اس کی کوشش کر رہا ہوں کہ قیہ قیہ پر چڑھائی کرے، مگر تم  
وہ لوگوں کی کوئی اپنا حق طاقت ہوتی ہے کہ اس وقت قیہ قیہ کے دروازے، اس کی صورت یہ کہ  
کہ تم مدینہ میں ایک مکان بناؤ اور یہ ظاہر کر دو کہ یہ مسجد بنا رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو شہ  
دہر اس مکان میں نہ آئے لوگوں کو جمع کر دو اور جس قدر سکھ اور سامان جمع کر سکتے ہو وہ  
بھی کر دے یہاں مسلمانوں کے خلاف آپس کے مشورے سے معاملات طے کیا کرو۔

اس کے مشورہ پر اب وہ منافقین نے مدینہ طیبہ کے محل قیہ میں جہان اولیٰ ہجرت میں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور ایک مسجد بنائی تھی وہیں ایک دوسری مسجد کی بنیاد بھی  
ان منافقین کے نام بھی ابھی اس وقت کے تھے کہ وہیں مسجد بنائی تھی وہیں ایک دوسری مسجد کی بنیاد بھی  
میں دیکھنے کے لئے یہاں وہ کیا کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نفاذ اس جگہ پر حاضر کیا  
تا کہ سب مسلمان ملحق ہو جائیں کہ یہ مسجد جو یہاں اس سے پہلے ایک مسجد بنائی تھی کہ یہ  
ان کا ایک دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبائلی  
موجودہ مسجد حبیبت سے (وہاں سے دور ہے، ضعیف، بیمار، کمزور) ان تک پہنچنا مشکل ہے

اور خود مسجد تہا اشی و صیغ بھی نہیں کر پوری اشی کے لوگ اس میں ساسکیں، اس لئے ہم نے ایک دوسری مسجد کا کام کے لئے بنائی ہے تاکہ ضعیف مسلمان کو فائدہ پہنچے اور آپ اس مسجد میں ایک نماز پڑھیں تاکہ برکت چو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری میں مشغول تھے، آپ نے یہ وعدہ کر لیا کہ اس وقت قریش سے غزوہ پیش ہو، واپسی کے بعد میں اس میں نماز پڑھوں گا۔ لیکن غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت جبکہ آپ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام پر فرود گئے تو آیات مذکورہ آپ پر نازل ہوئیں جس میں ان منافقین کی سلاخی کھلی دی گئی تھی، آیات کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جن صاحبہاں میں سے عورتیں تھیں اور وحشی قاتل غزوہ وغیرہ شریک تھے، ان کو کھم دیا کہ ابھی جا کر اس جگہ کو ڈھاؤ، اور اس جگہ لگا دو، یہ سب حضرات اسی وقت گئے اور پھر کی تعمیل کر کے اس کی عمارت کو ڈھا کر زمین برابر کر دی، یہ تمام واقعہ فقیر قریش اور عسکر کی بیانی کی ہوئی، روایات سے اخذ کیا گیا ہے۔

فقیر ظہری میں محمد بن یوسف صالحی کے والد سے بھی ذکر کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجاہد سے مدینہ منورہ میں پہنچ گئے تو مسجد حجاز کی عمارت بنی تھی، آپ نے عامیہ اس عمارت کو اس کی احادیث دی کہ وہ اس مسجد میں بنائیں، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس جگہ کے متعلق قرآن کریم کی آیات نازل ہو چکی ہیں میں تو اس غرض میں نہیں ہوتا پسند نہیں کرتا، البتہ ثابت ہیں ان قوم غزوہ مشدیں ان کے پاس کوئی گھر نہیں ان کا اجازت دیجئے، کہ وہ یہاں مکان بنائیں، ان کے مشورہ کے مطابق آپ نے یہ جگہ ثابت بھی ان قوم کو دی، مگر ہوا یہ کہ جب سے ثابت اس مکان میں قبضہ ہونے ان کے کوئی بچہ نہیں بوا یا نہ ہو جس روایہ ابن ماجہ نے قصا پر کیا مذکور اس مسجد میں کوئی مریں بھی اٹھ سے بچے دینے کے قابل نہ ہی کوئی کوہنوار دیا تو یہی اس میں پہلا چھوڑا نہیں چھوڑا تھا اس کے بعد سے یہ جگہ آج تک مسجد نبوی کے کچھ فاصلہ پر دریا پر کی ہے۔

واقعہ تفصیل سنئے کہ بعد آیات مذکورہ کے متعلق کو بیچئے، پہلی آیت میں فرمایا **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ**، میں جس طرح اور دوسرے منافقین کے عذاب اور لعنت و رسوائی کا ذکر ہوا ہے، یہ منافقین بھی ان میں شامل ہیں جنھوں نے مسجد کا نام رکھ کر ایک ایسی عمارت بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا۔

اس آیت میں مسجد مذکورہ کے بنانے کی بھی وضاحت ذکر کی گئی ہے، اذلی جتہ اذوا، یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے، لفظ تنفروہ اور تنفر وہ دونوں عربی زبان میں نقصان پہنچانے

کے معنی ہیں مشتعل ہونے، بعض حضرات نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ تنفروہ قریش نقصان کو کہا جاتا ہے جس میں اس کے کرنے والے کا اپنا فوائد ہو دوسروں کو نقصان پہنچے، اور تنفراہ دوسروں کو دہ نقصان پہنچانا ہے جس میں اس پہنچانے والے کا اپنا کوئی فائدہ بھی نہیں، چونکہ اس جگہ کا انجام میں ہونے والا حکم کہانے والوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچے، اس لئے یہاں لفظ تنفروہ استعمال کیا گیا۔

دوسری فرض اس مسجد کے تشریف لے جانے کے بعد بنائی گئی تھی، یعنی ان کا مقصد اس مسجد کے بنانے سے یہ جس حکم مسلمانوں کی جماعت کے دو کھیلے ہو جاویں، ایک ان کو اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کا الگ ہو جانے اور دیکھ کر مسجد قبا کے نمازیں گھٹ جائیں اور کچھ لوگ یہاں نماز پڑھا کریں۔

تیسری فرض ایشاد اقمین تبارک اللہ بنائی گئی، جس کا مصلیٰ یہ کہ اس مسجد کے یہ کام بھی لینا تھا کہ یہاں اللہ اور رسول کے دشمنوں کو پناہ ملے اور وہاں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کریں۔

اس مجرور سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس مسجد کو قرآن کریم نے مسجد مزاد قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ڈھا یا گیا اور آگ لگ گئی، اور حقیقت مذکورہ مسجد تھی جس کا مقصد نماز پڑھنے کے لئے تھا بلکہ مقصد وہ بھی تھے جن کا ذکر اور پر آیا ہے، اس سے معلوم ہو گیا کہ آجکل اگر کسی مسجد کے مقابل میں اس کے قریب کوئی دوسری مسجد مسجد مسلمان بنائیں، اور بنانے کا مقصد بھی باقی غرض اور ان کی جماعت کو فائدہ اور اجر یا ناسدہ ہوں، تو اگرچہ ایسی مسجد بنانے والے کو ثواب تو ملے گا بلکہ تعزیرات میں اللہ تعالیٰ کی وجہ سے گناہ چھوڑا جائے گا، اس جگہ کو شریعت سے مسجد بنانا ہے، اگر تمام کباب اور احکام مسجد کے اس پر جاری ہوں گے، اس کا حاتمہ لگنا جائز نہیں ہوگا، اور جو لوگ اس میں نماز پڑھیں گے ان کی نماز بھی باطل ہو جائے گی، اگرچہ ایسا کرنا فی خسران ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس طرح راہ دہن کے لئے یا خدا و خدا کی وجہ سے جو مسلمان کوئی مسجد بنائے اگرچہ بنانے والے کو مسجد کا ثواب حاصل ہو گا، مگر اس کو اصطلاح قرآن دانی مسجد نماز نہیں کہا جاتا ہے، بعض لوگ جو اس طرح کی مسجد کو مسجد نماز کہتے ہیں یہ درست نہیں، البتہ اس کو مسجد نماز کے مشابہ کہہ سکتے ہیں، اس لئے اس کے بنانے کو رد کیا جائے، جبکہ حضرت فاروق نے ایک فرمان جاری فرمایا تھا جس میں حیات تینوں حق کو ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنائی جائے جس سے پہلی مسجد کی

جاعت اور دفع منازہ پر (تفسیر کشاف)

اس مسجد خزار کے متعلق دوسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے،  
فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا آيَةٌ، اس میں قیام سے مراد نماز کے لئے قیام ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ اس نماز کی  
مسجد میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

مسئلہ: اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی اگر کوئی نئی مسجد بنی مسجد کے متصل  
یا کسی ضرورت کے حصہ رہا، وہ مسجد کے لئے جائز و حلال کی وجہ سے باقی جائے گا اس میں نماز پڑھنا بہتر  
نہیں، اگرچہ نماز پڑھ جاتی ہے۔

اس آیت میں آپ کو یہ بھی ہدایت دی گئی کہ آپ کا نماز پڑھنا اس مسجد میں درست نہیں کی  
بنا و قالی سے تقویٰ پر مبنی گئی ہے، اور اس میں ایسے لوگ نماز پڑھتے ہیں جن کو پاکی اور طہارت  
پوری حد تک مطلوب ہو، اور امام بھی ایسے شخص ہیں کہ پسند کرتا ہے۔

سابق آیت سے ظاہر ہے کہ اگر وہ اس سے مسجد بنا رہے، جہاں میں اس وقت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتا کرتے تھے، اور بعض روایتوں حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے  
کہ اگر وہ اپنی مردہ جی میں اس جاس و حر وہاں شیعہ جی میں اہل الانصاری راہنہ خیرہ فی صحیح میں مقرر

میں سامعہ، از منبر (ی)

اور بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے، وہ اس کے منافی  
نہیں، کیونکہ مسجد نبوی میں کی بنیادوں کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے و سب  
مبارک سے ملنے کے لئے نماز پڑھ کر اس کی بنیاد قیوں پر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ  
مبارکوں جو مسکن ہے، اس لئے وہ بھی اس کی معاف ضرور ہے، اور اگر وہ الزم کی مسجدوں

إلى مسجد (اور دیگر فرقہ) از قرطبی

بنیاد و پیمانہ کی بنیاد، اِنَّ عِدَّةَ تَضَعُكُمْ فِيْهَا، آیت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی نماز کے لئے اس مسجد کا حق قرار دیا جسکی بنیاد قالی سے تقویٰ پر مبنی گئی جس کے منہم میں  
مسجد تھا، اور مسجد نبوی دونوں داخل ہیں اس مسجد کی ایک فضیلت یہ بھی بتلائی گئی کہ اس مسجد کے  
نماز ایسے لوگ ہیں جو طہارت کا بہت زیادہ خیال اور اہتمام کرتے ہیں، طہارت کے منہم میں اس

کی عام نظائرات اور مگر گویوں سے چلے گی.... داخل ہے، اور معاصی اور اخلاق رذیلہ سے  
پاک بھی مسجد تھا، اور مسجد نبوی کے نماز میں ان سب اوصاف کے ساتھ صفت تھے۔

فَالْمَدْرَۃُ، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مسجد کی فضیلت کا اصل مدار قیاس پر ہے کہ وہ  
اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے بنائی گئی ہو اس میں کسی ریا، اور نام و خود کو پاس اور قیاس

کا کوئی دخل نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازوں کے نیک صالح، عالم معاد ہونے سے بھی مسجد کی  
فضیلت بڑھ جاتی ہے، جس مسجد کے نمازی عام طور پر طہار، محلقہ، خفی شمار ہوں اس میں نماز اور کوئی  
کی فضیلت زیادہ ہے۔

تیسری اور چوتھی آیت میں اس مسجد مقبول کے مقابلہ میں منافقین کی بنائی ہوئی مسجد مزار کی  
ذمت بیان کی گئی ہے، کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دیوار کے کٹائے جیسے اوقات پانی زمین کے  
حصہ کو اندر سے کھینچا جائے اور دہریہ کی سطح پر وار نظر آتی ہے، اس پر اگر کوئی تعجب کرے تو ظاہر ہو  
کہ وہ فرما کر جائے گی، اسی طرح اس مسجد مزار کی بنیاد لاپتہ گئی، اس کا اتمام ہو کر وہ گھر ٹپڑی  
اور زمین کی سطح میں گئی، زمین کی سطح میں جانا نماز کی معنی کے لئے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے بنائے والوں  
کے لئے اس نے جہنم کا راستہ چھوڑ کر دیا، اور بعض حضرات نے اس کو حقیقت پر بھی مقرر کیا  
کہ خبیثہ مسجد مزار کی گئی ہے، تو ہمیں بھی اللہ اعلم۔

آجھے فرما کر ان کی تعمیر میں اللہ کے حکم اور نفاق کو بڑھاتی ہی ہے کہ، جہنم  
کے کتبہ بننے میں جہنم کی لڑکی تھوڑا سا حصہ لے لے گا، لہذا نفاق اور جہنم بننے میں لگا۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال

يَأْتِيَهُمْ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ

اس قیمت پر کہ ان کی جگہ پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں ہمارے ہیں اور

يَقْتُلُونَ قَدْ وَدَّ أَعْلَىٰ عَقَابِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَ

مرنے ہیں وہ جو چاہا اس کے ذمہ پر تھا تو رہت اور انجیل اور

الْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْسِرُوا بَيْنَكُمْ

قرآن میں اور کون ہو قول کا پورا اللہ سے زیادہ سرتو شایاں کرو اس معاملہ پر

الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْعَقْدُ الْعَظِيمُ ۝۱۱

جو عہد کیا ہو اس سے اور یہ ہے بڑی کامیابی، وہ فورہ کرنے والے ہیں

الْعِيدُونَ الْخَيْدُونَ السَّالِحُونَ الزُّكُورُونَ الشُّجُونَ

بندگی کرنے والے، مکر کرنے والے، لطف دینے والے، دغا کرنے والے، سپرد کرنے والے





وَقُلْ كَانُوا اُولٰٓئِیْنَ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ  
الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ الْاِثْمِیْنَ اِلَّا عَنْ  
وَلَدِهٖ ۝ اُوْدُ جَحِشٌ مَّاكُنًا اِبْرٰهِيْمَ ۙ اِیْنِهٖ اَبُیْہٖ سَمُوْعٌ حٰمِرٌ دَعَا  
مَوْعِدًا وَعَدَہَا اٰیٰتَہٗ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَہٗ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِّبَنِيْۤ اٰدَمَ ۙ  
کَسَبَ کُودَہٗ ۙ کَذٰبًا ۙ فَاسْتَفٰہَسَ اِلٰیہٗ ۙ وَخَسِرَ یَاۤسِرًا ۙ لَئِنْ اَبْرٰهِيْمَ  
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَکَاۤذِبٌ حَلِیْمٌ ۝  
یٰۤاِبْرٰهِيْمُ اِذْ اَنۡذَرُکَ وَاٰلَکَ اٰتَمَکَ وَاٰلَکَ اٰتَمَکَ وَاٰلَکَ اٰتَمَکَ وَاٰلَکَ اٰتَمَکَ

### خلاصہ تفسیر

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے مسلمانوں کو جاننا نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا، ملائکین اگرچہ وہ رشتہ داری رکھیں نہ ہیں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ قرآن و وحی ہیں اس وجہ سے کہافر کو کہتے ہیں اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے شبہ ہوگا مگر انہی نے اپنے آپ کے لئے دعا مانگنے مغفرت کی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے آپ کے لئے دعا مانگنے مغفرت مانگنا (وہ اس کے قبل تھا کہ اس کا وزیہ بنی ظنا پر ہوا جائے اور) وہ دیکھی صرت وعدہ کے سبب سے متاثر ہوا تھا انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا اس دلی میں متاثر ہو کر کھڑے ہوئے، غرض ہوا تو اس نے تھا کہ اس کا دعویٰ ہوتا ظاہر نہ ہوا تھا، اور قرآن کو اس ترجیح ہو گئی تھی کہ وعدہ کر لیا تھا، ورنہ ہوا تو دعویٰ بھی و قرآن نہ ہوتا، پھر جب ان پر بات ظاہر ہو گئی کہ وعدہ کا دشمن نہیں کافی نہ ہو کر رہا ہے تو وہ اس سے شخص بے تعلق ہو گئے کہ دستخار بھی پھوڑ دیا، کیونکہ اس وقت، وعدے سے مغفرت کرنا بے معنی ہے، کیونکہ کافر میں اعتقاد مغفرت کا ہو ہی نہیں، اختلاف حالت حیات کے کہ دعا و مغفرت کے معنی اس وقت طلب تو نہیں ہر بات پہنچنے پہنچ کر تو نہیں ہر بات کے لئے مغفرت لازم ہے، اور وہ کہ وعدہ کیوں کر کیا تھا سوچ اس کی بے پروا، واقعی ابراہیم علیہ السلام پر پڑے دیکھ لڑنا، علیہ السلام کے کہہ کر دیا و کہہ کر دیا، ان کو کسی بھی سخت باتیں کہیں، مگر علیہ سے کام لیا، اور مزے ہوائی پر کشفیت کے جوئے سے وعدہ کر لیا اور اس کی بات نہ کہ اس وعدہ کو بھرا دیا، جب یاس ہو گیا اور کہ بھڑو یا بظلمت تھا کہ دستخار کے کہ مشرکین کے کہنے

..... کے بعد ہوا، جس کا نائب مشرک ہوا تھا کہ مشاہدے معلوم ہوا اور احکام شرعیہ میں ایسا ظاہر کافی ہے، پھر قیاس کے سبب سے ہے، اور اس قیاس پر مشرک کہ نہیں ہر مسئلہ ہے

### معارف و مسائل

سورہ قلم پوری کفار و مشرکین سے تہذیب اور علحدگی کے احکام پر مشتمل ہے، سورہ کا شروع ہی قیود آیتوں اعلیٰ سے ہوا ہے، اور اس لئے اس سورہ کا ایک نام سورہ ہر بات بھی صحت اور چہنہ خدا کا ہے، اور وہی زندگی میں کفار و مشرکین سے ہر بات اور تعلق کے متعلق ہیں، اس آیت میں وہی حکم ہر بات اور تعلق کے متعلق ہیں، اور وہی زندگی کے لئے کیا ہے، اگر مرنے کے بعد کافر و مشرک کے لئے دعا و مغفرت کرنا نہیں جائز نہیں، جیسا کہ اس سے پہلے ایک آیت میں منافقین کی تائید مانگا، پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ کیا گیا ہے۔

واقعہ نزل اس آیت کا صحیح بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اگرچہ مسلمان نہ ہوتے تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و حفاظت کرتے رہے، اور اس معاملہ میں ولدی کے کسی لڑکے کا کہنا نہیں مانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کسی طرح یہ سکنت اسلام نہ ملے، اور ایمان لے آئیں تو شفا کا موقع مل جائے گا اور یہ پہنچنے کے غلاب سے بچ جائیں گے، عرضی وفات میں جب ان کا آخری وقت ہوا تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی فکری کوشش کرنا دقت میں کھڑے ہوئے تو ان کو ان کا آخری ہوجانے، چچا ہی اس حالت میں آپ ان کے پاس پہنچے، مگر ابو جہل، عبد اللہ بن امیہ سے پہلے سے اپنا موجود تھے، آپ نے فرمایا کہ میرے چچا کا لڑکا لڑکا اللہ چھو لیں تو میں آپ کی بخشش کے لئے کوشش کروں گا، مگر ابو جہل و چچا کو اس کا جواب عبد اللہ بن امیہ کے کہنے کو چھوڑ دیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ پھر ابراہیم علیہ السلام کو بھرا، مگر ہر مرتبہ ابو جہل ہی بات کہتا رہا، یہاں تک کہ آخری کلام میں ابو طالب نے بھی کہا کہ میں عبد اللہ بن امیہ کے کہنے پر ہوں، اسی حالت میں وفات ہو گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں آپ کے لئے برابر دستخار کرنا ہوں گا، ہر ایک جیسے اس سے متنبہ نہ کر دیا جائے، اس پر یہ آیت ماحضت کی نازل ہوئی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو کفار و مشرکین کے لئے دعا و مغفرت کرنے سے منع فرما دیا، اگرچہ وہ قرآن و وحی داری ہوں۔

اس پر بعض مسلمانوں کو شبہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی قرآن کے کافر آپ کے لئے دعا کی تھی، اس کے جواب میں دوسری آیت نازل ہوئی، اختلافات استغفار

# خلاصہ تفسیر

اور اللہ ایسا نہیں کرنا کہ کسی قوم کو جاہلیت کے پیچھے گرا کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صافات صاف نہ بنا دے جن سے وہ بچتے رہیں (پس جب ہم نے تم کو (مسلمانوں کو) جاہلیت کی فراہم کے ذریعہ مستغنا و عسکر کی حالت نہ بدلتی تھی اس کے کرنے سے تم کو سر اٹھیں وہی جائے گی کہ تم میں گراؤ کا کار، پیدار کر دیا جائے) ایک اللہ تعالیٰ پر عزیز کو خوب جانتے ہیں و مودود یہ بھی جانتے ہیں کہ بدوں جہانے بنائے ہیں نہ اپنے اپنے اسکا کو کوئی نہیں جانی سکا، اس نے ان افعال سے معذرت بھی نہیں پہنچنے دیتے اور بلا مشورہ اللہ کی مصلحت کو آسائوں اور زیان میں وہی جلا کر اور ان کا بھی (یعنی ہر طرف کی حکومت اور قدرت اس کے لئے خاص ہے اس لئے ہر جہاں سے حکم دے سکتا ہے۔ اور جس ضرر سے چاہے ہو سکتا ہے، اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی بارے نہ دہوگا ہے و دیگر یہ بات دہوگا ہے اس لئے قبل ہی تم کو ضرر سے بچا سکتا ہے، اور اگر تم نے بعد میں اطاعت نہ کی تو اور کوئی بچائے والا نہیں)۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ

اللہ ہر ان نبی پر اور ہاجرین اور انصار پر جو

الْبُحْرَانِ فِي سَاعَةِ الْعَصْرِ يُرِيدُ مَا كَادَ يَزِيغُ فَرَقَدُ

ساحلِ بحرِ قس کے مشعل کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب ہٹا کر دل ہر جا میں

فَرَّقَيْنِ فَبَيْنَهُمْ يُرِيدُ تَابَ عَلَيْهِمُ إِنَّهُ هُمْ يَوْمُ الْخِزْيِ

بعضوں کے ان میں سے ہر ہر ان پر ان پر شک و داک پر ہر ان سے دھم کرنے والا

وَعَلَى الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ خَلَقُوا إِذْ أَخَذَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ

اور ان میں حضور پر جس کو پہنچ رکھا تھا، یہاں تک کہ جب تک ہو گئی ان پر زمین

بِمَا رَزَقْنَاهُمْ وَأَخَذَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسَهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ

بِإِلَهِهِمْ إِذْ هُمْ يُنَادُونَ أَنْ يَنْبِذُوا إِلَهُهُمْ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ

اللہ سے گمراہی کی طرف، ہر ہر ان ہوا ان پر ناکردہ بچا سکتا ہے، ایک اللہ ہی ہے

وَمَنْ كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا لَافِتًا هَذَا هُمْ حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَهُمُ

اور اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ کسی قوم کو جگہ کر دے اور ہلا چکا جب تک کہ ان پر

مَا يَقْنُونَ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ فِي عِلْمِهِ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مَلَكُ الْمَقَاتِلِ

ہم پر جو بچا جاتا ہے، ایک اللہ ہر چیز سے واقف ہے، اللہ کی مصلحت کو آسائوں اور

الَّذِينَ هُمْ يَحْكُمُونَ وَمَا لَهُمْ مِنْ اللَّهِ مِنْ آيَةٍ وَلَا نَصِيرَةٍ

زمین میں جلا کر اور مارتا ہو اور تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا حمایت اور مددگار

اور اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ کسی قوم کو جگہ کر دے اور ہلا چکا جب تک کہ ان پر

فرمان مجید کے مختلف مواقع میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے دعاء

منفرت کرنا منقول ہے وہ سب اس پر محمول ہونا چاہئے، اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ان کو ایمان و

اسلام کی توفیق دے گا ان کی منفرت ہو سکے۔

خود آدمی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو کھانے دے دینی کر دیا تو آپ

چہرہ سے غری صاف کرتے ہوئے یہ دعا فرما دے تھی، اللَّهُمَّ أَطْهِرْهُ بِقَوْلِي وَبِعَمَلِي

میں یا اللہ میری قوم کی منفرت فرما دے وہ نادان ہیں، کفار کے لئے اس دعا بمنفرت کا حاصل بھی

یہی ہو گا کہ ان کو ایمان و اسلام کی توفیق عطا فرما دے کہ بمنفرت کے قابل ہو جائیں۔

امام قرطبی نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ زندہ کافر کے لئے اس بیعت سے دعا منفرت

کرنا چاہئے کہ اس کو ایمان کی توفیق ہو اور یہ معنی منفرت ہو جائے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً خَلِيفَةَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَقَدْ أَتَىٰ آدَمَ بَنِي آدَمَ لِيُخْبِرَهُمْ

پرو فرشتے نے اس میں ہندو قول نقل کیے ہیں، مگر سب معانی متعارف ہیں، کوئی اختلاف

حقیقی نہیں، ان میں سے چند معانی یہ ہیں، بکثرت آہ کرنے والا، یا بکثرت دعا کرنے والا،

اللہ کے بندوں پر رحم کرنے والا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا معنی منقول ہیں۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا لَافِتًا هَذَا هُمْ حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَهُمُ

اور اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ کسی قوم کو جگہ کر دے اور ہلا چکا جب تک کہ ان پر

مَا يَقْنُونَ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ فِي عِلْمِهِ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مَلَكُ الْمَقَاتِلِ

ہم پر جو بچا جاتا ہے، ایک اللہ ہر چیز سے واقف ہے، اللہ کی مصلحت کو آسائوں اور

الَّذِينَ هُمْ يَحْكُمُونَ وَمَا لَهُمْ مِنْ اللَّهِ مِنْ آيَةٍ وَلَا نَصِيرَةٍ

زمین میں جلا کر اور مارتا ہو اور تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا حمایت اور مددگار





لے برادے بہ نہایت درگی سست و ہرج ہرجے کی دیر دے آہستہ  
اس لحاظ سے موجودہ مقام پر ہونے سے قریب کی ضرورت ہے تاکہ ان کا مقام حاصل ہو۔

تعلقۃ القسریۃ اسی جگہ کے موقع کو قرآن کریم نے ساتھ ہی ساتھ تعبیر کیا ہے کہ  
مسلمان اس وقت افلاس اور شنگی میں تھے جس بعد ہی فرماتے ہیں کہ مومن آدھیوں کے لئے ایک  
سولہ مٹی جس پر باری باری سولہ ہوتے تھے، قرآن مفسر بھی یہیست کہ اور مٹی تھا، دوسری  
طرف گرمی سخت و شدید تھی ہائی بھی کہتے ہیں کہیں اور مٹی تھا۔

یہی کہتے ہیں شاکا ذی قیوم کلکوب، قرآن مجید میں اس میں جو بعض لوگوں کے مذہب کا  
ذنیع بیان کیا گیا ہے اس سے مراد وہی ہے اختلاف نہیں، بلکہ مفسرین مومن اور کفار کے سبب  
بہت بار دیتا اور جہاد سے جان چڑا کر مراد ہے، روایات حدیث اس پر شاہد ہیں، اسی قصور کو  
ان کی قوم قبول نہ کرتی۔

وَقَالُوا لَئِنْ كُنَّا إِلَّا نَحْنُ الْفُلُوفُ اس میں ٹھکانے والے مٹی میں ہیں کہ جو ہمیں چھوڑ کر  
اور ہرگز مٹی کو ہم کا معاملہ نہ ہو کر گیا ہے یہی حضرات... حضرت کعب بن مالک شاعر، اور مارہ بن  
ربیع اور ہلال بن امیہ ہیں، یہی تینوں انصاری بزرگ تھے، جو اس سے پہلے یہی عقیدہ اور قبول نہ  
تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوات میں شریک رہے تھے، مگر اس وقت اتفاقی طور  
سے اس غزوت میں بیستہا ہوتے، اور منافقین جو اس جہاد میں اپنے اتفاق کی وجہ سے شریک نہیں  
ہوئے تھے انہوں نے بھی ان کو ایسے ہی مشورے دیئے جس سے ان کی بہت فوٹ گئی، مگر جب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد سے واپس آئے تو ان سب منافقین نے حاضر ہو کر کعبہ  
اعزاز میں کر کے اور بھیجی کہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تائید یا کافرتوں  
سے اللہ علیہ وسلم نے ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کیا، اور ظاہری فیوض کو قبول کر لیا،  
یہ لوگ کرام سے رہتے تھے، پھر لوگوں نے ان تینوں انصاری بزرگوں کو بھی یہ مشورہ دیا کہ تم  
بھی جھوٹے مذکر کے کہانی صفائی نہیں کرو، مگر ان کے دلوں نے ملاحت کے ایک ایک عہد کو چہاد  
سے خلعت کا کر کے پورا اب دوسرا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولنے کا  
کر دیا، اس نے صادق صاف اپنے قصور کا اعتراف کر لیا، جس کی مزامیں ان سے مقابلہ سلام  
و سلام جاری کر لیا، انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان سب کی حقیقت سکھائی دی، جبکہ  
میں ہرگز بڑھ کر نے والوں کا یہ وہ حال کر دیا، جس کا ذکر اور ان کے انجام کا حال اس سے پہلے  
کئی کثرت میں پیش کرتے تھے، لَئِنْ كُنَّا إِلَّا نَحْنُ الْفُلُوفُ سے علیحدہ نہ آئے اور نہ  
الشیخ کعب بیان ہوا ہے، اور ان میں بزرگوں نے جو بچ بچا اور اعزاز کیا ان کی تو یہ

اس آیت میں نازل ہوئی، اور دیکھا اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض اور صحابہ کرام کے  
تعلقہ سلام کو ہم کی بہت سی محبت سمجھنے کے بعد کئی شرع و مروت اور دیکھا کہ ان کے ساتھ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں میں مقبول ہوئے۔

ان تینوں انصاری بزرگوں کے واقعہ  
میں حضرت کعب بن مالک کی ایک طویل حدیث بھی ہے  
کی تفصیل امام بیہقی رحمہ اللہ سے  
ہو جو بہت سے فوائد اور مسائل اور حقائق پر مشتمل ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوگا اس کا پورا  
ترجمہ یہاں نقل کر دیا جائے، ان میں بزرگوں میں سے ایک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے  
انہوں نے اپنے واقعہ کی تفصیل اس طرح بتلائی ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غزوات میں شرکت میں ان کی سب سے بڑی غزوہ بدر کے آگے  
ساتھ شریک دیا، البتہ غزوہ بدر کا واقعہ جو کہ اہل کتب میں آیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے سب کو اس میں شریک ہونے کا حکم بھی نہیں دیا تھا، اور شریک نہ ہونے والوں پر کرنی  
عقاب بھی نہیں فرمایا تھا اس میں بھی شریک نہ ہو سکا تھا، اور میں ایک انصاری کی بہت  
میں بھی حاضر تھا، میں بھی اسے اسلام کی حاجت و حفاظت کا معاملہ کیا تھا، اور مجھے یہ  
بہت عقیدہ کی خاطر غزوہ بدر کی حاضر میں سے بھی زیادہ محبوب ہے، اگر یہ غزوہ بدر کوئی  
میں زیادہ مشہور ہے، اور میرا واقعہ غزوہ بدر جو کہ میں پھر حاضر کیا، پھر کئی ہی وقت کی آس وقت  
سے زیادہ عرض حال اور مالدار نہ تھا..... بخدا میرے پاس کس اس سے پہلے دو کوئی  
مجھ نہیں چلتی تھیں، جو اس وقت موجود تھیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت شریف غزوات کے معاملہ میں یہ بھی کہہ دینے  
سے نکلے کے وقت اپنے مالدار کے اخلاص کے لئے ایسا کرتے تھے کہ جس محنت میں جا کر جا کر  
جو تادمہ سے اس کے خلاف محنت کو نکلتے تھے، تاکہ منافقین غیری کر کے فوج مقابل کو گناہ  
دکھیں، اور فدا کر کے تھے کہ کج میں ذہن میں طرح کا ہذا راہ دھوکہ ہوا ہے۔  
یہاں تک کہ یہ غزوہ بدر کا واقعہ بھی آیا، یہ جہاد کئی وجہ سے ممتاز تھا، آپ نے محنت  
غرض اور گفتگو کی حالت میں اس جہاد کا قصد فرمایا، اور سفر بھی بڑی دود کا تھا، مقابلہ پر دشمن  
کی قوت اور تعداد بہت زیادہ تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا کھل کر  
اطلاع کر دیا تاکہ مسلمان اس جہاد کے لئے پوری تیاری کر سکیں۔

اس جہاد میں شریک ہونے والوں کی تعداد صحیح مسلم کی روایت کے مطابق دس ہزار ہے  
زاتہی، اور حاکم کی روایت حضرت معاذہ سے ہے کہ یہاں چارویں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم















تقریباً ہر کسی کی نیت کے تحت گویا ہر اعمال یا طاعت اور نیکو عمل کا جملہ جیسے کہ حق پر علم و تقویٰ  
 کا جامہ پہن کر یہ باطنی اعمال میں ہر شخص پر فرض ہیں اور ان کا علم کسی سبب پر فرض نہیں ہے۔  
 انجمن کی کوئی قسم نہ ہو کہ یہاں پر وہ بھی جیسے کہ علم و دعا اور ان کا شائع و دارالکتاب کے ساتھ گویا  
 اس جگہ فرض ہے کہ اگر اس کا صرف و حصہ جس میں اعلیٰ یا بلند فرض کا وجہ کی تفصیل پر مشافہت ہے  
 میرا عقلی باطنی ہے کہ یہاں پر صرف و حصہ کی تفصیل پر مشافہت ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 شخص، عمل و فرض یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 سے بچنے کے طریقے معلوم کرنا کی ہر طاعت میں فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 فرض کا ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 پیدا کرنا اور فرض کا ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 کے احوال و حالت سے واقف ہونا یا شہادہت کا ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 کتاب میں اس لئے فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 میں فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود

علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہوا ہے کہ یہ عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 میں علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 اشارہ کرنا جو علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 فیضان کو سب سے زیادہ حاصل ہے کہ علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہے اور یہ فقہ و شیعہ کی عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 اس جگہ فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 الہی فی قرآن اور باقی عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 پیدا کرنے میں ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر جگہ پیدا نہیں ہوئی کہ ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 یہ کہ وہ کہے کہ اس کے برقراری و فعل اور حرکت و سکون کا اثر میں اس حساب لایا جائے کہ اس کو اس  
 و ان میں اس طرح رہنا چاہیے اور اس میں اس طرح کا نام دینا کی ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں

نام و علم کے برقراری میں ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 اصلاح میں علم نہیں اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 پیدا کرنا جو علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 میں علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 اشارہ کرنا جو علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 فیضان کو سب سے زیادہ حاصل ہے کہ علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہے اور یہ فقہ و شیعہ کی عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 اس جگہ فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 الہی فی قرآن اور باقی عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 پیدا کرنے میں ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر جگہ پیدا نہیں ہوئی کہ ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 یہ کہ وہ کہے کہ اس کے برقراری و فعل اور حرکت و سکون کا اثر میں اس حساب لایا جائے کہ اس کو اس  
 و ان میں اس طرح رہنا چاہیے اور اس میں اس طرح کا نام دینا کی ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں

میں علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 اشارہ کرنا جو علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 فیضان کو سب سے زیادہ حاصل ہے کہ علم و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہے اور یہ فقہ و شیعہ کی عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 اس جگہ فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود فرض ہے کہ فرض ہیں یا خود بخود  
 الہی فی قرآن اور باقی عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 پیدا کرنے میں ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر جگہ پیدا نہیں ہوئی کہ ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 یہ کہ وہ کہے کہ اس کے برقراری و فعل اور حرکت و سکون کا اثر میں اس حساب لایا جائے کہ اس کو اس  
 و ان میں اس طرح رہنا چاہیے اور اس میں اس طرح کا نام دینا کی ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں  
 ہر عقل و تقویٰ کا نصاب اور ان کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی عظمت میں

## خلاصہ تفسیر

اور انہم میں سے کئی طوفان مہربان بھیجا اور اگر مسلسل جاری تو کبھی کبھی اس کو قبول ہو کر چلا اور اس کو مٹیوں باران  
 بن کر کھینچا اس میں منافع اور اولاد کی جگہ اپنا پسیرنا بھی تھا جس پر کچھ بھی نہ تھا پھر تو مٹ گیا۔  
 آخر میں تھکے تھکے چھلنے ڈھلنے کو وقت فرما کر اس طوفان میں نشانہ کر دیا کہ ظالم اس میں نہیں رہنا چاہتے اور اب  
 کچھ اس پر نظر کرنا چاہیے کہ اس کی تہ تیغ و جوت کا فرشتہ اس کا ہوا، ان کے قدموں پر نہیں ہوتی قیاد کرنا کہ اس پر تار  
 اس کا تہ تیغ نہ ہونے کی وجہ سے یہی وہاں تک جاتی رہی اور اس کا رد و فعل اس پر  
**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَنَادَوْتُمْ بِهِ ظُهُورَ الْمَنَافِقِ وَاتَّقُوا اللَّهَ عَسَىٰ أَنْ تُفْلِحُوا ۖ**  
 اے ایمان والو! ڈرو! ڈرو! اپنے ترکہ کے کافروں سے اور جو چاہے کہ ان پر مطلق ہو جائے  
**عِظَاتِهِمْ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝۱۰** **وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ مَنَافِقًا ۚ**  
 اندیشہ مخ اور جاؤ کہ اللہ ساتھ ہو ڈرو اور ان کے ، اور جو چاہے نازل ہو کر ان کوئی سورت  
**فَيَسْخَرُمْ مِنْ يَقُولِ أَفَلَا تَكْفُرُونَ ۚ هَٰذَا هُدًى لِلَّذِينَ آمَنُوا ۚ**  
 فرمیں ان میں سے ہیں کہ اس میں ہے زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان سوچ لوگ ایمان رکھتے ہیں  
**فَرَادَاهُمْ أَفِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝۱۱** **وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ**  
 ای کا زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں ، اور ان کے دل میں عرض ہے  
**مَرَضٌ مُّرَادٌ لَهُمْ رَحْبًا إِلَىٰ رَحِيمٍ وَمَا نُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ۝۱۲**  
 سوائے کہ لے کر بڑھادی گئی ہر گندگی اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے  
**أُولَٰئِكَ يَرْوُونَ أَهْلَهُمْ يَقْنُتُونَ فِي كَيْفٍ عَالِمًا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَفُوتُونَ**  
 کیا نہیں دیکھتے کہ وہ کہتا ہے جانتے ہیں ہر برس میں ایک بار یا دوبار ہر برس تو یہ نہیں کہتے  
**وَلَا لَهُمْ يَدٌ يَدُهُمْ ۝۱۳** **وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ مَنَافِقًا ۚ**  
 اور وہ یہ نصیحت کر رہے ہیں ، اور جو چاہے نازل ہو کر ان کوئی سورت دیکھتے ہیں کہ ان میں ایک دوسرے  
**بَعْضٌ كُلِّ بَرٍّ يَكْتُمُهُ مِنْ أَهْلِ الْمَرْفُودِ أَصَوْتِ اللَّهِ فَكُلُوهُم**  
 کس طرف اس کا دیکھتے ہیں کہ کوئی مسلمان چھپا کر ہے ، پھر دے دے ان کے دل ان کے  
**يَا أَيُّهَا قَوْمُ لَا يَفْقَهُونَ ۝۱۴**  
 اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ کچھ نہیں دیکھتے۔

معارف و مسائل  
 معاہدات میں جہاد کی ترغیب تھی ، انہی کے ذکر ہوا اور ان کے ایمان کا بیان کیا گیا اور ان میں  
 باقیہ میں بتایا کہ حق ہے کہ ظلم و ساری دنیا میں چھپے ہوئے ہیں ان سے جہاد و قتال میں ترغیب



فریاد ہی کے بدلے سے علیؑ کو خدا کی طرف سے ایسی رحمت ملی، اور ان کی طرف سے احوال پوچھ کرئی  
تکلیف پہنچی گئی تو اس کو اللہ کے سپرد کر دیں، اس پر توکل کریں، کیونکہ وہ رب ہر شے اعظم ہے۔  
یہاں عرضِ علیؑ کا رب کہہ کر یہ بتانا منظور ہے کہ وہ لوگ کائنات کا مامور ہے۔  
آخری دو آیتیں حضرت ابی بن کعبؓ کے قول کے مطابق قرآن کی آخری آیتیں ہیں ان  
کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور حضرت علیؑ اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، یہی قول  
حضرت ابن عباسؓ کا ہے۔ (قرطبی)

ان دو آیتوں کے پڑے فرائض حدیث میں مذکور ہیں، حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ  
بعض صبح و شام یہ آیتیں سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آستان  
فرمادیتے ہیں (دستخط) واللہ سبھاہ و تعالیٰ اعلم  
وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْعُوا أَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ رَسُولٌ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ فَزَيَّلُوا وَبِمَا كُنْتُمْ  
تَفْتَحُونَ فَتَحْنَا لَكُمْ فَتْحَ الْبَابِ لِقَابِ رَبِّكُمْ فَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ  
غَنِيَّتُكُمْ غَنِيَّتُكُمْ قُلْ لِّمَنِ الْغَنِيَّةُ

## سورۃ توبہ تمام شد

—————

# سورۃ یونس علیہ السلام

سُورَةُ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبَنِي إِسْرَءِيلَ وَنُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآلِهِ وَصَالِحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآلِهِ  
سورۃ یونس کو بنی اسرائیل، نوح علیہ السلام اور اس کی ایک سورت، انجیلی ہی اور عیسائی کہتے ہیں۔  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
ترجمہ: بسم اللہ رب العالمین

اَلَمْ نَكُنْ لَّكَ الْكَافِرِیْنَ ۝۱ اَكَا نَ لِلنَّاسِ حُجُبٌ اَنْ  
ہاں آیتیں ہیں، پہلی کہتے ہیں کہ کیا لوگوں کو حجب ہوا کہ وہی نہیں  
اَوْحٰیۡنَاۤ اِلٰی رَسُوْلٍ فَمِنْهُمْ اَنْ اَنْذِرَ النَّاسَ وَكَثِیْرٌ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا

ہم نے ایک مرسل کو ان میں سے بھیجا کہ ان کو خبر دے کہ ان کو اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے کہ  
اَنْ لَّهُمْ قَدْ مَضٰی عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ الْكَافِرُوْنَ اِنْ هٰذَا اِلَّا  
کہ ان کے لئے جو وحی آئی ہے، اسے اللہ کے پاس سے بھیجا ہے، کہ ان کے لئے مسخر ہے کہ  
لَسٰجِدٌ مِّنْۢ بٰرِئِیْنَ ۝۲ اِنْ رَبُّكُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

الْاَرْضِ فِی سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ ۚ یَذُرُّ الْاَمْۡرَ  
ترجمہ: پھر وہاں پر چھ دنوں میں پھر قائم ہوا عرش پر۔ پھر فرماتا ہے کہ اس کی  
مَآرِنَ مُّطْفِعٍ ۚ اَلَا مِنْۢ بَعْدِ اِذِیْنِ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاقْبَلُوْۤا  
کہی سفارش نہیں کرو گے کہ اس کی اجازت کے بعد، وہ اللہ سے رو بہ فرما۔ سو اس کی ہدایت کو

اَفْلَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳ اَللّٰهُ مَزِجُكُم مِّنْۢ بَہِیْمًا ۚ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا ۚ اِنْ كُنَّ  
کی تم وہاں نہیں کرتے، اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے جس کو اللہ سے وعدہ ہے اللہ کا سچا، وہی  
یَبْدُوْۤا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ لَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا وَعَمِلُوْۤا  
دیکھا جائے کہ اول بار پیدا کیا، پھر لوٹ کر لے گا اس کو لوگ خدا سے ان کو جوتوں دے گا جسے اللہ کے لئے

اَلصَّٰلِحِیْنَ بِالْقَبْطِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا لَّهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ  
اللہ پاک کے صالحین کے ساتھ، اور کفار کے لئے شرب ہے۔ اللہ کے لئے ہے۔  
مَعْمُوْرًا ۚ

ترجمہ: بسم اللہ رب العالمین

فریاد ہی کے بدلے سے علیؑ کو خدا کی طرف سے ایسی رحمت ملی، اور ان کی طرف سے احوال پوچھ کرئی  
تکلیف پہنچی گئے تو اس کو اللہ کے سپرد کر دیں، اس پر توکل کریں، کیونکہ وہ رب ہر شے اعظم ہے۔  
یہاں عرضِ علیؑ کا رب کہہ کر یہ بتانا منظور ہے کہ وہ لوگ کائنات کا مامور ہے۔  
آخری دو آیتیں حضرت ابی بن کعبؓ کے قول کے مطابق قرآن کی آخری آیتیں ہیں ان  
کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور حضرت علیؑ اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، یہی قول  
حضرت ابن عباسؓ کا ہے۔ (قرطبی)

ان دو آیتوں کے پڑے فرائض حدیث میں مذکور ہیں، حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ  
بعض صبح و شام یہ آیتیں سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آستان  
فرمادیتے ہیں (دستخط) واللہ سبھاہ و تعالیٰ اعلم  
وَمَا أَكْفَأُ لَكَ مِنْهُ وَأَكْفَأُ لَكَ مِنْهُ وَأَكْفَأُ لَكَ مِنْهُ وَأَكْفَأُ لَكَ مِنْهُ  
فَمَا أَكْفَأُ لَكَ مِنْهُ وَأَكْفَأُ لَكَ مِنْهُ وَأَكْفَأُ لَكَ مِنْهُ وَأَكْفَأُ لَكَ مِنْهُ  
عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ لَكَ نَافِعًا

## سورۃ توبہ تمام شد

—————

# سورۃ یونس علیہ السلام

سُورَةُ يُوسُفَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰتُوا زَكٰتَ ۙ فَسَيُزَكِّىْكُمْ اللّٰهُ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ  
سورۃ یونس کو یونس علیہ السلام پر ہے اور اس کی ایک سورت نہیں ہے اور یہ سورۃ مکیہ ہے  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَمْ نَكْنِزْ لَّكَ الْكِتٰبَ الْحَكِيْمَ ۝ اَكٰنَ لِلنَّاسِ حِجَابٌ اَنْ  
ہم نے تجھے ہی کے لیے کتاب حکیم کی، کیا لوگوں کو حجاب ہوا کہ وہ نہ سمجھیں

اَوْحٰیۤا اِلٰی سَرَجِلٍ فَهٰمُھُمْ اَنْ اَنْذِرَ النَّاسَ وَكَثِیْرٌ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
وہ نے ایک سرسبز درخت پر ان میں سے کہ ان کو متاواستہ دیکھ کر اور ان کی متابعت سے ان کو متاواستہ

اَنْ لَّھُمْ قَدَمٌ صَدِیْقٍ عِنْدَ رَبِّھُمْ ۚ قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنْ اَنْتَ اِلَّا  
کہ ان کے لیے قدم ایک دوست کے پاس ہے، انہوں نے کہا کہ تو صرف ایک کذاب ہے

لَسٰجِدٌ مِّنْ دُونِ ۝ اِنْ رَبُّکُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ  
تسجد کے بغیر اور اگر اللہ ہی کا رب ہے تو اس کے نام کے آسمان

الْاَرْضِ فِی سِتِّیْنَ اَیَّامٍ ثُمَّ اٰتٰنَاوِیْ عَلٰی الْعَرْشِیْنِ یَذُرُّ الْاَمْرَ  
ترجمہ: پھر وہاں میں پھر قائم ہوا عرشوں پر پھر پڑا ہے کام کی

مَآوِیْنَ مُّشَفِّعٍ ۚ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْ یُنَادِیْ ذٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ فَاَعْبُدُوْہٖ  
کہی مشافعی ہیں کہ ان کی اجازت کے بعد وہ اللہ کے رب کہلا سوا اس کی تکیہ کو

اَفَلَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَللّٰہِیْ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْکُمْ جَبَدًا ۚ وَعَدَ اللّٰہُ حَقًّا ۚ اِنْ کُمْ  
کی تم وہاں نہیں کرتے، اس کی طرف لوگ کہتا ہے تم سب کو دعوہ سے بلاتا تھا، وہی

یَبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ لِیُجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا  
بجانتا کہ ہے اول بار پیدا کرتا ہے اس کو تکرار دہاتے ان کو جنتوں دے دے اور کئے تھے

اِلَیْہِ لِیُحْلِلَ بِالْقَبْطِ ۚ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حٰمِیْمٍ  
کام تک دہاتے کے ساتھ اور کام دے دے ان کو دیتا ہے حمرہ دال

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم

## وَعَذَابُ آيَتِهِمْ كَذٰلِكَ يُكْفَرُوْنَ ۝

اور عذاب ہے دردناک جس نے اس کو کفر کیا ہے۔

## خلاصہ تفسیر

اکثر کا مطلب تو اللہ کو معلوم ہے، یہ جو آگے آئی ہیں، پر حکمت کتاب دینی فرقہ کی آیتیں ہیں، یہ جو برحق ہونے کے قابل جاننے کے اور ماننے کے ہیں، اور جو کلمہ میں اس کا نزول ہوا ہے، ان کی بیڑت کا ذکر انکار کرتے تھے اس لئے وہ اب، لڑتے ہی کر اکیلا ہو کر کے لوگوں کو اس بات سے عجیب ہوا کہ ہم انسان میں سے ایک شخص کے پاس، جو کہ مثل ان کے ہے (یعنی وہی فرقہ کی) اس کا خلاصہ ہے، اگر دعاء میں سب آدمیوں کو دعاء کا خداوندی کے خلاف کرنے پر، فرما دے اور ایمان لے آئے، ان کو یہ تو بخیر مانتے تھے، ان کے سب کے پاس، ان کا کلمہ ان کو دین پر، لگا دینا، اگر ایمان میں کسی بشر پر وہی کے ذریعہ سے بتول ہو جاوے تو کوئی تعجب کی وجہ نہیں مگر کافر اس قدر عجیب ہونے کو کہ آپ کی نسبت کہنے لگے کہ (خدا یا اللہ) پر شخص تو بلاشبہ مسیح بادلوں پر، انہی آیتیں ہے، یہ کہ جو نبوت بشر کے لئے نہیں ہو سکتی، بلاشبہ تمہارا رب و تعالیٰ اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز کی مقدار میں پیدا کر دیا، پس اچھی دیر کا کافر ہے، اگر مشاہیر پر جو مشاہیرے تحت سلطنت کے اس طرح، قائم لاد ملوہ فرما، ہوا کہ جو اس کی شان کے ملانے ہے، تاکہ عرض سے زمین و آسمان میں اس کا ہماری فرمائے، جیسا کہ انفرادہ ہے کہ وہ ہر کام کی دستاویز تیار کرتا ہے، پس حکیم بھی ہے، اس کے سامنے کوئی سفارش کرنے والا و سفارش نہیں کر سکتا، دونوں اس کی اجازت کے (پس حکیم بھی ہوا ہیں، ایسا اللہ تمہارا رب و تعالیٰ ہے، سو تم اس کی عبادت کرو، اگر شرک مت کرو، کیا تم ان دلائل کے سامنے کہہ دو، یہ بھی نہیں سمجھتے، تم سب کو مشی بھی کہ پاس چلا ہے اللہ کے (اس کا) سچا وعدہ کر رہا ہے، لیکن وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے، یہ وہی وہی بھی دیکھتے کہ پسند اس کے ساتھ کہ تاکہ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے کلمہ کا نام لے، انصاف کے ساتھ دوسری پوری اجازت دے، اور اس میں دیکھی ذکر ہے، مگر بہت کم زیادہ دے دے، اور جن لوگوں کے کلمہ کیا ان کے واسطے و آخرت میں، کم وقت ہوا پائی پینے کو لے گا، اور دودناقت عذاب ہو گا، ان کے کلمہ کی دوسرے۔

## معارف و مسائل

سورۃ یس کی سورتوں میں سے ہے، بعض حضرات نے اس کی تفسیر آیتوں کو مدنی کہا ہے، جو ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئی ہیں۔  
اس سورت میں بھی فرقہ ان اور اسلام کے بنیادی مقاصد فریاد، رسالت، آخرت و غیرہ کا کتاب، عالم اور اس میں ہونے والے تغیرات و مشاہدات سے استدلال کر کے قہر نہیں کیا گیا ہے، اس کے ساتھ کہ جو چیز تاریخی واقعات و قصص کے ذریعہ ان لوگوں کو یاد دلایا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ ان کی عملی نشانیوں پر نظر نہیں کر کے انہوں کے ضمن میں شرک کا اعلان اور اس سے متعلق بعض شہادت کا براب باطل ہو رہا ہے، یہ خلاصہ ہے فرقہ سورت کا، سورت کے ان مضامین پر غور کرنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اس کا سبب کہ کچھ سورت یعنی توبہ اور اس سورت میں باہمی کیا رابطہ ہے، سورۃ توبہ میں اچھی مقاصد کے لئے متکثرین و کفار کے ساتھ چار اور کفر و شرک کی طاقت کو ماری اسباب کے ذریعہ توبہ کے کاربان ضاع اور سورت چونکہ احکام تہاد کے نازل ہونے سے پہلے کہ میں نازل ہوئی اس میں مذکور مقاصد کو ملکی دور کے قانون کے مطابق صرف دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔

اکثر، یہ عہد مقطع کلام ہے، جو فرقہ ان میں بہت سی سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ اکثر، حکم، تحقیق و غیرہ ان کے معانی کی تحقیق میں مصرعہ کی کتبیں ملتی ہیں، صحابہ و تابعین جہر سلف کی تحقیق اس قسم کے تمام عربی مقطع کے متعلق ہے، یہ کہ خاص درمزی ان کے معنی غبار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائے گئے ہیں، اگر آپ نے عام امت کو عربی ان علوم و معارف سے آگاہ فرمایا، جن کو ان کے ذہن برداشت کر سکیں اور جن کے معلوم نہ ہونے سے امت کے کاموں میں کوئی عجز واقع نہ رہتا ہے، عربی مقطع کے رموز ایسے نہیں جن پر امت کا کوئی کام موقوف ہو یا ان کے دہانے سے ان کا کوئی عجز ہو، اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کے معانی کو امت کے لئے غیر ضروری سمجھ کر بیان نہیں فرمایا اس لئے میں بھی اس کی تفسیر میں نہ بڑھا چاہئے، کیونکہ ہر امر متفق ہے کہ اگر ان کے معانی جاننے میں ہماری مصلحت ہوتی تو حسب مطلق صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بیان کرنے میں کوتاہی فرماتا۔

ذَلٰلَتِ الْاَیُّمُ الْاَلْکٰبِیۃ میں لفظ تلاف سے اشارہ اس سورت کی آیات کی طرف



میں بھی صرف بچے کے سیاروں تک پہنچنے کی تیاری میں ہے اور وہ بھی ایسی نصیب نہیں اور اس کا یہ افکار ہے کہ اوپر کے سیارے ہم سے اتنے دور ہیں کہ کائناتِ رصدیہ کے ذریعہ بھی ان کی مہلکاتِ خفینہ اور اندازہ سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور بہت سے ستارے ایسے ہیں جن کی شعاعیں ابھی تک زمین پر نہیں پہنچیں، مگر ان کے شعاعِ فیزیکی کی حرکت ایک منٹ میں لاکھوں میل بتائی جاتی ہے، جب سیاروں اور ستاروں تک انسان کی رسائی کا یہ حال ہے تو آسمان جو ان سب ستاروں اور سیاروں سے اوپر ہے اس کا یہ مسکین انسان کیا حال معلوم کر سکتا ہے، اور میر جو ستاروں آسمانوں سے بھی اوپر اور سب پر حاوی اور محیط مگر نہیں ہے اس کی حقیقت تک انسان کی رسائی ممکن، آیت مذکورہ سے آتنا معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے پہلے دن میں آسمان و زمین اور تمام کائنات بتائی اور اس کے بعد عرش پر قیام فرمایا۔

یہ یقین اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جسم اور جسمیات اور اس کی تمام صفات و خصوصیات سے بالاتر ہے داس کا دیکھو کسی خاص بہت اور بہت سے تعین کرتا ہے داس کا کسی مکان میں قیام اس طرح کا ہے جس طرح دنیا کی چیزوں کا قیام اپنی اپنی جگہ میں ہوتا ہے، پھر عرش پر قیام فرماتا جس طرح اور جس کیفیت کے ساتھ ہے یہ ان مشابہات میں سے ہے جن کو انسان کی عقل و فہم نہیں پاسکتی اسی لئے قرآن حکیم کا ارشاد ان کے بارے میں یہ ہے کہ **وَمَا يَشْعُرُونَ أَتَذْكُرُهُمْ وَلَا تُدَارِكُهُمُ الْوَالِدَةُ يُحْيِي الْمَيِّتَ وَيَكْفِي الْفُتُونِ** یعنی ان کو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، اور مضبوط اور صحیح علم والے اس پر ایمان لانے کا قادر کرتے ہیں مگر اس کی حقیقت جاننے کی فکر میں نہیں پڑتے، اس لئے اس قسم کے تمام معاملات میں جن میں حق تعالیٰ کی نسبت کسی مکان یا بہت کی طرف سے کوئی ہے جن میں حق تعالیٰ کے لئے اعضاء، بدن، ذہن، ساق و جگر کے الفاظ قرآن میں وارد ہوتے، عقیدہ جہودِ علمائے امت کا یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ یہ کلمات اپنی جگہ پر ہیں اور ان سے جو مراد حق تعالیٰ کی ہے وہ صحیح ہے اور اس کی کیفیت و حقیقت کے جاننے کی فکر کو اپنی عقل سے بالاتر ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا جائے۔

زہر جاتے مرکب توان تا فتن کہ جاہا سچر باید اندام فتن  
اور جن مشافہین علماء نے ان چیزوں کے کوئی معنی بیان فرماتے ہیں ان کے نزدیک بھی وہ محض ایک احتمال کے درجہ میں ہیں کہ شاید یہ معنی ہوں، اس معنی کو یقینی نہ نہیں کیا اور نیز سے احتمالاتِ ظاہر ہے کہ کسی حقیقت کا انکشاف نہیں کر سکتے، اس لئے صاف اور سیدھا

مسک سلف صاحبین اور صحابہ و ائمہین ہی کا ہے جنہوں نے ان چیزوں کی حقیقت کو علمائے کبر کو نہ کرنے پر قاضی فرمایا، اس کے بعد فرمایا **يُنَادِي بِذِكْرِ الْاَوَّلِ** یعنی عرش پر مستوی ہو کر وہ تمام عالموں کا انتظام خود دست قدرت سے انجام دیتا ہے۔  
محامین شیعہ و ائمہین ہندی و دہلی، یہی کسی نبی و رسول کو بھی اس کی بارگاہ میں حاضر کرنے کی ذات خود کوئی خیال نہیں، جب تک حق تعالیٰ ہی ان کو سفارش کرنے کی اجازت عطا فرمادیں وہ بھی کسی کی سفارش نہیں کر سکتے۔

پھر جسی آیت میں عقیدہ آخرت کا بیان ہے **الَّذِي خَرَجَكُمْ مِنْ ظُلُمَاتٍ إِلَىٰ نُّورٍ** یعنی اسی کی طرف روشنائی ہے کہ سب کو، **وَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ عَقْلًا** یہ وعدہ اللہ کا حق اور بھی **إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ الْمُعْتَدِلُ** یعنی وہ اہل پیدائش ہے تمام مخلوق کو اور وہی اس کو قیامت میں دوبارہ زندہ فرمائے گا، اس جہ میں بتا دیا کہ اس پر کوئی تعجب کرنے کی جگہ نہیں کہ یہ ساری کائنات فنا ہو جائے کہ بعد پھر کیسے زندہ ہوگی کیونکہ جس ذات اقدس کے قبضہ میں ہے سے کراہی کسی چیز کو پھر کسی بارہ کے اور نیز کسی سابقہ شکل و صورت کے پیدائش سے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ پیدائش شدہ مخلوق کو فنا کرنے کے بعد پھر دوبارہ پیدائش کرے۔

**هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ**  
وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو چلتا اور چاند کو جس کے لئے

**مَتَابِلَ لِيَعْلَمُوا أَعَادَ الْبَشَرِ وَأَلْحَسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ**  
مخلوقیں جگہ جگہ حق تعالیٰ پروردگار اور حساب و علی ہی نہیں بنایا اللہ کے

**ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفْضِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝** **إِنْ فِي**  
ہر ایک حق تعالیٰ کے لئے، ظاہر ہے کہ ان کی عقل کے لئے ان کو سمجھ ہے، البتہ

**أَفَحِثَالَىٰ الْبَلِّ وَالْهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**  
مخلوقیں ذات اللہ کے اور پھر بنایا اللہ نے آسمان اور زمین میں

**لَا يَتَىٰ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ①**

ظاہر ہے ان لوگوں کو بخیر دیتے ہیں۔

**خلاصہ تفسیر**

وہ اللہ ایسا ہے جس نے آتش کو چمک اور بنایا اور چاند کو بھی، نورانی بنایا اور اس







































































































گفتگو، یعنی وہ سب چیزیں جس سے پہیلی کہیں کہ ہم تیرے مخالف ہیں، کہ ان کو تو ہمیں عدو قرار دے لے گا۔

[illegible][illegible][illegible]

وَأَمَّا الْفَخْفَاقُ الْإِنْسَانُ بِمَا عَرَفْتُهُ لَمْ تَرَوْهَا أَمْدَهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِمُسْتَحَقٍّ لَهَا أَنْ تَكُنْ فِي مَوْجِدَةِ رَأْيِهِ وَتَكُنْ فِي مَوْجِدَةِ رَأْيِهِ

تَكُونُ ① وَلَئِنْ أَتَيْنَاهُ لَقَعْنَاهُ بِعَذَابٍ وَاسِعٍ لَّيْلَتَانِ

هَبْ لِي سَيِّئَاتِي عَلَى مَا كُفِّرْتُ فَعَفُوهُ ۝ (الْأَنْزِلُ سُبْحًا)

[illegible][illegible]

خزانہ تفسیر

ہوئے کہ جس کی گمان ہے کہ یہ ایک مستقل مکتبہ بن جائے گا۔ اس کے لئے ایک ایک کتاب کی کاپی خریدی گئی۔ اس سے انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ ایک مستقل مکتبہ بن جائے گا۔ اس کے لئے ایک ایک کتاب کی کاپی خریدی گئی۔ اس سے انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ ایک مستقل مکتبہ بن جائے گا۔













[illegible][illegible]

اور وہ بھی اس صورت میں کہ جو علم یا فن کوئی سنگین اور بہت نامور ہو  
اور جس میں ایسا چکر لگتا کہ ہم غائب اور گمشدہ ہوتے ہیں جو شخص بھی اس چکر کو  
اس کا شکار ہو جاتا ہے۔

مجلس عمومی حکومت و پادشاهان است که در محل گام می بردند و در آنجا که  
نفسه و اسرار است که نفسی را می بیند و که آنرا می بیند و می بیند

اس کے الگ لوگوں کی غلط فہمیوں اور جھوٹے حقائق پر مبنی ہے۔

وَمِنْ أَهْلِكُمْ يَهُودُ إِذْ أَخَذُوا عَهْدَ ابْنِ مَرْيَمَ أَنْ لَا يَلْبِسُوا زِينَةَ الْفِرْعَوْنَ وَلَا يَسْتَأْذِنُوا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا بِإِذْنِهِمْ فَبَدَّلَ الْأَحْمَقُونَ الْعَهْدَ فَأَخْرَجْنَا الْمَثَلِينَ لِيَتَذَكَّرُوا وَأَعْلَمُوا أَنَّهُمْ كَانُوا غَاظِينَ

عزیز و بقول اللہ! الذین کذبوا علی حجتہم ۱۰

تَفَقُّهُنَّ عَلَى الطَّبِيعِيَّةِ ۝ (الرُّبُوبُ يَصُدُّنَّ عَنْ تَعَدُّلِ الْعِلْمِ)

[illegible]

تَعْرِيفُ كَوْنِهَا مُتَجَلِّ بِرَأْيِ الرُّشَاقِ وَمَا كَانَ لَهَا مِنْ ذُلٍّ أَوْ عُلَا  
 اِسْمِهَا فَهِيَ كَوْنٌ اِسْمِيٌّ يَكُونُ اِسْمًا لَهَا فَهِيَ كَوْنٌ اِسْمِيٌّ

من اولیاء ربک فلیزماکتاب ما کانوا یستیعون  
 ۱۳۵/ واما منکم من علی دلت کفره  
 الشکور ۱۳۶/ اولیک الذین خسروا فیہم

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّزِيغُكَ فِتْنَتِهِ فَالْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٥٦﴾ ۝ لَّا يَجْزِيكَ عَنْهُمُ الْغُلُوبُ ۚ

عَمَّا لَا خَشْيَةَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ أَشْرَكُوا مَغْشَاوُا الشَّيْطَانُ ۝

اَنْتَبِهُوا اِلَى زَيْبِمْ اُولَئِكَ اَصْحَابُ السَّعَةِ عَقَلُوا كَلَامَ الْاَوَّلِينَ  
 ہمارے کہنے پر زبیم کے ساتھ وہ بھی سمجھ گئے۔ پہلے وہ بھی اسی بات کے  
 عقلاً بالغ ہوئے۔ اُولَئِكَ اَصْحَابُ السَّعَةِ وَالْاَوَّلُ وَالْاَوَّلُ

اَشْتَوِيْنَ مُلَاةَ اَنْلَاةٍ كُرُونِ ۝

خلاصہ تفسیر

اور پھر انھیں جس طرح کے کھانے پر مجبور کر دیا، وہ چھوٹے بچے کے لیے تو یہ تو بڑا سخت  
 سوال ہے کہ ان کے لیے کھانے کا کام جو ہے، کیا ان کے لیے اس کے ساتھ ساتھ ان کے دل کے لیے  
 کچھ اور بھی دیکھنا ہے؟ ان کے لیے کچھ اور بھی دیکھنا ہے، ان کے لیے کچھ اور بھی دیکھنا ہے۔

[illegible]

خوشنکس، کاشانی اور گلشنی کے نام پر ہے۔ یہ دو دوروں کو لگژری مانی دنیا کے کسی بھی مکتبہ نے فراموش نہیں کیا۔ ان کا خصوصی شمار ان کے اعلیٰ اعلیٰ کا تھا۔ یہ کہ ان کے تمام اشیاء





ان یغیرتکم خوراککم ووالہا یرزقنکم ﴿۱۱﴾ اقم لھن

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكُونَا لَهُ شَاكِرِينَ إِلَّا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لِهَذَا إِنَّهُ لَكَنُاعْتَابُكَ اللَّهُ الْعَاكِفِينَ

تجدید نوین  
آدم و حواء

فصل دوم کے تحت، علی ایسوم اکائی کی قوم کے پاس پہلے ہنگامہ برقرار رہے کہ وہ چھوٹا

کہ تم جلد کے ساتھ کسی ایسی کیفیت سے متکون اور جو تمہارے قلوب سے منکسر ہو۔ (آقا احمد رضا)

[illegible][illegible]

استقلال کیا ہوتا ہے عموماً قومی استقلال نہیں بلکہ گروہ کی آزادی ہے اگرچہ اس کا تعلق اس گروہ کے کسی فرد یا گروہوں کے افراد کے ساتھ نہیں بلکہ ان کی جماعت کے ساتھ ہے۔

کرسچنوں کے لئے ایک ایسا چھوٹا سا ادارہ ہے جس کی بنیاد ۱۸۸۷ء میں رکھی گئی تھی۔ اس ادارے کے تحت ایک ایسا چھوٹا سا ادارہ ہے جس کی بنیاد ۱۸۸۷ء میں رکھی گئی تھی۔ اس ادارے کے تحت ایک ایسا چھوٹا سا ادارہ ہے جس کی بنیاد ۱۸۸۷ء میں رکھی گئی تھی۔

یہ کاما فائدہ کار اور مفید و نفع کے حامل ہے کسی خاص ماحول کے اعتبار سے ہی فائدہ دے

ہم نے اپنے آپ کو اس طرح سے ڈھونڈ لیا کہ اس نے ہمیں اپنے آپ کو ڈھونڈ لیا۔

کہنے والے تم کو رافیل ایجنٹ کہتے ہیں، ان کی وجہ اس کا سننا یا اس کی سب سے بڑی بات کہ تم  
 کہتے ہو کہ تم ہی نے اس کی موت کی۔ تو انہوں نے انکار کر دیا کہ اسے کبھی نہیں دیکھا ہے۔

[illegible]

ہو، ایک کیمپس اور ایلیں کو کھلے سرخ فضا دیں اور ہم اس سے حکومت کے بدلے مانیں  
 واپس سے کہہ رہا ہے کہ کون کون سی باتیں ہیں جو اس سے کہہ کر آج کے بچے کو گھبراہٹ

ہیں۔ چرکتا جس کی تپو سے پاس کوئی دھلی ایسی مادہ پھرتے پاس اس کے ذریعہ اور چرکتے کی دھلی صورتوں میں چرکتی صورتوں کے رنگ کی کاپیاں اس سے اس کا جواب بھی چرکتی کاپی کا

انسان کی حالت ایسی تھی کہ اس کی ہڈی کا ہڈی سوکھ چکا تھا۔ وہ نام نہاد گھبراہٹ میں تھیں اور چہرہ پر  
 بے ہوشی کا شعلہ تھا۔ ان کی بات نہ تھی۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں اور ان کی ہڈیوں کی آواز تھی۔

[illegible][illegible]

ہرگز نہیں ہے کہ ایسا خیال کسی سے نکال جلد سے اور تو ان ایام و احوال کو کہتا ہے جس کی طرف

شخص مغربی تھائی کو لاکھ لاکھ روپے سے اس کا بیس روپے پر لے کر چھوٹا بل سے بڑا  
 فیملی کے لئے ان کے پاس میں تم لوگوں کو، گھنٹہ بھر کے، اور

میں نے اس عمل کو بھی کر دیا تھا۔ بالآخر خدا تعالیٰ نے اس کو نکال بھیج دیا تو یہ بھلاؤ کا  
 عمل کہ وہاں آج بھی سے کہیں نہ پائے گا اور کیا نام میں اس کی بہت سے جگہاں پتے بھی دیکھیں گے۔

رہے ہر ایام کی بات ہی کہیں کہتے اور اس تقریر میں ان کے کام شہادت کا یہاں  
 کیا گیا۔ آگے کی سب باتوں کا بھر ختم ہے۔ یہیں جب میری موت دہلی سے ہوئی ہے۔

عرب و غریب لوگوں کی گرفتار اور استبداد پسندی فکر و شعور و فضا کو میں نے بہرہ چھوڑ  
 لی تھی سمجھا لی تھی ہرگز بدل میں منتقل استبداد کے روتھر و اسب سے لیکر میں اس کی

انجیل کا خلاصہ پیش کرتا ہوں، تاکہ تم سب سے پہلے انجیل کو میرے پاس آکر لکھ کر لے سکو۔



صرف حق اسلام نے ادا کر دی ہے ساتھ اللہ کی طرف سے ہرگز ہمت اور استقامت کی ہرگز کمی

[illegible][illegible][illegible][illegible]

اور اس کو ہم سے ہی معلوم ہو جائیگا۔ اہل حق کے لئے اور قبول کرنے کے لئے جو کہ وہ اپنے ہر کوئی کو  
 ان کی افکار کے لئے پیش کیا کرتے ہیں وہ ان کو بھی اس کے قبول کرنے سے ہی بہت  
 کٹا رہے ہیں۔ یہ ان کے ان تمام دعوے اور دعویٰ کے لئے ہے کہ ان کے لئے ان کے لئے  
 غلط فہمی ہے۔ یہ ان کی ان تمام دعویٰ کے لئے ہے کہ ان کے لئے ان کے لئے  
 ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

اور سارا شہر اسے گھیر چکا تھا۔ اگر وہ اس کا گھر نہ دالے تو اس کو گھر سے باہر نکال دیا۔ وہاں اس نے ایک مکان میں پناہ لی۔ وہاں اس نے ایک مکان میں پناہ لی۔ وہاں اس نے ایک مکان میں پناہ لی۔

[illegible][illegible]

نوسوسہ سے بھرا ہوا ایک آدمی ان کو بل کر اپنے گھر پر شادی کرنے کو کہتا ہے۔  
 لکھتا ہے کہ وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ وہ اس کے لیے ایک عورت  
 دے گا۔ وہ بہت عورتیں ہیں۔ لیکن وہ ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں چاہتا۔































اُس کی اہل خیمہ کو اُس کے لاکھ و شصت کے بڑے گیس گزرنے والے پھولوں اور پتوں پر بیٹھ کر دیکھ کر  
جب سڑک پر پہنچے، تو یہی عوام پر مستحضر رہتا ہے کہ اُس کو فاصلے پر اُس کی دیکھتا ہے۔

[illegible][illegible]

سب سے پہلے یہ خطاب انجمنِ ائمہ کرام اور جرائدِ شیعہ نے مستحقِ تحقیر کے طریقے سے پیش کیا۔ اور ان کے رد و تحویل کو اس وقت خطاب سے پہلے ہی کر دیا گیا کہ اسے سے پہلے ان کو اس حکم سے انکار دیا گیا کہ ان کو اس خطاب سے پہلے ہی کر دیا گیا۔

قوموں کے خلاف ہر طرح کے بربریتوں کو روکنا اور ان کے حقوق حاصل کرنا ان کے لئے ایک سنگین ذمہ داری ہے۔ یہ وہ کام ہے جسے ہم نے اپنے لئے منتخب کیا ہے۔ اور ہم اسے جتنی جلد بھی کرنا چاہتے ہیں۔

اسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگرچہ اس میں بھی بعض غلطی کی حالت تھی مگر یہی وہی کے ساتھ ساتھ ایک اور نیا  
پہلو بھی سامنے آ رہا تھا۔

اس واقعہ سے معلوم ہے کہ قوم خود پر اپنے کارکردگی مسلط ہو جائے، منکر اور مصلحتی ہو جائے۔  
 ہے کہ ان کو ایک صورت اخلاق کے ذریعہ جانک کی آید، جو ممکن ہے کہ ان میں بعض طبقہ اسلام میں داخل قسم

10/10/2012

تمت بحمد الله تعالى

اس وقت کہ چاند آسمان میں حرکت شروع کیا اس کا قصہ کہہ دو تو ہم غلامی کی  
 مشاعرے میں قلم نشینی کے حوالے سے کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ان ہی قوم کو یہ سچا ہے کہ  
 اس وقت کہ ان کے ہاتھ میں اس وقت کے ہتھیار اور وہی اس کا کام ہے کہ ان کے ہاتھ میں  
 ہے جو کہ ان کے ہاتھ میں اس وقت کے ہتھیار میں سے ہے کہ ان کے ہاتھ میں اس وقت کے

[illegible][illegible]

میں نے اس وقت تک اس کی طرف سے کوئی خط نہیں دیکھا تھا۔

[illegible]

























جو رنگ ظاہر فرمے کہ کھنڈاں ہیں، میں ظاہر اشارے سے یہی قوموں کی اکثریت کی  
 تفریق کے سبب بخاری اور اہل کفر کے اعتبار سے یہ تم سے بہت گریب راہی اور اللہ تعالیٰ  
 اور اس سے بہت مایل کہ اعدائے حق سے ہٹا کر۔  
 اگر کوئی اس کوئی کہ وہ زیادہ افسانہ میں آگئی اس کے لیے اگر کچھ ساری کی  
 ساری تکرار میں نہ ہوں تو ہم اگر کچھ کہہ دیتے، صورت شبہ میں غلطی سے ہو سکتی  
 اور کوئی بہت اڑتی کہ کھنڈاں سے لٹکے کا طرف ہر طرف افسانہ کو کچھ خوب و ذرا سے کھنڈی  
 سب کچھ۔

بالا غریب آدم کے کئی بات خدائی اور شبہ غلطی سے لے لیا کہ یہاں غریب کا  
 اشتراک، اس کو بھی غلطی غلطی میں غلطی سے لیا ہو گا اور کوئی غلطی  
 ہوتی ہے مثال یہ اور بھی سب کے سب میں غلطی کی غلطی سے لیا ہو گا کہ  
**انکم کام و تمسائل**

یہاں اگر کہیں مسئلہ | مگر ان بات میں تو شبہ غلطی سے لیا ہو گا کہ  
 باپ اور بیوی کی کتا تھا ہر ایک ایک کہتا ہے، اور اگر کہیں سے لے لیا ہو گا کہ  
 ان کے غریب غریب کا بیان لیا ہے اور ان بات میں اگر اس سے غلطی سے لیا ہو گا  
 کہ ایک ایک کے بہت بہت نام رکھتے ہیں غلطی سے لیا ہو گا کہ ایک ایک کے بہت  
 یہ کہ اگر کہیں کا ہوں کسی کے غریب کا کہہ دے کہ اس کو کہہ دے کہ وہ غلطی سے  
 کہ یہ وہ غلطی میں ہے، اگر کہیں لیا ہو گا کہ غلطی سے لیا ہو گا کہ  
 کا کہیں کا کہیں ہو چکا کہ وہ غلطی میں ہے، غلطی سے لیا ہو گا کہ  
 وہ لیا ہو گا کہ غلطی میں ہے، غلطی سے لیا ہو گا کہ  
 اس غلطی سے لیا ہو گا کہ غلطی سے لیا ہو گا کہ

**مسئلہ** | غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ  
 وہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ  
 کہ جتنے صورت شبہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

سورۃ النور میں اس طرح کے غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ  
 لیا ہے، اور اس سے غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ  
 غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ  
 یہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

عنون غریب میں غلطی کی غلطی سے لیا ہو گا کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ  
 اور اگر کہیں درجہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ  
 غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ

**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ الْإِيمَانِ**  
 اور ان کے ایمان میں غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ غلطی میں ہے کہ



















نمبر	آیت	سورہ	آیت	سورہ	نمبر
۱۵۵	سورۃ الزمر	۲۳۹	۸۵	سورۃ النحل	۱۰۹
۱۵۶	سورۃ الزلزالہ	۱۴۳	۸۶	سورۃ القدر	۱۱۰
۱۵۷	سورۃ التہجد	۲۶	۸۷	سورۃ التکوین	۱۱۱
۱۵۸	سورۃ الفجدة	۲۶	۸۸	سورۃ النازعات	۱۱۲
۱۵۹	سورۃ الحديد	۲۸	۸۹	سورۃ الحديد	۱۱۳
۱۶۰	سورۃ الحديد	۲۸	۹۰	سورۃ الحديد	۱۱۴
۱۶۱	سورۃ الحديد	۲۸	۹۱	سورۃ الحديد	۱۱۵
۱۶۲	سورۃ الحديد	۲۸	۹۲	سورۃ الحديد	۱۱۶
۱۶۳	سورۃ الحديد	۲۸	۹۳	سورۃ الحديد	۱۱۷
۱۶۴	سورۃ الحديد	۲۸	۹۴	سورۃ الحديد	۱۱۸
۱۶۵	سورۃ الحديد	۲۸	۹۵	سورۃ الحديد	۱۱۹
۱۶۶	سورۃ الحديد	۲۸	۹۶	سورۃ الحديد	۱۲۰
۱۶۷	سورۃ الحديد	۲۸	۹۷	سورۃ الحديد	۱۲۱
۱۶۸	سورۃ الحديد	۲۸	۹۸	سورۃ الحديد	۱۲۲
۱۶۹	سورۃ الحديد	۲۸	۹۹	سورۃ الحديد	۱۲۳
۱۷۰	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۰	سورۃ الحديد	۱۲۴
۱۷۱	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۱	سورۃ الحديد	۱۲۵
۱۷۲	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۲	سورۃ الحديد	۱۲۶
۱۷۳	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۳	سورۃ الحديد	۱۲۷
۱۷۴	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۴	سورۃ الحديد	۱۲۸
۱۷۵	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۵	سورۃ الحديد	۱۲۹
۱۷۶	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۶	سورۃ الحديد	۱۳۰
۱۷۷	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۷	سورۃ الحديد	۱۳۱
۱۷۸	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۸	سورۃ الحديد	۱۳۲
۱۷۹	سورۃ الحديد	۲۸	۱۰۹	سورۃ الحديد	۱۳۳
۱۸۰	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۰	سورۃ الحديد	۱۳۴
۱۸۱	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۱	سورۃ الحديد	۱۳۵
۱۸۲	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۲	سورۃ الحديد	۱۳۶
۱۸۳	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۳	سورۃ الحديد	۱۳۷
۱۸۴	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۴	سورۃ الحديد	۱۳۸
۱۸۵	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۵	سورۃ الحديد	۱۳۹
۱۸۶	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۶	سورۃ الحديد	۱۴۰
۱۸۷	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۷	سورۃ الحديد	۱۴۱
۱۸۸	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۸	سورۃ الحديد	۱۴۲
۱۸۹	سورۃ الحديد	۲۸	۱۱۹	سورۃ الحديد	۱۴۳
۱۹۰	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۰	سورۃ الحديد	۱۴۴
۱۹۱	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۱	سورۃ الحديد	۱۴۵
۱۹۲	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۲	سورۃ الحديد	۱۴۶
۱۹۳	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۳	سورۃ الحديد	۱۴۷
۱۹۴	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۴	سورۃ الحديد	۱۴۸
۱۹۵	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۵	سورۃ الحديد	۱۴۹
۱۹۶	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۶	سورۃ الحديد	۱۵۰
۱۹۷	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۷	سورۃ الحديد	۱۵۱
۱۹۸	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۸	سورۃ الحديد	۱۵۲
۱۹۹	سورۃ الحديد	۲۸	۱۲۹	سورۃ الحديد	۱۵۳
۲۰۰	سورۃ الحديد	۲۸	۱۳۰	سورۃ الحديد	۱۵۴